

فقہ المعاملات

یعنی

جدید معاملات کے

شرعی احکام

۳ جلد یکجا مجلد

چناغی الان مفتی احسان اللہ شائق صاحب
مفتی مفتی الاسلام دارالحدیث دارالعلوم اسلامیہ کراچی

دارالاحیاء

اڈو بازار ایم ایس جہان روڈ کراچی پاکستان اب: 2031861

فقه المعاملات

یعنی

جدید معاملات کے

شرعی احکام

کتاب ۳ جلد ۲

جلد سوم

جناب مولانا مفتی احسن اللہ شائق صاحب
مبین مفتی، استاد جمعہ ملوئیدہ، مسعودہ، لاہور

ڈیولپمنٹ کنونشن پبلشرز
کراچی پاکستان 75100

دارالاشاعت

مصلحتہ حق کیلئے جتنی بھی راہیں تلاش کرنا چاہیے، ان میں سے کوئی ایک راہ بھی

باب سوم
ملکات
مختصات

فہرست مضامین ﴿جلد ثالث﴾

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	کتاب الحظر والاباحۃ	14
1	حرام جانوروں کا بیان	14
2	حرام جانوروں کی فہرست	15
3	حلال جانوروں کی فہرست	15
4	ہلکے اور رشک کا حکم	15
5	مکھڑا مکروہ تحریمی ہے	15
6	مکھڑے کے گوشت کا حکم	17
7	گدھے کے گوشت کا حکم	17
8	خیر کے گوشت کا حکم	18
9	خزیر کے گوشت کا حکم	18
10	نثریری حرمت میں فلسفہ	19
11	نسب (نود) کے استعمال کا حکم	23
12	حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) کا حکم	25
13	مردی جانوروں کے قتل کا حکم	25
14	کوا کھانے کا حکم	26
15	کیڑا کا دوا بھس یا اناج کھانا	27
16	جیلی کی تحقیق	27
17	چائے میں کھس کرنا	28
18	جلال نہایت غر جانور کا حکم	29
19	جانوروں میں سات چیزیں حرام ہیں	30

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
30	مستند رہی جانوروں کا قتل	20
34	سنگھڑی کی حکمت	21
36	بیوی کی حدت و مرست	22
38	دعاؤں کی مرست و غفلت	23
38	غزل گوش طالع کا نور ہے	24
39	بیوی شہدہ پر نہ رکاع	25
39	غیر زانی طور پر عید و شہدہ جانور کا قتل	26
39	مرد اور عورت کا ضم	27
44	باب الطہاس	28
44	طہاس کی حقیقت	29
44	طہاس کی کیا ہے؟	30
45	طہاس کے برائی کیا ہیں اسوئل	31
46	اسرائیل اور قتل کے پتہ	32
47	دل خوش کرنے کے لیے قیمتی لباس پہننا	33
47	محنت کی سبب سے ملنے والا مال	34
48	تعمیرات و ترمیم کی محنت سے ملنے والا مال حرام ہے	35
50	مردوں کے لیے فاسی و شہدہ کا قتل	36
50	عورتوں کے لیے شہدہ کا قتل حلال ہے	37
51	وفاقیوں کی کوٹا ہے؟	38
52	خالص سونے کی لباس پہننے والوں کے لیے ۳ فرنگیں	39
54	سرخ و عاری دار لباس پہننا جائز ہے	40
54	مردوں کے لیے کس قسم کا کپڑا مکتوب ہے؟	41

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
42	بیاد رنگہ کے کپے کا نمبر	55
43	بیٹ شرت پہننا	56
44	طلبہ اور ملازمین کے لیے بیٹ شرت کی پابندی	57
45	چاندنی سے تیار ہوا انڈیرا	57
46	مصنوعی ریشم کا قلم	58
47	مصنوعی لباس	59
48	سنت کی تحریف	59
49	سنت کی اقدار	59
50	آپ ﷺ کا لباس کیا تھا؟	60
51	شرعی لباس	61
52	سوئے کا عین استعمال کرنا	62
53	بہن کھلا رکھنا جائز ہے	63
54	کرپاں ایک طرح سے رکھنا	63
55	نونی اسلامی لباس کا شعار ہے	63
56	نگہ سر رہنا پسندیدہ نہیں	63
57	نونی کے بغیر نواز چھنا	64
58	پلاسٹک یا چٹائی کی ڈوپٹی کا نمبر	65
59	نونی کی کوئی قسم سنت ہے؟	65
60	قرآن کی نونی پہننا جائز ہے	66
61	نونی لباس کی سنت ہے	67
62	غلامہ ہانڈے کا صحیح طریقہ	70
63	محراب جاکر غلامہ ہانڈے	70

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
71	عما سے پیر کی مقدار	64
72	رہا مال سے لہو کی حالت و انہو جائے گی	65
72	عما سے شہادین مقدار	66
77	شہد کس جاتیہ کھاجہ نے	67
73	عما میں وہ ٹھیلے رہیں	68
73	عما میں کس دفع کا ہونا چاہیے	69
73	نیا اور بزرگ عورت نہیں	70
74	غماز میں کس کا قسم	71
75	برہہ کی احکام	72
75	مرد کا ستر	73
77	بھیس کو کس وقت ستر کھول	74
77	عورت کا ستر و ستر عورت کے حق میں	75
78	محرم کی تعریف	76
78	عورت کا ستر می ر م سے سامنے	77
79	دور شہ و دار جن سے پردہ فرض نہیں	78
79	دور شہ و دار جن سے پردہ فرض ہے	79
79	عورت کا نماز میں	80
80	عورت کا نایب غیر محرم کے سامنے	81
84	غیر محرم کو بائو لٹا	82
84	بھین عورت سے ممانعت کی ممانعت	83
85	سائے سے ممانعت غلط و حق تھنی ہے	84
86	مرد کے لیے انگوٹھی کا قسم	85

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
88	خواتین کے لیے انگوٹھی کی تفصیل	86
89	دانتوں کے گرد سونے چاندی کا خول لگانا	87
91	سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا	88
91	سونے چاندی کے کیس کی گھیریاں اور سونے کا تپ	89
92	احکام الصيد والذبائح	
92	شکار کے حلال ہونے کی شرائط	90
93	ذبح کرنے کا شرعی طریقہ	91
94	ذبح کے وقت بسم اللہ غیر عربی میں کہنے کا حکم	92
95	نا بالغ بچہ کے ذبیحہ کا حکم	93
95	گوسفٹے کے ذبیحہ کا حکم	94
95	اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم	95
97	مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلنے والے بچہ کا حکم	96
97	جانور خنثی ہونے سے پہلے سر جدا کرنا	97
98	بندوق اور غلیل کے شکار کا حکم	98
98	حرام مغز کا حکم	99
99	مشیقی ذبیحہ کا حکم	100
107	اہل بدعت کے ذبیحہ کا حکم	101
109	اونٹ نحر کرنے کا طریقہ	102
110	احکام الاضحية والمقبحة	
111	قربانی نہ کرنے پر وعیدیں	103
111	مسافر پر قربانی واجب نہیں	104
112	شریک ہو کر قربانی کرنا	105

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
112	قربانی کے چار نوعی تہ	106
113	قربانی کا وقت	107
113	قربانی کے اہل مرتبہ میں	108
114	قربانی کا جو نذرانہ دینا کرے	109
114	قربانی کی ادائیگی اور اس کے گوشت کا طہر	110
116	میرب دار پر قربانی کی قربانی کا نذر نہیں	111
118	قربانی کے ایواندار کے توجہ واجب ہے	112
118	مال تمام پر قربانی واجب نہیں	113
118	زمین کی وجہ سے قربانی واجب ہونے کی تفصیل	114
120	چاند کے اکتالیس دن کے کاظم	115
121	شرک کی شرکت سے کسی کی قربانی نہ ہوگی	116
122	میت کی طرف سے قربانی کاظم	117
122	حالی پر واجب قربانی کی تفصیل	118
122	قربانی کی جو بے عمدہ گمراہی ہو	119
123	میت کی قربانی کاظم	120
123	نفسی جانور کی قربانی کاظم	121
123	مکروہ جانور کاظم	122
124	بے حیثیت جانور کی قربانی	123
124	قربانی کا جو نذرانہ ہو گیا	124
124	کیا جانور خریدنے سے بعد کسی کو شریک کرے	125
125	قربانی کا گوشت دینے کے لئے تقسیم کرنا	126
125	تہنی گوشت عمدہ کرنا مستحب ہے	127

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
126	فقیر پورا گوشت اپنے گھر رکھے	128
126	تاباغ بچے پر قربانی واجب نہیں	129
126	عشرہ ذی الحجہ میں ناخن وغیرہ نہ کاٹنا	130
127	ساتویں حصہ کی نفل قربانی میں چھ ساتھی شریک ہو سکتے ہیں	131
128	بچے کے عقیقہ کا شرعی حکم	132
130	عقیقہ کی مدت	133
130	عقیقہ کی دعاء	134
131	عقیقہ کی نیت سے خریدہ ابو جانا نور	135
132	باب النذر	
132	نذر کی شرائط	136
133	داغی روزہ کی نذر میں بوقت مجزئہ یہ ہے	137
134	نذر میں زمان و مکان وغیرہ کی تعیین صحیح نہیں	138
134	قرآن خوانی کرانے کی نذر جائز نہیں	139
135	نماز کے بعد تسبیحات کی نذر کا حکم	140
137	نذر ذبح میں قیمت کا تصدق جائز ہے	141
137	شیرینی تقسیم کرنے کی نذر	142
139	نذر مطلق میں صیغہ التزام ضروری نہیں	143
140	تبلیغ میں جانے کی نذر صحیح نہیں	144
140	ہر سہ میں رقم دینے کی نذر	145
141	نذر ماننا پسندیدہ عمل ہے	146
141	ولی کے نام بکرا ذبح کرنے کی نذر	147
144	جس جانور کے ذبح کرنے کی نذر مانی کیا اس کو بدلا جاسکتا ہے	148

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
146	نیز کا حکم	149
147	استقامت سے زائد ضررہ بخنے کی ایک صورت کا حکم	150
148	نہر کی نذر صبح ہے	151
148	زبان سے کہے بغیر نذر نکلی ہوتی	152
148	باب الیمین	
149	غیر اللہ کی قسم کا ناجائز نہیں	153
149	کار خیر پر قسم کا حکم	154
149	مٹاؤ پر قسم کھانے کا حکم	155
150	حرام چیز کو حرام تر کا بھی قسم ہے	156
150	جھوٹی قسم کا حکم	157
151	قسم کا کفارہ	158
151	کفارہ سے کار و زو	159
151	شعور قسموں کا کفارہ	160
151	علاج و معالجہ کا بیان	161
151	بیاری کا علاج کروانا سنت ہے	162
152	صلی کرانے کا حکم	163
153	نیست خوب ہے بی کا حکم	164
162	بدن پر داغ دے کر مرض کا علاج کرنا	165
162	عقیم کی اجرت کا حکم	166
163	تعوذ کا حکم	167
165	تہر کی حکمرانیت	168
167	الصدور والتمیز سیرات	169

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
167	حدود کی مشروعیت کی حکمت	170
168	حدیث احادیث کی روشنی میں	171
176	نہایت زنا کا طریقہ	172
176	کار و کاری کا حکم	173
181	میراث سے بدعتی کی سزا	174
183	کسی مسلمان کو کافر سے تشبیہ دینے کا حکم	175
184	شام کو سزا دینے کی تفصیل	176
187	دیر میں بدعتی کی سزا	177
191	بالغ اولاد کو تعزیر	178
192	قصاص کے احکام	179
192	قتل عمد کی تعزیر	180
193	قصاص کے قواعد و اصول	181
197	دیت وصول کرنے کا طریقہ	182
197	بچہ ماں کے پیچھے دیت کر مر گیا	183
197	شادی کی تقریب میں فائزیت	184
198	بیس سے بچنے کا حکم	185
198	حدود کفار و سیئات نسک	186
199	گھسی کے ہاتھ سے بچ کر مر گیا	187
199	جماع موجب استیلا کا حکم	188
200	عوام کو اجراء حد کا اختیار نہیں	189
201	حدیث صحابہ کرنے سے سزا قطع نہیں ہوتی	190
202	ذکرۃ لے کر سزا	191

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
208	چوری کی سزا	192
213	نصاب سرقہ	193
214	شراب نوشی کی سزا	194
216	کتاب التفرقات	
216	اپریل فول کا حکم	195
217	جالگہ پینے کا مسئلہ	196
222	نیکل بری پرائلنگ الگ پینوں میں کھا	197
224	استاذ کی جگہ پر بیٹھا	198
225	دارالحجی پر تنقید کا حکم	199
233	خاتم الکلم سے پڑھنا آئے تو کیا نہ پڑھ کر کی جائے؟	200
234	پوسیدہ اور ان کا حکم	201
234	کفار سے دوستی اور میل جول رکھنے کا حکم	202
234	ہندوؤں کے تیار کردہ کھانے کا حکم	203
235	کافر کی عیادت اور ضرورت	204
236	خود پانی کی چھینروں میں شہادت کا حکم	205
238	قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ تحریمی ہے	206
238	پھیلنے کو مارنا ثواب ہے	207
239	مسئلہ خانہ میں بیٹاب کرنا	208
239	انجکشن کے ذریعہ جانوروں کو سائلہ کروانے کا حکم	209
240	رضعتی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے دعوت	210
240	وایہ کا مسنون وقت	211
240	رسم نوبت کا حکم	212

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
241	انتفاخر بالانساب	213
242	نذر بالانساب پر آپ بھیجے کی سنت	214
244	انسانیت اور غیر انسانیت	215
245	انسانیت پر لگے دالوں کا مندرجہ	216
247	حقیقی حرات اور نسب کے تابع نہیں	217
248	لے چکے کا حکم	218
248	انتخاب کا حکم	219
249	سید انتخاب کا حکم	220
250	جدید نذر کا حکم	221
250	موجودین سے سید انتخاب کا حکم	222
251	موجودین سے سید انتخاب کا حکم	223
253	پندرہ سو دستور نامہ اور پندرہ سو دستور	224
257	سوار کا استعمال کرنا	225
258	گائے کی سرزد پر نفیس پڑھنا	226
260	روزہ کی حالت میں انکار کا استعمال	227
260	پیشہ کے لیے تیار ہونے والے مکان میں سرور کی کا حکم	228
261	باش طب کر کے کا استعمال طریقہ	229
262	اس سے دوسرے شخص کے حکم	230
265	شادی کے حق سے نفی	231



کتاب الخطر والایمان

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ایجن کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی رحمت والے ہیں۔ ان لیے ہر وہ چیز جس کی ذات میں نیک و گندگی ہے یا جو چیزیں انسان کی صحت و نفس کے لیے مضر ہیں ان کے استعمال کو حرام قرار دیا اور جو پاکیزہ لذیذ چیزیں اور انسان کے حق میں مفید ہیں ان کے استعمال کو حلال قرار دیا ہے، تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مستحق رہے اور نہ کہ اسے ضرر پہنچے۔ خداوندی کی پابندی کریں اور اپنی زندگی کے زیادہ سے زیادہ اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں۔

وقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي آثَارِكُمْ﴾ (مائدہ: ۸۸)

اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال و حرام چیزیں کھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا و مافیہا، بطیم الاسلام سے فرض نہیں کیا، بلکہ داخل فرمایا کہ لوگوں کو مصالح و حرام کی تمیز سکھائیں۔

وقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي آثَارِكُمْ﴾ (مائدہ: ۸۸)

یعنی ارشاد دے رہی تعالیٰ کہ وہ ان کو نیک کاموں کا علم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بناتے ہیں اور گندگی چیزوں پر حرام فرماتے ہیں۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ حلال کو اختیار کرے اور حرام سے اجتناب کرے۔

حرام جانوروں کا بیان:

کوئی جانور حرام ہے اگر کوئی حلال ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف بیان فرمایا:
عن أبي نعجة الحنصلي أنه قال: سمى رسول الله صلى الله عليه

۱۰. سُبْحًا عَنِ امِّي كَتَبْتُكَ لِي - اب من اب - ۱۱. (انحرطه ماسم رفم

۱۹۴۲ء تک تحریک کی بنیاد پر اس واقعہ کو گورنری محکمہ سے

(عربی)

یعنی ہوا قبلہ تھیں رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وحشی کو نوواں میں سے نکال دیا۔ (۱) اے جانور کے گوشت استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری روایت میں ارشاد ہے کہ پرندوں میں جو بچوں سے شکار کرنے والے ہیں ان کا شکرست استعمال کرنا ممنوع ہے۔

کھاروی علی بن عباس رضی اللہ عنہ : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خداوند و معلم بزرگوار علی بن ابی طالب (ع) را به یاد آوریم و در کمال ذی محنت و

خبر. (احرقه مسير: قه ۱۹۳۳)

مناصرت یہ ہے کہ جو جانور یا پتہ و شکار کر کے کھاتے ہیں، یا ان کی لڈا، مکھن، نجاست ہے، ان کا موبوت مستعاس کرنا حرام ہے، اگر ایسا نہیں ہے، (احوال ہے۔)

حرام جانوروں کی فہرست:

سُحْر، اُھیڑیا، میڈر، اُجی، اُتار، ہاتھی، بندر، پتا، فٹیر، شکر، بازار، چیل، گندھ، وغیرہ

حلال چانوروں کی فہرست:

کھانے، پینے، جینس، دھوشت، بکری، در، طوطا، مینا، غاغیتہ، چغیاء، شیر، مرغابی، کبوتر، نسل

گائے، مہرتا، بچہ، خرگوش وغیرہ۔

بچے اور سارس کا حکم:

ہنگے اور مدارس بھی حلال پرندوں میں سے ہے جنھیں لوگ مکھن خطہ جنسی کی وجہ سے ان کا گوشت استعمال نہیں کرتے، حالانکہ ہنگے اور مدارس نے شیوں سے شکار کرتے ہیں نہ ہی ان کی نڈر انھیں نجات سے لہذا ان کا گوشت استعمال کرنا حلال ہے۔

منکوڑا مکروہ تحریمی ہے:

مٹھوڑے کا گوشت حلال یا حرام اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک مفتی۔ قوس کے مطابق کرہ و تحریمی ہے۔ جبکہ عاصم بن اور امام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں

چونکہ کھوڑا گائے، بھینس، طاعل یا نوروز کے مشابہ ہے لہذا اس کا گوشت استعمال کرنا حلال ہے۔
باقی صحت حرمت یقیناً اس کے اندر کسی قسم کا اثر نہ ہوگا۔ یا اس کی قدر اگندہ کی ہو یا نہیں بلکہ چونکہ
کھوڑا قیامت تک کے لیے آج بہا ہے، اگر اس کے گوشت کے استعمال کو طاعل قرار دیا جائے تو
کھوڑے کی قلت پر جائے گی۔

وَلَيْسَ الْبَيْضُ بِرَوْحٍ وَنَحْلٍ وَبَعْدَهُمَا وَالْبَيْضُ رَحِمُهُمُ اللَّهُ
نَعْنَى نَحْلٍ وَقِيلَ إِنَّهَا حَبِيبَةٌ وَحَبِيبَةُ اللَّهِ تَعْلَمُ رَجَعَ عَنْ حَرَمَتِهِ فَبَيِّنَ
مَعَهُ ثَلَاثَةَ أَرْوَاحٍ عَلَيْهِ الْغَيْبُ عَمَّا بِهِ وَلَا رَأْسَ لَهَا عَنِ الْإِمَامِ
وَقَالَ الْعَلَامَةُ أَبُو هَانِئٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: (قَوْلُهُ وَبَعْدَهُ نَحْلٌ) وَمَعَهُ
مَكْرُومٌ ذِكْرُهُ نَسَبُهُ وَهُوَ ظَاهِرُ الْبُرُوقِ كَمَا فِي كَفَاةِ الْبَيْضِ وَهُوَ
أَصَحُّحٌ عَلَى مَا ذَكَرَهُ فَحَرِّ الْأَرْوَاحِ وَبَعْدَهُ سَائِرُ مَا فِي نَحْلٍ وَنَحْلٌ
كَبْرُهُ أَكْبَرُ مِنْ عَنِ الْحَبَابَةِ وَنَحْلُهُ بِهَذَا وَنَحْلُهُ وَنَحْلُهُ
وَفَصْلُهُمْ وَأَنْ يَمْلَأُوا وَغَيْرَهُمْ عَلَيْهِ الْمَعْنَى وَالْقَوْلُ بِالْمَعْنَى
عَنِ الْأَوَّلِ لَا يَحْلُفُ بِرَأْسِ الْإِمَامِ وَصَحْبِهِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ عَالِي دَلِيلِهِمَا
وَقَدْ قِيلَ مَا نَحْلٌ لَكُنْ مَعَ كَبْرِهِ الْعَرَبِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي تَرْغُوبَاتِي عَنْ
أَبِي هَانِئٍ قَالَ هُوَ وَنَحْلٌ فِي حَبْلِ الْوَرْدِ وَنَحْلٌ لَحْرٌ فَلَا تَوَكَّلْ
أَقُولُ (رَدُّ الْمَحْتَرَفِ: ٥٠٤)

وَقَالَ الْعَلَامَةُ مُحَمَّدٌ عَلَى الْقَضَائِي: مَا حَرَّمَ النَّحْلُ بِحَبْرِ
كُنْ نَحْلًا لِأَنَّهَا مِثْلُ الْأَنْعَامِ مِنَ الْإِنِّ وَالْعَنْفِ وَنَحْلٌ
تَعْلَفُ وَلَا تَكُنْ نَحْلًا أَوْ الْقَدْرُ كَمَا يَكُونُ الْحَبْرِ وَفَدَّ كَرْدُ
بَعْضُ مَفْقُهِدٍ كَلَّمَ نَحْلُ لَحْلٍ لِأَنَّهَا آتَةُ الْجِهَادِ فِي كُلِّ عَصْرِ
وَمَنْ كَلَّمَ نَحْلَ صَبِي لَحْلٍ عَلَيْهِ وَاسْمُ: "النَّحْلُ مَعْطُوفٌ عَلَى نَوَاصِيهَا
لِحَبْرِ" أَيْ بِهَذَا نَحْلًا لِأَنَّ كَرَامَةَ عَدَمِهِ لَيْسَ تَحْرِمُهَا وَاسْمُهَا
حَبْلِيَّةٌ أَوْ يَحْلُ نَحْلًا لَحْلٍ وَاسْمُهَا: "وَفِي الْإِلَاحِ الْمُحَافِظِينَ" أَيْ لَا
يَسْتَفِي عَنْهَا الْعَرَفَةُ فِي كُلِّ عَصْرِ وَرَحْمَتِ

وَمِنْهَا يَشْتَرِي حُلًّا كَتَبَ عَلَيْهِ سَلَامٌ . وَفِي الْمَدِينَةِ عَنِ
جَاهِلِيَّةٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ . أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَحْتَمِلُ
حَبِيرًا عَنِ نَحْوِ سِتِّينَ أَوْ ثَمَانِينَ . وَكَانَ فِي حَبِيرٍ .

و راجع مسئلہ: غنہ ۱۹۱۱

رسول اللہ ﷺ نے مائے خیر کے دن گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑے کے
گوشت کی اجازت دی۔

وَمِنْ رِوَايَةِ ابْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَنَّ رَسُولَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ النُّحَيْنَ . وَبَنَاتُهُ عَنِ نَحْوِ
الْحَمِيرِ . يَعْنِي سِتِّينَ أَوْ ثَمَانِينَ . (آخر حدیث احمدی: رقم ۱۷۹۳) فی "الاعتماد"
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گدھے کا گوشت کھلایا اور
گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

گھوڑے کے دودھ کا حکم:

گھوڑے کے گوشت کے استعمال کے بارے میں اکثر چہ فقہاء کے درمیان اختلاف ہے
لیکن دودھ کا استعمال حلال ہونے کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں، بلکہ یہ گائے کے دودھ کی
طرح حلال ہے، اس سے تیار کردہ گھی اور پیڑ وغیرہ بھی حلال ہے۔

گدھے کے گوشت کا حکم:

پالتو گدھے کا گوشت حرام ہے، البتہ جنگی گدھے جن کو زخمی کیا جائے ان کا گوشت حلال
ہے۔

قال العلامة المناوي:

الحمير التي تعبر مع الناس، هي الحلال والغري، ويركونها
ويحسبون عليها الانتقال، فقد جاء تحريم أكلها صريحاً في
الأحاديث الشريفة.

۱۔ روي مسلم وترمذي عن عبيد بن ربيعة عن أبي طالب رضي الله عنه
أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: "نهى عن شحم الحمير". أي

زواج المتعة - يوم خيبر ، وعن لحوم الحمر الإنسية *

(أخرجه مسلم : رقم : ۱۴۰۷ ، والترمذي رقم : ۱۷۹۴ في الأطعمة)

رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی فتح کے موقع پر متہ اور گدھے کے کا گوشت
کھانے سے منع فرمایا۔

۲۔ وروى مسلم عن عبد الله بن أبي أوفى رضى الله عنه أنه قال : " أصابتنا
مخاضة يوم خيبر ، ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وقد أصابنا للقوم حمرا
عازجة من المدينة ، يعني حمرا أهلية ، فنحن نأهأ ، فإن قدورنا لتغلي بها ، إذ نادى
منادى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن اكفثوا القدور - أي اقلوا ما فيها ورموه
ولا تطلعوا من لحوم الحمر شيئا !! وتحدثنا بينا فقلنا : حرمها الله " أي مطلقا
وأبدا ، (أخرجه مسلم في كتاب الصيد والذبائح رقم : ۱۹۳۷)

۳۔ وفي رواية أخرى لمسلم : " أمر رسول الله صلى الله عليه
وسلم أباه طلحة فنادى إن الله ورسوله ينهيانكم عن لحوم الحمر ،
فإنها رجس أو نجس " .

۴۔ وروى الترمذي عن أبي هريرة رضى الله عنه أنه قال : "
حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم خيبر ، كل ذي ناب من
السباع ، والمحممة - أي التي تكون هدفا للنبال - والحمار الإنسي "
أي الأهلي ، (أخرجه الترمذي رقم : ۱۷۹۵ في الأطعمة)

رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے دن ہر اس جانور کے گوشت کو حرام فرمایا جو کھلی کے دانت والا
ہو ، اور جس جانور کو نشانہ بنایا گیا ہو تیر اندازی کا اور پالتو گدھا کا گوشت
شجر کے گوشت کا حکم :

نچر گھوڑی سے پیدا ہوتا ہے اور شرعاً جانوروں کی نسل کا حکم یہ ہے کہ بچہ ماں کے تابع ہوتا
ہے ، لہذا یہ نچر بھی گھوڑی کے حکم میں داخل ہو کر اس کے گوشت کا استعمال بھی مکروہ تحریمی ہوگا۔
خنزیر کے گوشت کا حکم :

خنزیر کے گوشت از روئے قرآن و حدیث حرام ہے ، جس مسلمان کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت

پر ایمان ہر ان کی شان سے ہمیشہ سے کہ خنزیر جیسے جس جہلہ نے کسی بھی جزو سے استفادہ کرے۔ ان کے باوجود بعض لوگ غلوک و شبہات میں مبتلا رہتے ہیں اور اعتدالات کرتے ہیں ان سے ذیل میں ایک سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے جس میں شکوک سے بواہر مذکور ہیں۔

خنزیر کی حرمت میں فلسفہ:

سوال۔ جناب مفتی صاحب! یہاں جاپان میں عموماً خنزیر کا گوشت کھنایا جاتا ہے حتیٰ کہ بعض مسلمان جو کہ عرصہ وراثت سے یہاں مقیم ہیں وہ بھی استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کائے اور خنزیر کے گوشت میں کوئی فرق نہیں دونوں کا گوشت ایک ہی طرح کا ہے۔ یہ لہذا خنزیر کا گوشت کائے کے گوشت سے نہ بڑا ہوتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیے کہ اسلام میں خنزیر کا گوشت حرام قرار دینے کا کیا فلسفہ ہے؟

جواب۔ اسلامی نقطہ نظر سے کسی چیز کی صحت اور حرمت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اللہ تعالیٰ جس چیز کو حلال فرمادیں وہ حلال ہے، جیسا کہ جس کو حرام فرمادیں وہ حرام ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں کسی کو قیاس آرائی کی اجازت نہیں کہ وہ ادھر ادھر منفری و کبریٰ طائر کسی چیز پر حلال یا حرام ہونے کا حکم لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف حیوانات کی طرح کائے کو بھی حلال قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تَمَامَةُ اَرْوَاحٍ مِّنْ اَنْفُسِ اَنْبِیَآءٍ وَ مِّنْ اَمْعَازِ اَنْبِیَآءٍ مِّنْ اَمَلِ کَرَمٍ

حَرَامٌ اَمَّ الْاَنْبِیَآءِ وَ مِّنْ اَمْعَازِ اَنْبِیَآءٍ مِّنْ اَمَلِ کَرَمٍ اَمَّ الْاَنْبِیَآءِ ﴾

(سورۃ الاحقاف: ۲۸)

ترجمہ ”آٹھ ہزار واری یعنی بھیڑ میں دو قسم: دو بکری میں دو قسم، آپ ﷺ کہہ دیں کہ کیا اللہ نے ان دونوں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماردوں اور گائے میں دو قسم، آپ ﷺ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماردوں؟“

مشہور مفسر قرآن علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

ثم بیس اصناف الامعاء فی لحم الاول ذکوره واولادها وبنو

کنانہ وبنو نعلانی لم یحرّم شئ من ذلک ولا شئ من اولادھما

کا اہل و عترت وبنو نعلانی وبنو کنانہ وبنو نعلانی وبنو کنانہ وبنو کنانہ وبنو کنانہ

و حواء المنافع . (تفسیر اس کثیر ۸۴۰)

ترجمہ: "پھر اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی اقسام کو بیان کیا حتیٰ کہ اڈت اس کا تروادہ اور اسی طرح گائے بھی، ہے شک اللہ تعالیٰ نے ان میں سے دوران کی اولاد میں سے کسی کو بھی حرام نہیں کیا بلکہ یہ سارے کے سارے ہی آدم کے کھانے، سواری، پار برداری اور دودھ وغیرہ منافع کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔"

اس لیے گائے کے حلال ہونے میں شک کرنا صحیح نہیں اور خنزیر کو بعض حیوانات کی طرح حرام قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لَا أُعْجِبُ مَا لَوْ حَيَّ عَلَى مَعْرُوفٍ عَلَى طَاعِمٍ بِمَعْطَمَةٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَبْنًى لَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خنزِيرٍ فَإِنَّهُ رَجَسٌ أَوْ فِسْقًا ﴾

(سورۃ الانعام: یاد ۸)

ترجمہ: "آپ ﷺ فرمادیں کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں جو مجھ کو پہنچتی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھادے مگر یہ کہ وہ خنزیر مراد ہو یا بہتا ہو، خون یا گوشت، سار کا کہ وہ پاک اور ناجائز ہے۔"

اور اسی پر امت کا اجماع ہے، علامہ دیرمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خنزیر نجس الہین ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں۔"

(حیاب السیوان اردو: ۶۶/۲ قصصہ)

خنزیر کی حرمت پر قرآنی آیات، احادیث نبویہ، آثار صحابہ و تابعین اس کثرت سے وال ہیں کہ کسی بھی مسلمان کے لیجان کے ہوتے ہوئے اس کا کھانا حلال نہیں۔

شریعت جس چیز کو حرام کرتی ہے اس میں اس حکم کے علاوہ دیگر محرمات بھی ہوتے ہیں جو اتنی بدلتی ہیں کہ اخلاق کے لیے صحیح نہیں ہوتے، چنانچہ سیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ خنزیر کی حرمت کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ اس بات کا کہ کس کو حکم نہیں کہ یہ جانور اقل درجہ کا نجاست خور، ہے غیرت اور دھوٹ ہے۔ اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ ایسے پلید اور برے جانور کے گوشت کا اثر (انسانی) بدن اور دماغ پر بھی پلیدی ہوگا کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ کتہ اڈوں کا اثر بھی

انسان کی روح پر ضرر ہوتا ہے، پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد جانور کے گوشت کا اثر بھی برا ہی ہوگا، جیسا کہ یونانی طبیعوں نے اسلام سے پہلے بھی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصہ دنیا کی قوت کو کم کر دیتا ہے اور دینی کو بڑھاتا ہے، پس جب کہ یہ امر مسلم ہے کہ تغیر بدن و تغیر اخلاق کے اسباب میں سے زیادہ ترقوی سبب غذا ہے، لہذا ایسے جانور کا گوشت کھانے سے شریعت اسلامیہ نے منع فرماد :-

2- خنزیر یعنی خوک نجاست کی طرف بہت زیادہ مائل ہے خصوصاً انسان کا فضلہ یعنی براز اس کی خوراک ہے اس کا گوشت اسی نجاست سے پیدا ہوتا ہے، پس اس کا گوشت کھانا گویا اپنی نجاست کھانا ہے۔

3- صاحب مخزن الادویہ فساد گوشت خوک (خنزیر) اور اس کی حرمت کی تیرہ وجوہ ذیل میں تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جانور کا گوشت فطرت انسانی کے برخلاف ہے، وہ لکھتے ہیں کہ :-

”گوشت خوک موارنط غلیظہ است و مورث حرص شدید و صداع مزمن، دوداؤ الغیل، واد جاع الغلغل و فساد عقل و زوال، مروت و غیرت و حمیت و باعث فحش است و اکثرے از فرق غیر اسلامی آں را می خوردند و قبل از ظہور نور اسلام گوشت آں را در بازار ہای فروختند و بعد ازاں در مذہب اسلام حرام و بیع آں ممنوع و موقوف گردید بسیار کثیف و بدبویست است۔“

(احکام اسلام عقل کسی لفظ میں : ۲۰۴)

4- سور کا گوشت ایک بیماری کا باعث بنتا ہے جو کہ آنکھوں کی ایک بیماری ہے اور اس کا نام ہرکن اوس ہے جو کہ صحرائی آب و ہوا میں بہت جلد اثر کرتی ہے۔

باقی رہا مسئلہ گائے وغیرہ کا تو مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں :

1- یہ سارے جانور دراصل مزاج انسانی کے موافق اور سحرے و معتدل المزاج ہوتے ہیں اس لیے حلال ٹھہرائے گئے ہیں اور ان جانوروں کو خدا تعالیٰ نے بہتہ الانعام فرمایا ہے اور اسی توافق و اعتدال کے سبب دنیا میں زیادہ تر انہیں جانوروں کا گوشت بنی آدم استعمال کرتے ہیں، فطرت انسانی اس امر کی متقاضی ہے کہ جیسا کہ بنی آدم کی خوراک کا کچھ حصہ نباتات سے ہوتا ہے ایسا ہی کچھ حصہ اس کا حیوانات سے ہو اور اس کی خوراک کے لیے حیوانات بھی وہ مقرر ہونے

منا سب تھے یوں کہ مرنے والے کو حق یوں لہذا اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔

2. جبکہ انسان جامع جال و جمال ہے تو اس کی خوراک میں بھی جال و جمال دونوں کا ہونا سبب تھا۔ لہذا انسان کی خوراک کے لیے وہ جانور مقرر ہوئے جن میں جال و جمال ہر دو صفات موجود ہیں۔ وہ سب خانہ اسلام غفلت کی عمر میں (۲۰۷۰) مزید تفصیل کے لیے "حیات النبیون" از علامہ امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف مراجعت کریں۔ مسلمان کے لیے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا حکم کافی ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ سنابل ۴۵/۶۷)

علامہ صابونی صاحب خزیرہ کے گوشت حرام ہونے کی غلطی تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،
ومن جهة الاخرى فبان من خصائص الحزير وطباعه، عدم
الفيرة على انثاه، ومن اكل لحمة، اصابه من طباعه، ونفق الفيرة التي
هي من اكبر السمرايا الانسانية، والشاهد على ذلك حال الشعوب
الاوروبية والاميركية، الذين يسيحون اكله ومن يفلتههم وينطعم
بطباعهم.

یعنی خزیرہ کی خاصیت اور طبیعت یہ ہے کہ اس کو اپنی مادہ پر غیرت نہیں آتی لہذا جو شخص خزیرہ کا گوشت استعمال کرے گا وہ بھی ضرور بے غیرت بن جائے گا، کیونکہ انسان جو خدا استعمال کرتا ہے اس کا اثر اس کی طبیعت پر پڑتا ہے، اسی پر یورپ، امریکہ اور دیگر غیر مسلم خزیرہ خور اقوام کے حالات شاہد ہیں، اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ خزیرہ کے کسی بھی جز کو استعمال کرنے سے احتساب کریں۔

فبانهم لا يعمرون للفيرة معنى، ولا للشرف قيمة، بل يعبون
الخيور، ويحمنون غربا، ويقملون، إنه العبرة هي خلق المرجعين، ولا
نفس الإنسان المتحضر، لذلك فوبهم يروى روحانهم وبنانهم في
احضان سفجار والغسق، يراقصن من بشأن من الرجال، وربما
وصل الحال بهن إلى الممارسة الجنسية، ولا يتحرك عندهم ساكن
ولا فيرة على العرض والشرف، ولعمرك طلق إن هذه لهي المحاهلة

الکبریٰ "بجاہلیۃ لغزوہ العتبریہ" النبی تسبیحہ علیہ السلام من الکربۃ ،
والمسحابۃ الخصالہ تسبیحہ ، لا تکرانہ بالاسانۃ ، لا یفقد المبروء ،
والشراف !!

نہ (گوہ) کے استعمال کا حکم:

نہب جس کو قادری میں سہارنورد اور زبان میں گوہ کیا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کے
استعمال سے منع فرمایا ہے اس لیے اس کا استعمال کرنا تحریمی ہے البتہ دوسرے اشخاص کی حالت کے
قابل ہیں ، ان کا مسئلہ بھی بعض اہل دین سہارہ ہیں جو گوہ کی حالت پر دال ہیں لیکن اختلاف
فرماتے ہیں۔ جب کسی مسد میں صحت حرمت کا اندازہ ہو جائے تو حرمت کو ترجیح دیتی ہے لہذا
حرمت دینی اور دیندارانہ ہوں گی۔

قال العلامة الشافعی حفظہ اللہ : براح ما کل لحم الصید ، وهذا
رأي جمهور الفقهاء ، وكرهه بعض الفقهاء ، لأن النبي صلى الله
عليه وسلم عاقبه ولم يأكل منه ، ولو كان طيباً لأكله ، وحججه في
كراهية أكله ما رووه عن عائشة رضي الله عنها : "أن النبي صلى الله
عليه وسلم لم يأكل من شيء فاستنع عن أكله" (آخره أصحاب
النس)

حضرت ماثر بنی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو "نہب" گوہ کھانے
کے لیے پیش کیا گیا آپ ﷺ نے کھانے سے انکار فرمایا۔

وفي رواية عن أبي الزبير قال : سألت حابر أبا عبد الله عقال :
"لا تطعموه - أي لا تأكلوه - وفنوه" وقال عبد بن الخطاب إن
النبي صلى الله عليه وسلم لم يأكل من شيء (آخره مسلم رقم ۱۹۵۰)
في كتاب الصيد (وأما حجة الجمهور الذين أباحوا أكله فهو ما
رواه مسلم في صحيحه عن ابن عباس "أن عمار بن الوائلي الذي
يعمل له سبع لله - أخره ، أنه دخل مع رسول الله صلى الله عليه
وسلم على ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم وهي غالة من

[illegible]

فارجع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده، فقال: جئت من
النبيذ: ثم ردت يده، وصلى الله!! قل: لا، إنكم لا يمكن بأرض
فدعي، وإلا فسي أتعجه!!

والحدّ الآخر به فأنّك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم
 ينظر - علم بهي "

(هر چه رسد به من در این باره ، به شما می نویسم)

فَقِيلَ لِرَسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ بِحَرَامٍ عَلَيْهِ وَاصْبِرْ
صَرِيحًا، عَنِ ابْنِ كَثِيرٍ، أَنَّكَ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَعَثَ
عَلَيْهِ رَسُولًا، لَمْ يَكُنْ تَعْلَمُهُ أَفْبَحَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَلَفَهُ بَعَثَ،
وَلَمْ يَحْرِمَهُ، وَقِيلَ مَنْ أَكَلَهُ وَلَمْ يَكُنْ بِهِ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَنَهَاهُ عَنْ أَكَلِهِ.
وَأُخْرَجَ فِيهِ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذَا، فَقَالَ: "لَا أَكَلَهُ، وَلَا أَجْرَهُ".

[illegible]

وَقَالَ لِعَلَّاهُ اسْمُكَ أَسَى رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى . وَبَخَّرَهُ أَكْلَ الصَّع

والنحل، والنسلحفاة، والربور، والنحشرات كلها

(ہدایہ ۲۱۰/۵ کتاب النہایح)

حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) کا حکم:

کیڑے مکوڑے جتنے قسم کے ہیں چونکہ ان کا حصول انسان صحت کے لیے ضروری ہے، اس لیے ان کا تناول حرام ہے جیسے، سب، انچوا، چوہ، مینڈک، سانپ، بچھو، چھچھکی، ممولہ، تولد اور دیگر زمین پر پھنے والے دیگر چھوٹے بڑے کیڑے مکوڑے، اچانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحَرَّمَ عَلَيْهِمُ الطَّيَّاتِ وَبَحَرَّمَ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾

قال ابن جریر الجصاص: ذکر افعیٰ عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال حبة من الخبائث: فسمیہ حکم التحريم بقوله نعلانی، ﴿وَحَرَّمَ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ والقفذ من حشرات الارض، وكل ما كان من حشراتھا فهو محرم لسانا علیہ.

(الاسکام الثمراہ، الامام الجصاص: ۲۱/۲)

ابو کریم صامی و مراد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نقد (سیر) کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: خبائث میں سے ایک حیثیت ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَرَّمَ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ میں داخل ہے۔

موذی جانوروں کو قتل کرنے کا حکم:

بعض جانور یا جنگلی موذی ہوتے ہیں ان کو قتل کرنے کی ہر وقت اجازت ہے۔

كسائر ذواتہ عن ابن عباس وعبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
و غیرہما: خمس من الفواسق يقتلن فی الحرب، الحرم، الغراب،
والحدأة، والعقرب، والعارف، والکف، العقور.

(الحدیث، معجم البحاری، رقم: ۹۲۶، و مسلم، رقم: ۶۹، و الترمذی، رقم: ۸۳۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ قسم کے حیوانات ایذا پہنچانے والے ہیں ان کو حرام میں اور
حرم کے باہر ہر جگہ قتل کیا جاسکے گا،

۱. کوا، ۲. چیل، ۳. بچھو، ۴. چوہ، ۵. ہڈک

کو اُکھانے کا حکم:

کوئے کو عربی میں "غراب" کہا جاتا ہے، فقہاء کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں

1- بعض کوئے ایسے ہوتے ہیں جو صرف مردار اور نجس چیزیں کھاتے ہیں اور اب (کوئے) کی یہ قسم حرام ہے۔

2- دوسری قسم کے کوئے وہ ہیں جو کھانے میں صرف دانے (یا کیزہ پزیر) استعمال کرتے ہیں مردار نجس کھاتے ان کا کھانا حلال ہے۔

3- کوئوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جس کی خوراک حرام اور حلال سے مراد ہوتی ہے، یعنی مردار بھی کھا لیتے ہیں اور پاکیزہ چیزیں بھی قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ اور چچہ اس کی کراہت کے متعلق ہیں لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے، فتویٰ آپ رحمہ اللہ ہی کے قول پر ہے۔

لما قال العلامة فخر الدين عثمان بن عابى الربيعي رحمه الله :

والغراب ثلاثة انواع يأكل الحبيب فإنه لا يؤكل ويوع

بأكل الحب فقط فإنه يؤكل ويوع ويحفظ بسهم وهو أيضاً يؤكل

عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى وهو العقول لانه كند حاج وعى

اسي يوسف رحمه الله تعالى انه يكره لان غالب ما ياكله الحبيب

والأول صحيح . انتهى . (نيسب، المعاني ٥/ ٢٩٥ كتاب ابدان)

قال العلامة اس علام رحمہ اللہ : واللہ تعالیٰ : وفي الذخيرة واما

الغراب الابقع والاسود فهم انواع ثلاثة نوع يتخط الحبيب ولا يأكل

الحبيب وانه لا يكره ويوع منه لا يأكل الا الحبيب ويكره ويوع

يخط الحبيب بالحبيب يأكل الحبيب مرة والحبيب لا يرى وانه غير

مكره عند ابي حنيفة وعند ابي يوسف رحمه الله تعالى يكره

الغراب وهو غراب القبط ويكون ضحماً والراحمين . (فتح

المغیر ٨/ ٢١٩)

کیز انگ ہوا پھل یا اناج کھانا:

سوال: جس پھل میں کیز انگ سوس کا کھانا کیسا ہے؟ نفع لمفتی والساہل سے بفرض صدقہ ایک سوس اور جواب ہمیش خدمت ہے

الاستفسار: هل يحسن كلة النود التي تكون في مفتاح وغيره

۴۴۰

الاستبشار: نعم لتعسر الاحتراز منه واما اذا فردت واكملت فحكمها حكم لذهب كذا في مطالب المؤمنين، (نفع المفتي والساہل: ص ۱۶۰) بنو نوحروا

جواب: کیز انگال کر پھل کھانا سلاں ہے، کیونکہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ نفع لمفتی والساہل کا جواب صحیح نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا بأس بدود الزبور
فہل ان یضع فیہ الروح لان مالاً روح لا یسبی مینہ عانیہ وغیرھا
قال ط ویؤخذ منه ان اكل الحین او الغل او النمار کالتبق بسودہ لا
یحوز ان یضع فیہ الروح. (رد المحتار: ۵/۱۹۴)

جیلی کی تحقیق:

سوال: ذیل روٹی پر جیلی لگا کر کھاتے ہیں، بعض لوگ اس کو آجائز کہتے ہیں کیونکہ یہ جانور کی کھال اور ہڈی سے بنتی ہے، آپ کی تحقیق کیا ہے؟ بیٹا تو جود۔
جواب: اولاً جیلی کا ہڈی اور کھال سے بنایا جانا ضروری نہیں، درختوں کے پھلوں وغیرہ سے بھی بنایا جاتی ہے۔

۲۔ نیا اگر کھال وغیرہ سے بنائی گئی ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہ کھال سرواڑی کی ہو، حال ذبیحہ کی کھالیں غائب ہیں۔

۳۔ جیلی کی صنعت میں تبدیل مابیت کا احتمال بھی ہے، اس صورت میں حرام جانور کی کھال سے بنی ہوئی جیلی بھی حلال ہے۔

زیادہ تجسس اور کھود کر یہ کرنا اور اچھاننا اس دواہام کی بناء پر احتراز کرنا دین میں قیوت و کلاہ ہوئے

کی وجہ سے منوع ہے اور بلاد کلیل شرعی حرمت کا قلم لگا دین میں زیادتی اور تکریف ہے۔

(مناہجہ: اربعین نصاریٰ)

چائے میں کھمی کرنا:

سوال کرم چائے میں کھمی کر بے تو اس کو غوطہ دے کر پئے چٹا حلال ہے یا حرام؟
 کے متعدد ذیل جزئیہ سے طلع معلوم ہوتی ہے۔

و معنی اعلیٰ و اعصی و وجہ الاستدلال به ان الطعام قد يكون
 حاراً قیوت بالقیمس فیه فلو کذلک یفسدہ لہذا امر النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم لیکون شفاء لنا إذا اکلناہ . (البحر الرائق: ۸۸/۱)

جواب: کھمی دوسرے حشرات الارض کی طرح حرام ہے، اگر کھنے کے چنے کی کوئی چیز اتنی کرم
 ہو کہ کھمی کے اجزاء اس میں مل ہو جائے یا اس کا عرق شامل ہو جائے کا ظن غالب ہو جائے تو
 حشرات فقہاء کو اس پر ہم اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق اس کا استعمال حرام ہوگا۔

جزئیہ بحراں صحت پر رکھوں ہے کہ کھمی کے اجزاء یا عرق کے اشتقاق کا ظن غالب نہ ہو۔
 چونکہ حشرات الارض کی حرمت کی اصل طلع احتیاط سے قرینہ تکلیف مقدار میں پائی جاتی
 ہے، طعام و شراب کثیر مقدار میں ہو تو یہ طلع نہیں پائی جاتی، لہذا بڑی دیک میں کھمی کر جائے تو اس
 کا استعمال جائز ہے، نیز اگر حشرات الارض وغیرہ غرضی چیز میں کھمی کر جائے تب بھی کھمی نکال کر
 پھینک دی جائے اس کے بعد شرب کا استعمال جائز ہے۔

قال الإمام بن الہمام رحمہ اللہ نعنی: روي عن محمد رحمہ
 اللہ تعالیٰ إذا شئت الضفدع فی الماء کرهت شربه لا للنجاسة بل
 لحرمة لحمه و قد صارت اجزاء وہی و هنا نصریح، أن کراهة شربه
 تحریمہ وہ صرح فی التحنيس فقال حرم شربه .

(فتح المفیر: ۵۸/۶)

و کذا قال العلامة ابن دجیم رحمہ اللہ تعالیٰ .

(البحر الرائق: ۸۹/۶)

وقال أيضاً: واعلم ان کل ما لا یفسد الماء لا یفسد غیر الماء

وهو الاصح كذا في المحيط والنسفة والاشبه بالفقه كذا في
البلدائع لكن يحرم اكل هذه الحيور امام الحاكم كورثه ما عدا حصيل
الغیر الطافی لفساد الغذاء وخلطه منفسحاً او غیره وقد قدمنا عن
الحنبل (البحر الرقی ۹۰/۱) - (احسن العناوین بتغیر یسر)

جلالہ (نجاست خور جانور) کا حکم:

بعض جانوروں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ نجاست کھاتے ہیں، یعنی ان کی غذا کا اکثر حصہ
مکدگی ہوتی ہے، جس سے ان کے گوشت میں پویا ہوا جاتی ہے، ایسے جانوروں کے گوشت کھانا
مکروہ ہے، لہذا فقہاء کرام نے جواز کا یہ طریقہ ذکر فرمایا ہے کہ ایسے جانور کو ذبح سے پہلے مناسب
دست کے لیے بند کر کے پاکیزہ غذا چارہ کھلایا جائے وہ مدت جس کا گئے پچیس، اونٹ کے لیے
دس دن ہے، بکری وغیرہ کے لیے چار دن، مرغی کے لیے تین دن ہے۔ اس مدت میں صاف ہند
استعمال کرنے کی وجہ سے گوشت پاکیزہ ہو جائے گا لہذا کراہت بھی ختم ہو جائے گی۔

قال لعنه الله: نزول فکرمه سبعة ايام، وعلفها عشرة ايام، في

الابل والبقر، ولقومه ايام في الشياه والاعنام، ثلاثة ايام في الدجاج

(شرح المختار، ۱۷۶/۵۰)

وحجتهم في كراهية اكلها ما رواه الترمذي عن ابن عمر رضي

الله تعالیٰ عنہ قال: "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم

الحلاله والبلانها،" (أخرجه الترمذي رقم ۱۸۲۴ باب ما جاء في

أكل حريم الحلاله والبلانها)

ابن عمر روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جلالہ کے گوشت کھانے اور

دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

وهذا نهی کراهية لا نهی تحریم۔

وروي أيضاً عن ابن عباس رضي الله عنه: "أن النبي صلى الله

عليه وسلم نهى عن المشقة، ولبن الحلاله، وعن مشرب من في -

أي هم - السقاء.

(آخر حد انرمڈی رقبہ ۵۸۸۰۰ اداق ہے خدا سہولے صدمہ ہے)

[illegible][illegible]

جانوروں میں سات چیزیں حرام ہیں:

عظالم جاوړون كې خورسات چټي نېټې هم دي

- 1- بیتا خون 2- لڑکے پر شائبہ
- 3- قصص تین (کپورے) 4- میوٹن پر شائبہ
- 5- نھور 6- مٹانے 7- بے

قال في الهدية : وما بيننا ما يعرفه كنه سرنا . نحيون سمعه
 بدم السيلويج والمكرور لا تقيح ، والنقل والعدو العاديه . وانضم به
 كداعي الداء . (ع : انجليز) . ٥٩ : ٥٩

سمندری چالوروں کا حکم:

مندوبی جانوروں میں سے صرف پھلی ہی ایسا جو حور ہے کہ اس کے گوشت و حلاں اپنی نچوڑ قرار دیتے اس کے حلال ہونے کے لیے ذبح کی ضرورت نہیں۔

نفسه عليه السلام : أحببت ما مباحا ، وكرهت ما حراما ، فاصبر وأحذر ، وإياك أودع ، فكن كذا وكذا .

[حرج من صاعقه فاعلم ان ٢٧٠٠ رطله = حاد و شامی]

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے لیے (یعنی امت محمدیہ ﷺ کے لیے) دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں مردار تو مچھلی اور نڈی ہے، اور دو خون بکرا اور بکھی ہے۔

سندری جانوروں میں سے صرف مچھلی ہی حلال ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور جانور بھی حلال ہے؟ اس میں فقہاء کرام کے آپس میں کچھ اختلاف ہیں،

تفصیل کے لیے استاذ محترم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کی ایک تحریر پیش خدمت ہے جو انہوں نے حدیث مذکورہ کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے:

”یہاں پر کئی مسائل بحث طلب ہیں، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سمندر کے کون کون سے جانور حلال اور کونسے حرام ہیں؟ امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ خنزیر، بکری کے سوا تمام مائی جانور حلال ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ مکہ (مچھلی) کے علاوہ تمام جانور حرام ہیں اور مکہ طائی بھی حلال سے مستثنیٰ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے اس بارے میں چار اقوال منقول ہیں:

- 1- حنیفہ کے مطابق
- 2- جتنے جانور خشکی میں حلال ہیں ان کی نظیریں سمندر میں بھی حلال ہیں اور جو خشکی میں حرام ہیں وہ سمندر میں بھی حرام ہیں، مثلاً بقر، بکری (دریائے گائے) حلال اور کلب، بکری (کتا) حرام ہے اور جس بکری جانور کی خشکی میں نظیر نہ ہو تو وہ حلال ہے۔
- 3- ضفدع، جمساج، سلخفا، کلب، بکری اور خنزیر، بکری حرام ہیں، باقی تمام جانور حلال ہیں۔

- 4- ضفدع (یعنی مینڈک) کے سوا تمام بکری جانور حلال ہیں۔
- علامہ نووی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اس آخری قول کو ترجیح دے کر اسے شافعیہ کا فقہی بقول قرار دیا ہے۔

وقال بعض الفقهاء ومن ابى ليلى افه يحل اكل ما سوى السمك، من الضفدع، والسرطان، وحب الماء، وکلبه وخنزيره ونحو ذلك لكن بالذكاة وهو قول الليث بن سعد الاقي انسان الماء وخنزيره فانه لا يحل (بذل المحمود: ٥٤/١)

مالکیہ اور شافعیہ کے واکل یہ ہیں۔

۱۔ ﴿واحل لکم صید البحر و طعامہ﴾ اس آیت قرآنی میں لفظ "صید" عام ہے، اس لیے ہر جانور حلال ہوگا۔

۲۔ ترمذی کی حدیث باب میں "انحل بہ" کے الفاظ ہر صیغہ ہمارے کی صحت بیان کر رہے ہیں۔

۳۔ حدیث العمور سے بھی مالکیہ اور شوافع کا استدلال ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم ایک عمرہ و راز تک ایک سمندری جانور کھاتے رہے، جس کا نام حیر تھا۔ باب خروۃ صیف البحر میں بخاری کی اس روایت میں الفاظ یہ ہیں:

"فما نقی لنا البحر دامة يقال له العنبر فاكلنا منه نضرب شهر الخ."

اس روایت میں لفظ دامة بتلار ہے کہ وہ جانور پھلی کے علاوہ اور کوئی چیز تھی۔

پھر امام، کتب و رسائل میں قرآنی ﴿واحل لکم البحر﴾ کے عموم کی وجہ سے خنزیر، بکری کو حلال سے مستثنیٰ کر رہتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ ان دیتے انہی من کتلہ صفرع کی بناء پر صفرع کو حلال سے مستثنیٰ کر لیتے ہیں۔

ان کے مقابلہ میں حنفیہ کے واکل یہ ہیں:

۱۔ "و یحرم علیہم الخبائث" علامہ بھی رحمہ اللہ نے اسی آیت قرآنی سے مسئلہ

حنفیہ پر استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ خبائث سے مراد وہ مخلوقات ہیں جن سے طبیعت انسان کی تمکن کرتی ہو، اور پھلی کے علاوہ سمندر کے دوسرے تمام جانور ایسے ہیں جن سے طبیعت تمکن کرتی ہے لہذا سمک کے علاوہ دوسرے دریائی جانور خبائث میں داخل ہوں گے۔

۲۔ ﴿حرمت علیکم العینہ﴾ اس سے معلوم ہوگا کہ ہر صیغہ حرام ہے سوائے اس صیغہ کے جس کی تخصیص دلیل شرعی سے ثابت ہوگی ہو۔

۳۔ ابو داؤد و ابن ماجہ و ترمذی و غیرہ میں مشہور مرفوع روایت ہے

"عن عبد اللہ بن عمر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

احل لکم ما بین السماء و الارض ما بین الخبائث و البحار و اما الدمان

فالحکد و الطحجال (نفظہ لابن ماجہ : ۶۳۸، اب الکد و الطحجال)

وحدہ احسن جہاز (محافظ) کی ملکیت جس پر وہ تمام معنویات
و صحیح المعنویات احسن جہاز (محافظ) کی ملکیت میں عین عین
اختصاصی، بالخصوص اس معنویات (محافظ) کی ملکیت میں عین عین
مرتبہ وہی ہے۔ یہ نکلنے سے صحیح المعنویات میں بالخصوص (محافظ) کی ملکیت میں عین عین
(محافظ) کی ملکیت میں عین عین (محافظ) کی ملکیت میں عین عین

یہاں استدلال جہاز (محافظ) کی ملکیت میں عین عین (محافظ) کی ملکیت میں عین عین
تقاضی کے وقت استدلال جہاز (محافظ) کی ملکیت میں عین عین (محافظ) کی ملکیت میں عین عین
سے یہ بات سالہ ظاہر ہے کہ یہ یعنی وہ جو نور جن میں وہ نہیں ہوگا۔ اس کی صرف وہ نہیں
حاصل ہیں وہ جو نور جن میں وہ نہیں ہوگا۔ اس کی صرف وہ نہیں
داخل نہیں ہوں گے وہ جن میں

4. سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان حضرات مشیرین چوٹی کی بات جیسے کہ آپ سے
اور آپ کی طرف سے بعد صحابہ کرام سے ایک مرتبہ بھی ملک کے علاوہ کسی اور کوئی جہاز نکالنا
حاجت نہیں، اور یہ جاننا کہ آپ کی طرف سے جو نور جن میں وہ نہیں ہوگا۔ اس کی صرف وہ نہیں
تبادل فرماتے "بذلیمہ نفس"

و بالمشافہہ و بالمشافہہ کا یہ آیت قرآنی ہے: "و بالمشافہہ و بالمشافہہ" کا یہ آیت قرآنی ہے:
جو یہ تو یہ ہے کہ کہ اس سے خود شوافع کا استدلال اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ حید کو حید کے معنی
پیدا کیا جائے اور اضافت کو استغراق کے لیے لیا جائے، مگر ان کے صدر کو ہم مفعول کے معنی میں لینا
محاذ ہے اور ہر ضرورت نماز کی طرف رہی ہوگی کی حاجت نہیں، اسی لیے اصناف اس بات کے قائل
ہیں کہ یہاں لفظ حید اپنے حقیقی یعنی مصدری معنی پر ہی مفعول ہے اور سیاق بھی اس پر شاہد ہے،
کیونکہ ذکر سن العمل کا محل رہا ہے جو حرم کے لیے جہاز کا ترجمہ ہے، لہذا یہاں لفظ حید صرف
یہ تھا: ہے کہ سند میں شک نہ کرنا جائز ہے اس سے کھانے کی حالت ثابت نہیں ہوتی۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر پانچوں یہاں پر حید مصدری کے معنی میں نہ تو ہر کی طرف
اس کی اضافت و استغراق کے لیے نہیں ہے، بلکہ حید خدشہ کے لیے ہوگی، لہذا ایک مخصوص حکم
یعنی چھوٹے مراد ہے جس کا حلال ہونا دوسرے لوگوں کی روٹی میں حیرت ہو چکا ہے، یا ایسا ہی ہے

ہیئتہ " سرور علیہ السلام " سے روایت ہے کہ " اس اختلاف با اتفاق مجدد نے لیے ہے۔
 جہاں تک حدیث باب سے ثابت "درمانہ" کے اشتداد کی کوافق ہے اس "ایک جواب تو
 وہی ہے کہ یہ میں اختلاف اشتقاق سے لیے نہیں بلکہ مبدعانی سے لیے ہے "۔ مجدد اس سے
 لہذا اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے۔ استدلال کے وخصوص سے حال میں میں نے ہمارے میں
 حالت کی اصل آؤکل ہے اور وہ "سنت" ہے۔

اس حدیث کا یہ جواب حضرت شیخ ابنہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ اگر اختلاف کو
 اشتقاق کے لیے ہی مانا جائے تو اصل سے مراد یہاں علل ہونا نہیں بلکہ ظاہر ہونا ہے اور لفظ اصل
 کما عرب میں بشرات ظاہر ہونے کی معنی میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ بخاری کی ایک مشہور
 حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں

"حتى سمعنا من قوم من أهل مكة فبينا نبلغ مكة فحدثنا خبره

المحذوز في صحيحه ۲۶۸/۱ فی آخر کتاب السويع عن ابن

مائل نحب باب هل مسافر بالخارجة قبل أن يستريح

اس حدیث میں لفظ "حلت" بالفتح "طہرت" کے معنی میں ہے اسی طرح حدیث باب میں
 لفظ "حل" الخبر کے معنی میں ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مسافر کو کم طہرہ سے چما
 آتا ہے، نہ کہ کراہی وہ طہرہ تھا کہ مسافر میں کرنے والا جو نور پاک ہو جاتا ہے۔ ان شب کو ختم
 کرنے کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ منہ کا منہ حار ہوتا ہے۔

ترغیب و ترغیب کا یہ اشتداد حدیث السنن سے تھا۔ ان کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی
 ایک روایت میں اس حدیث کے بعد "والتسعة عشرة من رمضان" کے الفاظ آئے ہیں اس
 سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری روایت میں وہاں سے مراد بھی موت ہے۔ صحیح بخاری کی روایات میں
 "الحب" اور "المراد" دونوں طرح کے الفاظ آئے ہیں۔ (ان کتاب السنن ص ۲۶۲)

مسکوطانی:

یہاں اگر اس مسئلہ مسکوطانی کی حلت و حرمت کا ہے۔ طہانی اس پھیل کو کہتے ہیں جو پانی میں
 بغیر کسی خارجی وجہ کے طبعی موت سے مراد ہوتی ہو، اور عداوت یعنی اسما ناک۔ امام تافہی و امام
 احمد رحمہ اللہ انہی پھیل کو اول کہتے ہیں۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کی حرمت کے قائل ہیں۔

یہ ہی مسلک ہے حضرت علی، امین عباس، جابر رضی اللہ عنہ، سہیل، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبید بن جحش، جابر بن عبد اللہ کا ہے۔

اس ۱۳ویں کا ایک استدلال حدیث باب سے ہے کہ ”الکحل مینہ“ سے غیر مذکور مراد لیتے ہیں اور حدیث میں اس کی حلت کا حکم دیا گیا ہے ان کا دوسرا استدلال حدیث غیر سے ہے کہ وہ صحابہ کرام کو مرنے والی تھی، اس کے باوجود وہ اسے نصف ہاتھ کھاتے رہے، تیسرا استدلال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک اثر سے ہے جو سنن بیہقی، اور دلائل میں حضرت امین عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (کنز العمال، معارف السنن: ۲۵۷/۱) اس اثر میں مسک طائی کو حلال قرار دیا گیا ہے۔

حنفیہ کا استدلال ابوہریرہ اور امین علیہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے:

”قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ألقى طبعه أو حزره عنه فكلوه وما مات فيه وطفلا ملاً تأكلوه“.

(مکتب الاطعمه، ۵۳۴/۲، باب اكل مسك الطائفي)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو سمندر نے بارہ ڈال دیا یا جس سے پانی خشک ہو گیا اس کو کھاؤ، اور جرابانی میں سر کرانی ہو گئی ہے اس کو مت کھاؤ۔

امام ابو داؤد نے یہ روایت مرفوعہ موقوفہ دونوں طرح روایت کی ہے، پھر طریق موقوف کو صحیح قرار دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرفوع روایت بھی تمام تر ثبات سے مروی ہے اور فقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اس لیے اس کو مرفوع ماننے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر موقوف طریق کو صحیح مانیں تب بھی چونکہ مسئلہ غیر مدہک یا قیاس ہے اس لیے یہ حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہوگی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں، کیونکہ ضعف کی وجہ امین سلیم کا ضعف بیان کی ہے (کنز العمال، معارف السنن: ۲۶۱/۱) حالانکہ امین سلیم صحیحین کے راوی ہیں، لہذا ان کی یہ تصدیق درست نہیں، امین الجوزی رحمہ اللہ نے مرفوع کو اس میں، بن امیہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے حالانکہ ان کو مخالفاً لہا ہے۔ یہ اسامیل بن امیہ ابوہریرہ نہیں جو ضعیف ہیں، بلکہ اسامیل بن امیہ قرشی اموی ہیں، جو ثقہ ہیں مسئلہ حنفیہ کی تائید آیت



قرآن کا جواب خدا کے پاس ہے۔ ” (جہاں سے آپؐ کی صحت میں نہ پانچ نہیں۔

بلکہ ”ما جہاں سے“۔ ”تو یہاں تو“۔ ”نہاں سے“۔ ”میں صحت سے نہیں مر رہا ہے اور صحت کی مستقل مدد کو ہمارے حلقہ میں ہے۔“ اور یوں تو آپؐ کے صحت صحتی میں سے تھی۔ ”اب بھی کچھ جدید نہیں یا پھر بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ”جہاں سے“ مرے ہوساں نہیں جہاں سے۔

صحت خیر کا جواب یہ کہ میں نے طاعتی ہونے کی قطع نہیں ہے، طاعتی صحت اس محلی کہہ سکتے ہیں جو کسی خارجی صحت کہہ سکتے ہیں، وہاں سے مر رہا ہے اور طاعتی صحت ہے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی محلی کسی خارجی صحت کی وجہ سے مثلاً شدت حرارت یا تعدد بردہ سے و جہاں سے انسان سے پانچاں سے یہ پانچاں کوئی ہے، اور یہ پانچاں کی وجہ سے مر جائے تو وہ طاعتی صحت ہے اور اس کا کھانا طلال ہوتا ہے اور یہ پانچاں بھی طاعتی ہے کہ وہ پانچاں پانی سے چھوڑ کر چلے جانے کی بناء پر مری تھی، لہذا اس کی حالت مکمل طاعتی نہیں۔

اب صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اثر رہ جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کو اس میں شدید خطر ہے اور اسے اگر باغرض اسے منہ کھان مان بھی لیا جائے تو بھی وہ ایک صحابی کا اجتہاد نہ کہ ہے جو حدیث مرفوعہ کے مقابلہ میں جہت نہیں دیکھتا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں صحت پانچاں سے مر رہا ہو جو اس کا جواب خارجہ کی بناء پر مری ہو۔

جہاں کی صحت و حرمت:

تیسرا مسئلہ جہاں کی صحت و حرمت کا ہے مثلاً کعبہ و مکہ کے نزدیک ہے اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں لیکن حنفیہ کے نزدیک حرام اس بات پر ہے کہ وہ مکہ ہے یا نہیں، یہ بات خاص طور سے علماء ہند کے درمیان مختلف قرار دی ہے، علامہ دہلوی رحمہ اللہ نے ”حیات و قیام میں اس کو مکہ میں کی ایک قسم قرار دیا ہے، ان بناء پر بعض علماء ہند اس کی صحت کے قائل ہیں، بعض میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ان میں ہیں، چنانچہ انہوں نے ”حدیث و فقہ“ میں اس کی نسبت کی ہے لیکن صاحب فی الواقعہ اور بعض دوسرے فقہاء نے اسے مکہ قرار دیا ہے۔ یہ اکثریت ہے۔

القرآن طہ انہوں نے ماریں سے اس کی تحقیق کی تو یہ سب اس وقت پر ختم کر آئے۔

[illegible]

(1994 : 2000)

و شایستگی:

جیسا کہ متعلق حضرت انس و محترم صاحب کی رائے شروع میں بھی تھی کہ اس کا لفظ تا کر وہ
تحریر میں ہے، جیسا کہ اوپر کی تحریر سے واضح ہے لیکن پانچ سو سال کے فاصلے کے بعد ایک جھوٹا جملہ ہے،
ای طرح تخریر میں ہے بہت سے علماء کی صحت کے کاف ہیں اس لیے بعد میں اس موقع میں
نہی تخریر فرمائی وہ پانچ جیسا تھا تا کر، تا کر یہ ہوے کے ایسا فتویٰ پر تخریر فرماتے ہوئے لکھتے
ہیں

”خبر کے نزدیک جواب صحیح ہے اور چاروں طرف سے ملنے والی تحقیق اس کے خلاف بھی ہے، اس لیے اس مسئلے میں بہت تھوڑی بھی مناسب نہیں، تاہم بہت وجہ بہت کے مسائل میں اثر اور شدہ دفعی ہوں تو درست کی جانب کو رخ کرنا بہت ضرورت والی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب“

بہذا ہوتا ہے تو بچھی بچھی کر حاسہ میں ان پر نکل طعن کرنا، یا عوام غور کی کا اڑا ہونا یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ جب کوئی مسئلہ ائمہ مجتہدین کے درمیان مختلف قیہ بہ قیہ اس میں کسی ایک

جانب نشہ کرنا درست نہیں، ایمان مسلمہ میں شرعاً شہادت کے قائل ہیں نیز فقہاء ائمہ اربعہ ہند ماہِ سند نے ارمیان بھی مختلف نبی ہے جو دلائل سے پاس واپس لوٹا، میں اور جواب استعمال کرتے ہیں ان کے لیے جن میں مشورہ ہے کہ تعوی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے نہ اعتدال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ رزق میں برکت عطا فرما، میں کہے۔ اس لیے مجھے ان کے استسنا سے جتناب کرنا چاہیے، میں بہتر ادا کرتا ہوں۔

دورندوں کی حرمت کا فلسفہ:

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض جانوروں کو مکلاں قرار دیا ہے، بلکہ غیر بہت سارے جانوروں کو حرام قرار دیا ہے، مثلاً شیر، کینڈر، کتا، بلی وغیرہ ان میں کیا ضلع ہے؟ تو کچھ لینا چاہیے کہ انہی مسلمان کے لیے کسی چیز کے بارے میں حلت و حرمت کا ارتداد کسی فلسفے کے تحت نہیں، نہ نام ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے ماننا ضروری ہے اللہ تعالیٰ کسی چیز کے بارے میں حلت و حرمت کا حکم بغیر کسی غصت کے نہیں فرماتا۔

چنانچہ حضرت قحطانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”سارے ارتدادے جانور جن کی سرشت و نصرت میں بیخوس سے چھیلنا اور حسد سے زخم پہنچانا اور جن میں سخت دلی ہے سب حرام ٹھہرائے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھیڑیے کے بارے میں فرمایا ہے ”اوپا کل اھد“ یعنی کیا بھیڑیے کو بھی کوئی انسان کھاتا ہے یعنی اس کو کوئی نہیں کھاتا۔ یہ حرمت ظاہر ہے کہ ان جانوروں کے کھانے سے انسان میں رندگی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی طبیعت اعتدال سے خارج ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں نرم نہیں ہوتا، اسی واسطے ہر عکاسی پرندے کے کھانے سے بھی آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔“ (احکام اسلام، قسطنطنیہ کی تقریریں، صفحہ 2019 کتاب الاکل والشراب)

خرگوش حلال یا کور ہے:

کسی جانور کے حرام ہونے کے لیے شریعت نے جن اوصاف کا ذکر کیا ہے، وہ خرگوش میں موجود نہیں، لہذا خرگوش کھانا حلال ہے، اس میں کسی شک و شبہ میں مبتلا ہونا درست نہیں۔

لہذا قال العلامة الشرفانی رحمہ اللہ تعالیٰ: وحل عراب امرع

الذی یا کل صحب (و ملارب و نعنن)۔

چوری شدہ جانوروں کا حکم:

اگر کوئی سی کا جانور چوری کرے یا نذر دے تو اس پر یہ فعل حرام ہے لیکن اس سے چاروں حرام نہیں ہوگا کیونکہ عدل یا نذر کی صفت و حرمت کے احکام یہ سہل اور غصب مؤثر نہیں ہوتے بشرطیکہ ان سے سماعت ہو اور ذبح کے وقت ایسے پانچ کا نام لیا گیا ہو تاہم سارق اور غاصب پر لگے اس کی قیمت داکرنا واجب ہے۔

لَا حَرَّ فِي أَمْرِ الْعَدْلِ أَوْ فِي أَمْرِ الْغَصْبِ أَوْ فِي أَمْرِ السَّرِقَةِ أَوْ فِي أَمْرِ الْخَبَرِ رَحِمَهُ اللَّهُ الْغَصْبُ شَدِيدٌ وَصَحِيحٌ جَاءَ فِي أَخِيذِهِ مَنْ كَلَّهَا وَفِيهِ الْغَصْبُ لَا يَبْعُ عَنْ الْأَصْحَبِ وَإِنْ فَدَّ عَنْهُ فَبِعْنَهَا عَلَيْهِ وَفَعَلَتْ عَنْهَا لَا يَنْهَى عَنْ مِلْكِهِمْ وَفَدَّ الْعَصْبُ

(تعلیمی شریعہ علیہ ہامش جلد ۶: ۲۹۱-۲۹۰ کتاب الأصحاب)

غیر فطری طور پر پیدا شدہ جانور کا حکم:

بعض نسل کے جانوروں کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی نسل لکھی کے لیے فخریکہ مادہ منویہ بذریعہ سیٹ خوب یا بذریعہ جفتی استعمال کیا جاتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے ایسی گائے کو زرخشی یا غیر ملکی گائے کہا جاتا ہے اب ایسی گائے کے گوشت کا کیا حکم ہوگا؟ تو کچھ لیکھنا چاہیے کہ حیوانات کی نسل ماں سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ مادہ منویہ کا کوئی اختیار نہیں ہوتا جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بکری کے ساتھ کوئی درندہ جفتی کرے تو بچے ماں کے تابع ہو کر طلال ہوگا۔ جندہ جرمی گائے یا کوئی اور جانور جس کی ماں طلال جانور ہو تو اس کو ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا شرعاً جائز ہے۔

لَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ الْكَاسَانِي: حَتَّى إِذَا انْبَغَزَ الْأَهْلِيَّةُ بِدَارِهَا لُور
وَحَسْبِي فَمِلْدَتُ فَإِنَّهُ يَحْجُورُ أَنَّهُ يَضْحَكُ بِهِ وَبِئْسَ كُنْهَاتُ الشُّقْرَةِ وَحَشِيهِ
وَالنُّورُ أَهْلِيَّةٌ لَمْ يَحْزَلْ إِلَّا الْأَصْلُ فِي الْوَلَدِ الْإِلَامُ لَا مَهْ بَفَصْلٍ عَنْ الْإِلَامِ

(مدافع تصانيع: ۶۹/۵، کتاب المدافع)

مردار اور مخلفہ وغیرہ کا حکم:

طلال جانور کو ذبح نہ کیا جائے بلکہ اپنی موت مر جائے یا مجروح ہو کر مار دیا جائے یا پہاڑ وغیرہ اونچی جگہ سے گر کر مر جائے تو ایسی صورت میں اس جانور کا کھانا حرام ہو جاتا ہے۔

فقد وجدنا في الحديث ما يوجب كراهة الحميم والدم في اللحم
 من غير أن يذوق من اللحم، والدم في اللحم من غير أن يذوق من اللحم
 سبع إلا ما ذكرناه من أن لا يذوق من اللحم من غير أن يذوق من اللحم
 ذلكم فصل (۳۰)

”تم پر حرام کیے گئے ہیں مردار، وہ خون اور غلظت پر کا گوشت اور جو نہ نور سے تیار ہوا نہ مائیں
 نہ آب کی ہو اور جو کھا کھنے سے مر جائے اور جو کسی شرب سے مر جائے اور جو آگ سے لگ کر
 جئے اور جو کسی قمر سے مر جائے اور جس کو کوئی درندہ کھائے گئے، لیکن جس کو قمر یا آگ یا درندہ
 جانور پر شکن لگا ہوں پہنچایا جائے اور یہ گوشت تقسیم کرنا یا دینا قرعہ کے تیروں سے یہ سب
 اٹھا (اور مرام) ہیں۔“

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مفتی محمد تقی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
 یہ سورہ مائدہ کی تیسری آیت ہے جس میں بہت سے اصولی اور فروعی احکام و مسائل بیان
 کیے گئے ہیں، پہلا مسئلہ طہار و حرام پر نور کا ہے جن جانوروں کا گوشت انسان کے لیے حرام
 ہے، خواہ ذرا سی طور پر کھائے۔ انسان کے بدن میں بیماری کا عنصر ہے یہ روحانی طور پر کھانے
 سے انسان کے اطفال اور نفس کی فساد غراب ہونے کا خطرہ ہے ان کو قرآن نے نہایت قرار دیا
 ہے جو مرام کر دیا اور جن جانوروں میں کوئی جسمانی یا روحانی صفت نہیں، ان کو طیب اور طہا
 قرار دیا۔

اس آیت میں فرمایا ہے ”میں نے کئے تم پر مردار، جانور مراد سے مردار اور جن کو غیر ذبح
 سے کسی بیماری کے سبب یا طبی موت سے مر جائیں۔ ایسے مردار جانور کا گوشت ”طہا“ طور پر بھی
 انسان کے لیے حلال ہے اور روحانی طور پر بھی۔

ابن عدین شریف میں مومن نہ پہنچنے والے چیزوں کو مستحکم قرار دیا ہے۔ ایک ”میں نے“
 دوسری لکھی۔ یہ حدیث سند احمد ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے اور قرآن کریم
 کی دوسری آیت میں ”میں نے“ فرمایا ہے ”میں نے“ کہ ان سے مراد ہیں اہل ایمان
 ہے اس لیے پھر بتائی، وہ جو خون، دھن، کھانے، شرب سے مستحکم ہیں۔ حدیث مذکور میں جہاں ”میں نے“
 سے پھل ورنہ کی کو مستحکم فرمایا ہے۔ وہی میں غلظت اور طہا یا طبی موت سے مستحکم قرار دیا ہے۔

تیری چیز۔ لحد۔ حصر پر ہے جس کو حرام قرار دیا ہے۔ تم سے مراد اس کا چار دیواری بنے جس میں جہتی، پٹھان وغیرہ سب ہی داخل ہیں۔

چوتھے دو جانور جو طہرہ اللہ کے لیے حرام کر دیا گیا ہے۔ پھر اُردو ذبح کے وقت بھی ان پر طہرہ لگا دیا گیا ہے تو وہ مکملاً حرام ہے اور یہ جانور یا حلال حرام کے حکم میں ہے۔ جیسا کہ مشرکین عرب اپنے غنوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔ یا بعض چائیں کسی فقیر کے نام پر اور اگر بوقت ذبح نام تو اللہ کا یا مگر جانور کسی غیر اللہ کے نام پر نذر کیا ہو اور ان کی رضا مندی کے لیے قربانی کیا ہے تو مسطور فقہاء نے اس کو بھی حلال قرار دیا ہے۔ جو کے تحت حرام قرار دیا ہے۔

پانچویں شخص: یعنی وہ جانور حرام ہے جو لگا بھونٹ کر پاک کی گئی ہو یا خود ہی کسی جال میں جکڑ کر دم گھٹ گیا ہو۔ اگرچہ شخصیت اور سوؤ ذبح بھی میت کے اندر داخل ہیں مگر اہل جاہلیت ان کو حرام سمجھتے تھے اس لیے خصوصی طور پر ذکر کیا گیا۔

چھٹے سوؤ ذبح: یعنی وہ جانور جو ضرب شدہ سے ہلاک ہوا ہو۔ جیسے انگی یا پتھر وغیرہ سے مارا گیا ہو اور جو تیر کسی شکار کو اس طرح قتل کیا کہ وہ کھار کی طرف سے نہ گئے۔ ایسے ہی ضرب سے مر جاتے، وہ بھی سوؤ ذبح میں داخل ہو کر حرام ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میں بعض اوقات "معرائن" تیر سے شکار کرتا ہوں، اگر شکار اس سے مر جائے تو کیا کھا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ جانور عرض تیری چوٹ سے مرے تو وہ سوؤ ذبح میں داخل ہے اس کو مت کھا اور اگر وحار کی طرف سے لگا ہے اور اس نے زخم کر دیا ہے تو کھا سکتے ہو۔ یہ روایت ہصام نے "احکام القرآن" میں اپنی اسناد سے نقل کی ہے۔ اس میں شرط یہ ہے کہ تیر بھیٹنے کے وقت بسم اللہ نہ کر پھینکا گیا ہو۔

جو شکار بندوق یا گولی سے ہلاک کیا گیا ہو اس کو بھی فقہاء نے سوؤ ذبح میں داخل اور حرام قرار دیا ہے۔ امام ہصام و حار اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں

المنقولة بالسوء فلهذا الحرف ذہا .

یعنی بندوق سے مارے جانے والے جانور قتل کیا گیا ہے وہ بھی سوؤ ذبح ہے نہ لیے حرام ہے۔ امام اعظم

رحمۃ اللہ شافی مالک: غیر مسجداں پر مشتق ہیں۔ (ترمذی)

حقوقی متردب: یعنی وہ جانور جو کسی چیز یا انسانی عورت یا انہوں وغیرہ میں راز رہ جائے وہ بھی حرام ہے، مگر ایسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شہر یا بازار پر گھرا ہے اور تم نے تیرا سمہ بند چڑھا کر اس پر پھینکا اور وہ قیدی اس سے نیچے نہ گر کر مر گیا تو اس کو نہ کھاؤ۔

کیونکہ اس میں بھی احتمال ہے کہ اس کو موت سے تیری زبردست نہ ہونے کے بعد سے ہو، متردب میں وہ نہیں ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی پرندہ پر تیر پھینکا، وہ پانی میں نہ گیا تو اس سے کھانے کو بھی ایسا ہی منع فرمایا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی موت واقع ہونے سے واقع ہو۔ (مختصر)

آٹھویں غلطی: یعنی وہ جانور جو کسی نکر یا حرام سے ڈرے ہو گیا ہو۔ جیسے ریش مورو وغیرہ کی ذرا بھی آکر گر جائے یا کسی دوسرے جانور کی نگر سے مر جائے۔

نوٹ یہ وہ جانور جو کسی زندہ جانور نے چوڑا یا ہوس سے مر گیا ہو۔

ان دو اقسام کی حرمت میں ان فرقہ نے کے بعد ایک استثناء ذکر کیا ہے، یا غلط یا لا ما ذکبتم لہ یعنی اگر ان جانوروں میں سے تم نے کسی کو زندہ پایا اور ذبح کر لیا تو وہ حلال ہو گیا اس کا کھانا جائز ہے۔

یہ استثناء شروع کی چار قسموں میں نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اور ذم میں اس کا امکان ہی نہیں اور

خیر اور غلط، اہل حدیث کے بعد اچھی بات سے حرام ہیں ذبح کرنا نہ کرنا ان میں برابر ہے۔

اسی لیے حضرت علی، ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، قتادہ وغیرہ سلف ائمہ میں اس پر اتفاق

ہے یہ استثناء ابتدائی چار کے بعد یعنی مختلفہ اور اس کے بعد سے متعلق ہے۔ اس لیے مطلب اس کا

یہ ہو گیا کہ ان بعد تمام مودوں میں اگر جانور زندہ پایا گیا، زندگی کی حالت میں محسوس کی گئی اور وہی

حالت میں اس کو زندہ کے نام پر ذبح کر لیا گیا تو وہ حلال ہے خواہ وہ مختلفہ ہو یا سقویۃ سزا یہ

غلطی یا جس کو زندہ نے چھوڑا ہے۔ ان میں سے جس کو بھی آثار زندگی محسوس کرتے ہوئے ذبح

کر یہ وہ حلال ہو گیا۔

دوسری وہ جانور حرام ہے جو نصب پر ذبح کیا گیا ہو۔ نصب وہ پتھر ہیں جو کعبہ کے گرد گھڑے

کئے ہوئے تھے اور اہل جاہلیت میں ایک پرستش کرتے تھے اور ان کے پاس لاکھ جانوروں کی قربانی مان کے لیے کرتے تھے اور ان کو عبادت سمجھتے تھے۔ اہل جاہلیت ان سب قسموں کے جانوروں کو اُٹھانے سے دیکھتے تھے چونکہ ان میں داخل ہیں قرآن کریم نے ان میں کو حرام قرار دیا۔

شہاد ہوئی چیز جس کو اس آیت میں حرام قرار دیا ہے وہ اس قسم کا لڑکا ہے۔ لڑکا نام ہے۔ لڑکا نام زلمن جمع ہے۔ زلمن ان تیر کو کہتے ہیں جو جاہلیت عرب میں ان کام کے لیے مقرر تھا کہ اس کے ذریعے قسمت آزمائی کی جاتی تھی اور یہ سات تیر تھے۔ جن میں سے ایک پر نعم اور ایک پر ا۔ اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ رکھے ہوتے تھے اور یہ تیر بیت اللہ کے خارجہ کے پاس رہتے تھے۔

جب کسی شخص کو قسمت یا آئندہ کسی کام کا مفید ہو یا مضر ہو معصوم کرنا ہو تو خادم کعب کے پاس جاتے اور سو روپے اس کو دے دیتے اور ان تیروں کو ترکش سے ایک ایک کر کے نکالتا۔ اگر اس پر نعم نکل آتا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام مفید ہے اور اگر اکل آتا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام نہ کرنا چاہیے۔ حرام جانوروں کے سلسلہ میں اس کا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عرب کی یہ بھی عادت تھی کہ چند آدمی شریک ہو کر کوئی اونٹ وغیرہ ذبح کرتے مگر گوشت کی تقسیم ہر ایک کے حصہ شریعت کے مطابق کرنے کی بجائے ان جوئے کے تیروں سے کرتے تھے جس میں کوئی بالکل محروم رہتا کسی کو بہت زیادہ کسی کو حق سے کم ملتا تھا۔ اس لیے جانوروں کی حرمت کے ساتھ اس طرح کار کی حرمت کا بیان کر دیا گیا۔

علماء نے فرمایا کہ آئندہ کے حالات اور غیب کی چیزیں معلوم کرنے کے جتنے طریقے رائج ہیں خواہ اہل جفر کے ذریعہ یا ہاتھ کے نقش دیکھ کر یا کالہ وغیرہ نکال کر یہ سب طریقے مستحکم بالانزالام کے حکم میں ہیں۔

اور مستحکم بالانزالام کا لفظ بھی قدر معنی جوئے کے لیے بھی بولا جاتا ہے جس میں قرعہ اندازی اور لافری کے طریقوں سے حقوق کی تعیین کی جاتی ہے یہ بھی ہمیں قرآن حرام ہے۔

جس کو قرآن نے میسر کے نام سے منوع قرار دیا ہے۔ اسی لیے معمر بن سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ مجاہد اور قتیبہ نے فرمایا ہے کہ جس طرح عرب انزالام کے ذریعہ حصے نکالتے تھے اسی طرح فارس و روم میں شطرنج اور چوہرا وغیرہ کے مہروں سے یہ کام لیا جاتا ہے وہ انزالام کے حکم میں ہیں۔

استقسام والا نذر امام کی حرمت کے ساتھ ارشاد فرمایا: ﴿مَذْلُکَ مَعْنً﴾ یعنی یہ طرہ بہت قسمت معلوم کرنے یا جسے مقرر کرنے کا فاسق اور گمراہی ہے۔ (معارف القرآن، ۳۶، ۲۸، ۲۶)

باب اللباس

لباس کی حقیقت:

مرد کے بدن کا وہ حصہ جسے عربی زبان میں "عورت" اور اردو اور فارسی زبان میں "ستر" کہتے ہیں۔ چھپانا شرعی، طبعی اور عقلی طور پر فرض ہے اور ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض جس پر عمل ضروری ہے، وہ اعطائے ستورہ کو چھپانا ہے، یہ قرینہ اجتہاد ہے کہ قریش سے ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں فرض رہا ہے، بلکہ شرائع کے وجود سے بھی پہلے جب جنت میں فجر ممنوعہ کھانے کے جب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا جنتی لباس اتر گیا اور ان کا ستر کھل گیا تو وہاں بھی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہما السلام نے ستر کا رکھنا چاہا، انہیں سمجھا اس لیے حضرت آدم اور حضرت حوا دونوں نے جنت کے پتے اپنے ستر پر لٹکا دیے، چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿فَطَعْنَا فِیْ حُصْنِهِ فَمِنْهُمْ حَافِیَّۃً﴾ (اعراف) دنیا میں "ستر" کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الرسل ﷺ تک ہر خطیب کی شریعت میں ستر چھپانا فرض رہا ہے، اعطاء ستورہ کی تعیین اور تجدید میں تو اختلاف ہو سکتا ہے مگر اصل فریضہ ستر عورت کی تمام انبیاء کی شرائع میں مسلمہ ہے اور یہ فرض ہر انسان مرد و عورت پر فی نفعہ قائم ہے کوئی دوسرا دیکھنے والا موجود ہو یا نہ ہو۔

لباس کیسا ہو؟

لباس کے بارے میں شریعت کی تعلیمات بڑی معتدل ہیں، چنانچہ شریعت نے کسی مخصوص لباس کی تعیین نہیں کی ہے اور شناس کی مخصوص ہیئت بتلا کر یہ کہا کہ ہر شخص کے لیے ویسا لباس پہننا ضروری ہے بلکہ ہر طلاق اور ہر جگہ کے لوگوں کو موسم اور آب و ہوا کے لحاظ سے لباس کے چناؤ میں آزاد دی گئی تھی ہے اور وہ اس لیے ہے کہ اسلام دینِ نظرت ہے اور حالات کے لحاظ سے مختلف ممالک کے لحاظ سے وہاں کے موسموں کے لحاظ سے، وہاں کی ضروریات کے لحاظ سے، وہاں کے مختلف ہو سکتا ہے، مثلاً: کہیں باریک، کہیں موٹا، کہیں کسی وضع، کہیں کسی ہیئت کا لباس اختیار کیا جا

مکتبہ ہے، البتہ معلوم ہے کہ اجازت اور بنیادی اصول اور آداب لباس کے مسئلے میں بتاتے ہیں ان آداب اور اصولوں کا لحاظ رکھنا ہر حال میں ضروری ہے۔ ذیل میں ہم آداب اور اصولوں کو پیسے اجماعی طور پر بیان کر رہے ہیں۔ یہ نکتہ اور فقہ حنفی کے ساتھ بیان کریں گے۔ پھر اس کے بعد لباس کے متعلق مختلف اور متفرق مسائل کو ایک ایک عنوان کے ساتھ ذکر کریں گے۔

لباس کے اجمالی بنیادی اصول:

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ لباس کے متعلق کسی خاص وضع اور تراش کی شریعت نے پابندی نہیں لگائی، البتہ لباس کی حدود و مقررہ کی ہیں ان سے تجاوز نہیں ہونا چاہیے۔ جس طرح ان شرعی حدود میں ہوگا وہ شرعی لباس کہلائے گا، نہ خلاف شرعی ہوگا، اور حدود یہ ہیں:

1. لباس اتنا چھوٹا، باریک و چست نہ ہو کہ وہ غصا، طہیر ہو جائے جس کا پھیلاؤ آداب ہے، بلکہ لباس ایسا ہونا چاہیے کہ جس سے محاسن، طور پرستر پوشی ہوتی ہو۔
2. لباس میں کافروں اور منافقوں کی نقالی اور شبہ اختیار نہ کریں۔
3. جس لباس سے تکبر و تفاخر اور اسراف و عجم مترشح ہوتا ہو اس سے اجتناب کریں۔
4. ہاں وار محض اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ وہ کھینچنے والے اسے مفلس سمجھیں۔
5. اپنی ذاتی استطاعت سے زیادہ قیمت کے لباس کا اہتمام نہ کریں۔
6. مرد شہوان، جہیز اور پانچویں مرد وغیرہ نہ پہنچانے کیلئے کٹختے و نقشوں کا جو جمعہ مرد اس میں چھپ جائے۔

7. مردوں کے لیے اصلی رنگم کا لباس پہننا حرام ہے۔
8. مردوں کا لباس اور عورتیں مرد لباس نہ پہنیں۔
9. لباس صاف ستھرا ہونا چاہیے، مردوں کے لیے سفید لباس زیادہ پسند کیا ہے۔
10. خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لیے حرام ہے، البتہ کسی اور رنگ کی آمیزش ہو یا سرخ، عادی، اور ہر قسم کا رنگ۔

لباس کے بنیادی اصول:

قرآن کریم اور دیگر احادیث میں متبع و تلاش۔ بعد لباس کے متعلق بنیادی اصول

ہتے ہیں وہ لباس کی شرعی حدود میں مان سے تجاوز نہیں ہوتا چاہیے اور جو لباس میں شرعی حدود میں
برکات شرعی لباس پہنانے کا۔ اللہ تعالیٰ نے لباس کے بنیادی اصول بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا
﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّزِفُوا لِرَبِّكُمُ الْكَأْفَافَ يُحِبُّ الْكَأْفَافَ﴾ (سورۃ الاحزاب: ۵۹)
اور جس متقویٰ ذلت حیرانگہ (سورۃ الاحزاب: ۶۰)

”اے نبی آدم! ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس (حرام جو تمہاری پوشیدہ اور شرمیلی چیزوں کو
پہچاتا ہے اور جو تمہارے لیے ذلت کا سبب بنتا ہے اور تقویٰ کا لباس تمہارے لیے سب سے بہتر
ہے۔“

معلوم ہوا کہ لباس یہ ہونا چاہیے جو ستر کو صحیح طرح چھپائے اور اس سے فحشہ و زانیہ
حاصل نہ ہو۔

اسراف اور تکبر سے بچنا چاہیے۔

لباس اپنی مالی استطاعت کے مطابق ہونا چاہیے، مالی استطاعت سے بڑھ کر خرچ و نمائش اور
تلف کا اجتہاد درست نہیں اور اس میں اسراف کرنا جائز ہے، چنانچہ حضور ﷺ کا بڑا اصول
ارشاد ہے:

”كُلُوا وَالشُّبْرَا وَتَصَلُّوا فِي حِرِّ اسْرَافٍ وَلَا مَجْلَةٍ“

کبریا، (احزاب: ۴/۲۳)

پنجاب رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کھاؤ، پیو، صوم کرو، اللہ اسراف اور تکبر سے
بقتاب کرو۔

”وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: كُلُّ مَا شَتَّ، وَالْمَنْعُ مَا

شَتَّ، مَا انْطَهَانَتْ الْقُدْرَانُ، اسراف اور مجلہ“

(الطبرانی فی صحیح اسحاری، ۴/۲۳)

”جو چاہو کھاؤ، جو چاہو پیو، لیکن دو چیزوں سے اجتناب کرو ایک اسراف اور تکبر۔“

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کا کپڑا چاہو پیو تمہارے لیے جائز ہے لیکن
اس میں اسراف نہ ہو اور اسراف کی وقت جاتا ہے جب آدمی اپنی مشیت سے بڑھ کر نمائش کے
لیے لڑا پہنتا ہے اور جس کے پہننے سے تکبر پیدا ہوتا ہے اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔

دل خوش کرنے کے لیے قیمتی لباس پہننا:

اسراف اور نمائش سے بچنے ہوئے اپنا دل خوش کرنے کے لیے قیمتی لباس پہننا جائز ہے، یعنی ایسا لباس پہننا جس سے جسم کو راحت اور آرام حاصل ہو اور ساتھ ساتھ تموازا آرائش کا مقصد بھی حاصل ہو اس میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے، مثلاً ایران، یمن کے اس خیال سے کہ جسم کو آرام ملے گا، دل کو خوش کرنے کے لیے زیبائش کا لباس پہننے سے کوئی پشیدہ قیمتی کپڑا پہننے کے لیے ان سب میں وسعت اور نمائش ہے اور یہ اسراف میں داخل نہیں ہیں۔

قَالَ الْحَلَامَةُ الصَّابُونِي حَفَظَهُ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَعَايِرُ كَدُّ أَنْ تَقْتَرِبَ
وَالْتَحَمِلَ مَظْلُومٌ، وَإِنَّ لَيْسَ مِنَ الْكِبَرِيَّاتِ الَّذِي يَهْنُ عَنْهُ الْإِسْلَامُ، مَا
دَوَّى فِي الصَّحِيحِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ
مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مَثْقَالُ دَرَّةٍ مِنْ كِبَرٍ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ أَحَدُنَا
يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا، وَنَعْلُهُ حَسَنًا، قَالَ إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ
الْحَسَنَ، الْكِبَرُ يَغْفِرُ لِحَقٍّ، إِي عَدَمُ قَبُولِ الْحَقِّ وَغَطُّ الْبَاسِ، إِي
اِحْتِقَارُهُمْ وَارْتِدَائُهُمْ، (آخر جہ مسلم رفع ۹ فی کتاب الإیمان)

یہاں مختصر مرصعاً فرماتے ہیں کہ شرعی دائرہ میں رو کر زیب و زینت حاصل کرنا یہ کبر میں داخل نہیں، صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں رائے کے دانے کے برابر کبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس عمدہ ہو جو تا عمدہ ہو گیا یہ بھی کبر میں داخل ہے تو ”آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہیں، جمیل کو پسند کرتا ہے کبر یہ ہے کہ حق بات کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا اور ان کے ساتھ توہین آمیز رویہ رکھنا۔

نئے چھپانے والے مطلقاً جائز نہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جو شخص اپنے کپڑے کو کبر کے ساتھ نیچے محسوس تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گا۔“

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ”مرو کی زیر جامہ کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو گا وہ حصہ جہنم میں

جائے نماز (صحیح بخاری کتاب لباس)

ان روایات سے مفہوم ہو کہ مردوں کے لیے ٹخنوں سے نیچے شلوار، پائے، تہ، جوتے، جلیں، تہبند اور ٹکی وغیرہ پہننا پڑ نہیں کہ وہ عمدہ ہوں گے۔ مطابق اس پر دو چیزیں ہیں: ایک یہ کہ ٹخنوں سے نیچے ہٹنا عمدہ اور جائز نہیں جس جگہ کا اور دوسرے یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا، اس لیے اس کو بے لذت سے اپنا لباس ضروری ہے۔

کعبہ نہ ہو تو تب بھی ٹخنے چھپانا حرام ہے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار وغیرہ لڑکا: اس وقت جائز ہے جب کہ یہ کعبہ کی وجہ سے ہو اور نہ کعبہ نہ ہو تو پھر اس میں کوئی مریض نہیں۔ کہ ننگہ جب حضور ﷺ نے یہ امر فرمایا کہ ”ازدرو ٹخنے کے نیچے نہ کرو“ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ الزام ہمارے پر ٹخنے سے نیچے نہ ہٹنا جاتا ہے، میرے لیے سو پر لکھنا مشکل ہوتا ہے، میں کیا کروں، تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا زانو نیچے نہ ہٹتا جاتا ہے، یہ تمہاری وجہ سے نہیں ہے بلکہ تمہارے خدا اور مجبور کی وجہ سے نہ ہٹتا جاتا ہے اس لیے تم ان میں داخل نہیں۔“

(ابو داؤد، کتاب لباس)

اس واقعہ سے ظاہر سمجھتے ہیں کہ اگر کعبہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جائز ہے۔

فتواء کرام رحمہ اللہ کا صحیح قول:

اس سلسلہ میں رسول اللہ سے دو قسم کی روایات آئی ہیں، ایک وہ جن میں کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا کعبہ وغیرہ کی کسی قید کے بغیر بھی جائز اور موجب عذاب بتلایا گیا ہے، دوسری قسم کی وہ روایات ہیں جن میں کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے کعبہ کے ساتھ لٹکانے کی حرمت آئی ہے، اس لیے بعض فقہاء نے اس مسئلہ میں یوں تفصیل کی ہے کہ اگر کعبہ کی وجہ سے نیچے لٹکانے کو مکروہ تحریمی ہے، اور کعبہ کے بغیر لٹکانے کو مکروہ تنزیہی ہے۔

لیکن علماء مجتہدین کا صحیح قول یہ ہے کہ کعبہ ہو یا نہ ہو ہر حال میں کپڑے ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکائے، تحریمی ہے، کعبہ کی وجہ سے ایسا کرے گا تو گناہ زائد ہوگا، اور نہ گناہ ہوگا اور اس سے تمام روایات سے مدینانہ تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ موقع تنہاری / حافظ ابن حجر مستطانی رحمہ اللہ ۱۰۱۳/۱۰ کتاب

اللباس، واعداد الفتاویٰ/تکلیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ۱۱۹/۴)

اور جہاں تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اجازت ملنے کا تعلق ہے تو اس پر دوسروں کو قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ ان کو جو اجازت دی گئی تھی وہ ایک مجبوری کی وجہ سے دی گئی تھی وہ مجبوری یہ تھی کہ ان کے جسم کی بناوٹ ایسی تھی کہ ارادہ کے بغیر بھی بار بار ان کا از ار خود بخود نیچے ڈھلک جاتا تھا، اس لیے ان کو بوجہ مجبوری اجازت دی گئی تھی۔

نیز تکبر کا تحقق ہونا ایک امر خفی اور پوشیدہ معاملہ ہے اور اس کا پتہ لگانا کوئی آسان کام نہیں ہے کہ تکبر کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے، جب کہ بعض اوقات اس تکبر میں جتنا انصاف کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ تکبر کی حالت میں ہے، اس لیے اس سے بچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ آدمی گھٹنے سے اوپر کپڑا پہنے اور تکبر کی جڑ ہی ختم کر دی جائے۔

قال الصابونی حفظہ اللہ تعالیٰ: ویبغی ألا یطیل الإنسان التوب
أو العباءة، بحیث یجرهما علی الارض، فمما زاد علی الکعبین، فوائه
مکروه، بل محرم إن کان علی سبیل الحیلاء، وجره علی الارض
کبیرا، یسبب مقت اللہ وغضبه، فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:
”لا ینظر اللہ یوم القیامة إلی من جر ثوبه حیلاء“ ای زهوا و تکبرا!

(آخر حرج البخاری: ۲۴/۴، والترمذی رقم ۱۷۳۰ فی اللباس)

وقال صلی اللہ علیہ وسلم: ”ما أسفل من الکعبین من الإزار،

ففی النار.“ أي صاحبه فی النار۔

(آخر حرج البخاری فی کتاب اللباس)

وسمع أبوبکر رضی اللہ عنہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یقول:

”من جر ثوبه حیلاء، لم ینظر اللہ إلیه یوم القیامة، فقال أبوبکر یا

رسول اللہ: إن أحدی شقی إزاری یسترخی۔ أي یسقط أحيانا علی

الأرض۔ إلا أن أتعاهد ذلك منه!! فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم: لست بمن یصنعه حیلاء۔ (صحیح البخاری: ۲۳/۴)

فلذا سقط الرداء علی الارض دون فصد، فلا إثم فیہ، ولا

من أجل هذا عليه، إيتا التبع في المحرم، أن يحرق على النار، في
والاستعداد، والكبرياء في الحرة، كما جاء في الحديث: "الحرة
"أما طاعة الزاري، والكبرياء، والذات، فمن تاريخي واحد، وهذا
في تاريخي."

(آخر جه مصلحه رفيع : ١٦٩٠ : ايم داؤد ديوه ، ٢٠ - ٤٨٥٧)

مردوں کے لیے اصلی ریشم کا حکم:

مردوں کے لیے اصلی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔

وقد ذكر في تاريخ أبيه صلى الله عليه وسلم أنه كان من أصحابه في
الحق يدعيه حبيب. وفي الإحدى ذهب، ثم قال: إن هذين سرهما على
ذكرهم أمي. (آخر حديثه في رقم ٢٠٧٧، في كتابه حسن)

یعنی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اس حال میں کہ ایک ایک دست مبارک میں ریشم تھا دوسرے میں سونا بکراشا: فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے سرودوں پر حرام ہیں۔

وفى رواية الترمذي عن أبي موسى الأشعري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: حرم لباس مخبور والنذهب على ذكرور امتي وأحل لاماتهم. (أخرجه الترمذي رقم ١٧٤ - هي كتاب اللباس)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔

لہذا خالص ریشم کا لباس جس طرح بھی ہے، ریشمی گندے پر بیٹھنا یا ریشمی رومالی استعمال کرنا، ریشمی تنکے پر لیٹنا بھی حرام ہے، کیونکہ یہ پیش پوچھی اور تنکری دلیل ہے۔

مورتوں کے لیے ریٹھی لباس حلال ہے:

البتہ عورتوں کے لیے دیکھی لباس استعمال کرنا جائز ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر کی روایات میں صراحت موجود ہے کہ عورتوں کے لیے سونے اور دریشم دونوں حلال رہے گئے ہیں۔ صرف مردوں پر حرام ہے، لہذا مردوں کو سونا اور دریشم کے استعمال سے احتیاط کرنا چاہیے۔ یہی حکم

بچوئے بچوں کا بھی ہے کہ ان کے لیے بھی سونے چاندی کا استعمال حلال نہیں، ماں باپ اور عزیز
واقارب کو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ بچوں کو سونے، چاندی کے زیورات وغیرہ استعمال نہ
کروائیں۔

افضل لباس کونسا ہے؟

لباس وہ افضل ہے جو ستر کو زیادہ چھپائے، چونکہ شلواری کرتا، (جب) زیادہ ستر ہے اس لیے
اس کو زیادہ پسند کیا گیا ہے نیز "لباس صاف ستھرا ہونا چاہیے اور مردوں کے لیے سفید رنگ کا لباس
زیادہ پسندیدہ ہے۔"

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ
سفید رنگ کے کپڑے پہنو، اس لیے کہ مردوں کے لیے سب سے اچھے کپڑے سفید رنگ کے ہیں
اور اپنے مردوں کو بھی سفید کفن دو۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے مردوں کے لیے
سفید رنگ کا لباس پسند فرمایا، تاہم دوسرے رنگ کے کپڑے پہننا بھی شرعاً جائز ہیں، چنانچہ بعض
اوقات حضور اکرم ﷺ سے سفید رنگ کے علاوہ دوسرے رنگ کے لباس پہننا بھی ثابت ہے۔
تاہم زیادہ تر آنحضرت ﷺ سفید کپڑے زیب تن فرماتے تھے، لہذا جو شخص اتباع کی نیت سے
سفید لباس پہنے گا تو اس کو اتباع سنت کا ثواب ملے گا۔

وفی فقہ المعاملات قال : أفضل لباس الرجال : القميص

والسراويل ، والقميص هو : الثوب الذي يلبسه أهل الحجاز ، وهو

لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، فقد روي الترمذي في مستدرك

عن أم سلمة زوج النبي صلی اللہ علیہ وسلم ، أنها قالت : " كان

أحب الثياب إلى النبي صلی اللہ علیہ وسلم القميص " أي الثوب

الأيض السابغ . والأفضل في الثياب أن تكون بيضاء ، لأنها لباس

أهل الحنة ، وإشارة إلى صفاء العقيدة وبياض القلب ، فالمؤمن

طيب ، وكلامه طيب ، وعمله طيب ، وقد أشار صلی اللہ علیہ وسلم

إلى اختيار الأبيض من اللباس فقال صلی اللہ علیہ وسلم : " لبسوا

من ثيابكم البيضاء ، فإنها من خير ثيابكم ، وكنفوا فيها موناكم "

رواۃ الترمذی (رف: ۹۹۵۱)

عن ابی ہریرۃؓ عن النبیؐ قال: "المرء یبایع فوائداً فصبراً وأمیلاً،
وکانوا یبایعوا موالاتکم."

ابوہ ہاشمی ۶۵۰۸، جامع ترمذی المستدرک: ۱۸۵۱۹

خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لیے جائز نہیں:

خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لیے جائز نہیں۔ کسی طرح ایسے کپڑے جو عورتوں کے ساتھ
مخصوص کچھ جاتے ہیں، ایسے کپڑے پہننا بھی مردوں کے لیے جائز نہیں۔ لیکن اس میں عورتوں کے
ساتھ کچھ ہو جائے گا اور یہ کچھ بھی ناجائز ہے۔

فقد روی بحازری: رحمہ اللہ: عن ابن عباس قال: لعن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المختشین من الرجال۔ والسر خلعت من
النساء۔ (أخرجه الحازری رف: ۵۸۸۶)

رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار
کرے لہذا ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرے۔

وہی روایت بخیری: "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
المختشہین من الرجال بالنساء، والمختشہات من النساء بالرجال۔
والمختشون: جمع مختش، وهو من تشبہ من الرجال بالنساء
فی حرکاتہ، وکلامہ، وثیابہ، ذلت لأن لكل من الرجل والمرأۃ،
خصائص، ومزایا خصہ اللہ عزوجل بہا، فی شکلہ وہیئہ، وکلامہ،
فالمرأۃ مقطورة علی النعومة، والمطفلة، والنحباء، فإذا خلعت لباس
الحیاء، وتشبہت بالرجال فی لباسہا وہیئہا وکلامہا، فقد خرجت
عن أصل العطرۃ؟ کما أن الرجل إذا لبس ثیاباً تشبہ بالمرأۃ، فقد
تخلی عن حیوئہ، وشالہم غلام المظرد فاستحق الخیری، والمعقوبۃ،
وقد جاء فی صحیح مسلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنه
قال: "صنفان من أهل النار لم أرهما: قوم معهم سياط كأذناب البعير

مردوں کا لباس درست میں لانا نہ ہوا ہے اور عورتوں کا لباس چالو یا عالی اختیار کرنا یا انہیں ہمارے لئے ہے۔ اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ نیز خالص سرخ لباس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

سرخ و عادی وارلباس پہننا جائز ہے:

خالص سرخ لباس پہننا تو مردوں کیلئے جائز نہیں لیکن کسی اور رنگ کی تیزیش ہو تو وہ جائز ہے اسی طرح سرخ و عادی وارلباس پہننا بھی مردوں کیلئے جائز ہے، چنانچہ شہریت مطلق سے سرخ و عادی وارلباس اور چادریں پہننا ثابت ہے۔ (صحیح بخاری و کتاب لباس)

مردوں کیلئے کس رنگ کا کپڑا ممنوع ہے:

عصمر اور زعفران۔ عدا کا ہوا کپڑا مردوں کو استعمال کرنا مکروہ قرینی ہے، اگر کوئی رنگ عصمر یا زعفران کے رنگ جیسے ہو مگر خود عصمر یا زعفران کا رنگ نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے، نفس مصفر و زعفران کے رنگ کے ہوا ہاتھی سب رنگ جائز ہے۔ البتہ حر تونی میں اختلاف ہے، مختلف اقوال میں سے ایک قول استنباب کا بھی ہے مگر ترجیح کراہت تہزیہ کے قول کو ہے البتہ سر پر بکری وغیرہ میں بالاتفاق بد کراہت جائز ہے۔

قال فی شرح التوسیر: وکرہ لبس المعصفر والحزعر الاحمر والاصفر لمرجال مفادہ نہ لا یکرہ للنساء ولا یأس بساتر الاکوان وفی التوسیر: وکرہ لبس البکرۃ لمرجال وکرہ لبس البکرۃ لمرجال مفادہ ان البکرۃ نریمۃ لیکن صرح فی التحفۃ بالحرمة مفادہ انہا بحریمۃ وھی المحمل عند الاطلاق وانه المصفر قلت ولتشر بلالی فیہ رسالۃ نقل فیہا نعتیۃ اقوال منها انہ مستحب.

وقال فی اعلامہ سن عابدین رحمہ اللہ معانی (قولہ فانما انہا بحریمۃ الخ) ما مسلم لو لم یدرجہ تصریح غیرہ بخلاف معنی جامع المعنوی قال ابو حنیفہ والشافعی ومالك رحمہم اللہ معانی معصوم لبس المعصفر وقام جماعۃ من العلماء بکرہۃ انتزیہ وفی مستحب العتائون قال صاحب الروضۃ یحور لمرجال والنساء

[illegible]

(درآمد محضی: ۱۹۸۱/۵) (درآمد محضی: ۱۹۸۱/۸)

سیاہ رنگ کے کپڑے کا حکم:

مرد اور عورت کیلئے یہ دیکھنے کا کیا قلم: دو کا جن جن بعض لوگ اسکو ہا پسند کرتے ہیں اور کہتے

جس پر نانا حضور علیہ السلام کی کافی تائید تھی اس لئے یہ وہی پہلا مشہور پہلو بن گیا ہے۔ لیکن اس سے لوگوں کا یہ خیال متبادلاً نہیں ہونا چاہیے۔ عقلمانی فرمایا ہے۔ "خیر نصف سب سے زیادہ پسند فرمایا نہ ہو، کی بنا پر تو یہ مسئلہ کا لباس منہج یا خلاف منہج ہو بہو ہے۔" لہذا ممنوع رنگوں کے ساتھ یہ تک کا لباس چاہئے ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ سے محبت اور جذبہ اطاعت کا مظاہرہ ہے۔ جو چاہیے آپ ﷺ کو پسند تھی اسے اختیار کیا جائے، والہن لباس میں سیاہ، تک چونکہ شریعتاً منع ہے، چنانچہ یہ ہے اس لئے سیاہ لباس نہیں پہننا چاہئے، لہذا اس زمانہ میں شعاع شیعہ ہونے کی وجہ سے اس سے اجازت لازم ہے۔ و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

(ماخذ: دار حمہ - نسائی ۸: ۶۰)

چینٹ شرٹ پہننا:

چینٹ شرٹ پہننے کا ماننا ہے، شیعوں کا ماننا ہے کہ اس کا پھرنے کا زیادہ عام ہو گیا ہے کہ اس میں شپ (جو کہ شرعاً ممنوع ہے) کی شان مقلوب ہوئی ہے، اس لئے اس کا پہننا حرام تو نہیں ہے، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ چینٹ شرٹ مصلحتاً لباس نہیں ہے بلکہ کافرہ کا چارہ ہوا ہے اس کے پہننے سے عقربروں کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت ہو جاتی ہے اس لئے چینٹ شرٹ کا پہننا نا پسندیدہ ہے، حتیٰ الامکان اس لباس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

یہ تفصیل اس لباس کے بارے میں ہے جس سے وادب ستر اعضا کی عبادت اور حجم نظر نہ آتا ہو، اگر چٹون اتنی پست اور تنگ ہو تو اس سے اعضا کی عبادت اور حجم نظر آتا ہو جیسا کہ آج کل ایک چٹون کا کثرت سے رواج ہو گیا ہے تو اس کا پہننا اور لوگوں کو دکھانا اور، لیکن سب حرام ہے جیسا کہ نیکو آدمی کو، لیکن حرام ہے۔ اس لئے ایسے چٹون پہنے ہوئے شخص کے ستر کے حصہ کی طرف غور سے نہ دیکھا جائے نیز ان کو اعضا کو چھم لینے والے لباس اپنانے کی تلقین کی جائے۔

فذلّٰی للعلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولا يخطر التصانف اي بالالنية متلا وقوله ونشككه من عطف النمسيب على السب، عبارة شرح المعية اما لو كان غليظا لا يري منه نول البشرة الا انه لا يمتنع بالعصو ونشككه بنككه فصار شكلا يعرض مرتبا فنبغي ان لا يجمع حذر الصلوة لحصول الستر اذ قال عليه السلام لا يطلع بصره

الظفر فی ذلك المشكل معقداً حیث وجدت الشهوة له قلب
مستکلم علی ذلك فی کتاب المحظر والندی يظهر من كلامهم هناك
هو الاول . (رد المحتار : ۶۷۵)

وقال أيضاً : علی هذا لا يحل الظفر الى عورة غيره فوق ثوب
ملتحق بها یصف حجبها فیحمل ما مر علی ما إذا لم یصف حجبها
فلینامل . (رد المحتار : ۶۷۵/۵)

طلباء اور ملازمین کیلئے پنٹ شرٹ کی پابندی:

بعض تعلیمی ادارے اور سرکاری دفاتر میں، طلباء اور ملازمین کیلئے پنٹ شرٹ کو یک نظام کے
طور پر اپنانے کی پابندی ہے، اور یہ طریقہ شرعاً درست نہیں، تعلیمی ادارے اور دفاتر کے سدا دروں
کو چاہے کہ وہ یہ ضابطہ برگز نہ بنائیں، طلباء اور ملازمین کو اس ٹائیپ نندی و لباس کے پہننے پر مجبور
کریں بلکہ شلوار قمیض جو قومی لباس ہے اور اسلامی اعتبار سے بھی یہ لباس صحیح ہے اس کو اپنانا چاہئے
۔ لیکن اس کے باوجود اگر کسی کو تعظیم یا ملازمت وغیرہ کی مجبوری کی وجہ سے اس کو پہننا پڑے اور دل
میں اس کو اچھا نہ جانے تو اس وقت بھی مجبوری اس کے پہننے کی گھٹائش ہے۔ لیکن یاد رہے اس
وقت پتلون ایسا ضابطہ بنایا جائے کہ اعتناء کو اچھی طرح چھپائے۔ نیز نئے سے لو پر رہے نئے
سے نیچے لٹکا اس صورت میں بھی جائز نہیں۔

چاندی کے تار والا کپڑا:

زری دار کپڑے جن کی ٹائی میں چاندی کا تار استعمال ہوا ایسے استعمال کا حکم یہ ہے کہ
عورتوں کے لئے مکھٹا جائز ہے۔

مردوں کیلئے ریشم یا سونے چاندی کے تار سے بنا ہوا یا کڑھائی والا کپڑا اس شرط سے جائز
ہے کہ ہڈی یا پھول کی چڑائی چار انگلیوں سے زائد ہو، لمبائی میں کوئی تحدید نہیں، ایسی چیزیں یا
پھول متحد ہوں تو ان کے جواز میں یہ شرط بھی ہے کہ ان کے درمیان ہڈی یا پھول کی چڑائی سے
زیادہ فاصلہ ہو، اگر فاصلہ ۷۰ یاکم ہو کہ دیکھنے میں پورا کپڑا ہی ریشمی یا زری دار نظر آتا ہو تو جائز
نہیں۔

باعتقل على السوء في قفاريته على القدر لا من أو لا من ربح
صاحب مصرومة و كذا المسوخ يذهب يمين أو كان عبد تقاض
والا لا

وقال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وظاهر الحديث عدم
جمع المنعوق ولو في عمامة كما بسط في الفتية
وقال العلامة ابن عابد رحمه الله تعالى : لو أن في رجل
أربع أصابع الخ (وعمل المراد قد الأربع أصابع طولاً وعرضاً أن لا
يبريد طول العلم وعرضه على ذلك أو المراد عرضه) فإنه لا
طول له على طولها للسناد من كلامهم الثاني ويعبد بقوله ما سبأني في
كلام المنعوق عن البخاري الزاهدني

(عوله وقاهر المذهب عدم جمع المنعرق) أي إلا إذا كان حط
من غيرا وحط منه غيره بحيث يرى كله قرا فلا يجوز كما سيذكره
عن الجاوي ومقتضاه حل الثوب المنعش بالحرير نظيرا ونسجاً
إذا لم يبلع كل واحدة من نفوثة أربع أصابع وإن رادت بالجسم ما لم
يركبه حريراً تأمل (رد المحتار ١/٢٢٤)

مستوی ریشم کا حکم:

سوال: آج کل مختلف قسم کے کپڑے مروا دیے ہیں، جن میں سے بعض نے بارے میں مشہور ہے کہ یہ ریشمی ہے اسی طرح جو رو مال کنہ سے پر دیکھنے کا معمول ہے انکی بھی ایک قسم ریشمی مشہور ہے۔ کیا عرف میں اس قسم کے کپڑے اور رو مال کے ریشمی ہونے کا اعتبار کر کے مردوں کیلئے اسکو حرام کہا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آج کل موڈ، مصنوعی ریشم استعمال ہوتا ہے اس لئے اسکا استعمال جائز ہے، اگرچہ عرف میں اسکو بھی ریشم کہتے ہیں، ہاں اگر کسی پیرے کا اصلی ریشمی ہوتا ہے، تو اسکا استعمال مردوں کیلئے ناجائز ہوگا چنانچہ لازم ہوگا۔

محارم کے سامنے خط و سطر کرتا:

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت اپنے محاکمات، باپ اور بھائیوں

کے سامنے بنادھنکار کر کے بیٹھ یا ان کے ساتھ سفر کرے یہ امر قی نقد جائز ہے۔ مگر اس نہ نے میں نکویہ میں فساد لب ہے اور بی بی اور بی بی آدمی کی محنت نے اتفاقی اقدام کو بالکل پامال کر دیا ہے، بے حیائی اور بے باکی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ باپ کے اپنی بیٹی کے ساتھ اور بھائیوں کے اپنی بہنوں کے ساتھ نہ کال کرنے کے والاتات پیش آ رہے ہیں، اس لئے شوہر کے سوا کسی بھی محرم کے سامنے بنادھنکار کر کے آنا خطرے سے خالی نہیں، اس سے احتراز ضروری ہے۔

مستون لباس:

مستون لباس کونسا ہے؟ اور کس لباس کو مستون لباس کہا جائے گا۔ اسکو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ سنت کسے کہتے ہیں؟

سنت کی تعریف:

فقہاء کرام نے سنت کی مشہور تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

انظر بقية المسلسلة في الدين من غير وجوب ولا اعتراض ،
ومعنى الطريقة المسنونة : ما واطب عليه النبي صلى الله عليه وسلم
ولا م يرد الا تائدا ، أو واطب عليه الصحابة رضي الله عنه كذلك ،
كصلاة الشرايع ، فإن تعينت يتركها كراهة وإساءة ، فهي سنة
سعيدة ، وتسمى سنة مؤكدة أيضا ، كالأذان والجمعة ، ومن
سراوتب ، كسنة الفجر والعصر والمغرب ، وإن لم يتحقق يتركه
كراهة أو إساءة ، وتسمى سنن الزوائد والعبير المؤكدة ، فتارك
المؤكدة يعاتب ، وتترك الزوائد لا يعاتب .

(رد المحتار ، ۱/۲۶۱ و ۱/۲۶۲ و ۱/۲۶۳) ، والتعريفات للزمخشري ،

والتعريفات الاصطلاحية ، و القاموس الفقهي ، مادة سنة)

خلاصہ میں کہ یہ ہے کہ "سنت" کہا جاتا ہے کہ فرض و واجب کے سوا وہ طریقہ جو دین میں رائج

ہو اور اس پر آپ کے بعد خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو۔

سنت کی اقسام:

سنت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) پہلی امر اس سے ہے کہ آپ ﷺ نے عبادت کے حوالہ پر آپ کے یہاں طاعت موکدہ یا سنت جو کہ کیا جاتا ہے، جیسے نماز، ہاں سنت، ان اقامت و غیر ملکہ مغرب و عشاء کی سنن، واجب اور ان کا حکم یہ ہے کہ اس کو نہ کرنے کی تاکید آئی ہے اور اس کا چھوڑنا مکرم ہی اور ناجائز و ماست ہے۔

(۲) دوسری امر یہ ہے جیسے آپ ﷺ نے عبادت کے طور پر نہ کیا، ایک ایسی نہ است مبارکہ کے طور پر وہ آپ سے صادر ہوئی سو وہ "سنت عارضیہ" ہے اور اسے "سنت زائدہ" بھی کہہ جاتا ہے جیسے ارٹھ پر ساری کرنا، جہنم ہاندھنا، منتقل یعنی شمس استعمل کرنے سے پہلے نہ کرنا، مخصوص وضع کا لباس پہننا، مخصوص انداز سے بیٹھنا، عمدہ ہاندھنا، وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں سنت عارضیہ میں سے ہیں، جیسے شرعی اصطلاح میں "سنت زائدہ" بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ان چیزوں میں آپ ﷺ کی طرح اور چودہویں مقصد ہوتا تو اس کے کرنے میں ثواب ہے اور اگر ان چیزوں میں اتباع کی نیت نہ ہو تو یہ اعمال فی نفسہ مہربان سے درجہ میں ہیں، اور بلا نیت اتباع سنت (مستحب) کا ثواب نہیں ملے گا، اور نہ کرنے والے پر کوئی ملامت بھی نہیں۔

سنت کی تعریف اور اس کی اقسام واضح ہو جانے کے بعد اب یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ حضرت ﷺ کا لباس کیا تھا، تاکہ لباس مستحسن کے تعین میں آسانی ہو سکے۔

آپ ﷺ کا لباس کیا تھا

جب کہ لباس قمیض، کماند، ٹوپی اور ٹنگی پہننا۔ حضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ اور شعور کا خرچہ جس احادیث سے ثابت ہے، بعض روایات میں پہننا بھی مذکور ہے۔ (نشر المکیب)

جام قمیض آپ ﷺ کو بہت پسند تھی، اور آپ ﷺ جو قمیض مبارکہ نہ رہا تو فرامات تھے، اس کے چند اوصاف درج آ رہے ہیں۔

(۱) حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا پیراں مبارکہ سوتی اور تک دامن و آستین والا ہوتا تھا، اور آپ کی قمیض مبارکہ میں ٹخنہ پاں لگی ہوتی تھیں اور قمیض میرک میں سینہ پر کریم ہوتا تھا اور کبھی قمیض کی سنت ہے۔ (حدیث علیہ السلام)

(۲) اس میں کاروبی نے امیانی سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کا کرتہ (قمیض) سوت کا بنا

ہو گیا تھا، جو یہ: وہ لبا بھی نہ تھا اور انکی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی۔ مناوی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ کا کردار (قیس) نکٹوں سے اونچا ہوتا تھا، اظہار شائی نے لکھا ہے کہ چڈی تک ہوتا تھا (شامی ترمذی)۔

(۳) حضرت: امام ذہبائی ہیں کہ حضورؐ کی قمیض کی آستین ہاتھ کے گھٹے تک ہوتی تھی۔

(سمائل برمدی)

(۴) حضور اکرم ﷺ کی قمیض کی آستین نہ اتنی جگہ تھی نہ اتنی کثرت تھی، بلکہ درمیانی

تھی، اور آستین ہاتھ کے گھٹے تک ہوتی تھی اور پورے بغیرہ پنجے تک، مگر انگلیوں سے تجاوز نہ ہوتا تھا۔

(۵) حضور ﷺ کی قمیض کا گریبان سینہ پر ہوتا تھا، کبھی آپؐ اپنی قمیض کا گریبان کھول

لیا کرتے تھے، اور سینہ اطہر صاف نظر آتا تھا، اور اسی حالت میں نماز پڑھتے تھے۔ (شامی

ترمذی)

ہذا حضور اکرم ﷺ کی قمیض اور جس وضع کی قمیض تھی، وہی ہی وضع بزواج کی نیت سے پہننا

سوجب ثواب ہے، اور چونکہ یہ سنت عادیہ میں سے ہے، اسلئے اہتمام کی نیت کے بغیر پہننے سے

ثواب نہیں ملے گا، اور نہ پہننے پر کوئی کراہت و ملامت بھی نہیں۔ (رد المحتار ۱۰۳/۱)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ معانی: اقول: فلا فرق بین

النفل وسمن الزائد من حيث الحكم لانه لا يكره ترك كل منهما،

وانما الفرق كون الاول من العبادات والثاني من العادات، لكن

عليه ان الفرق بين العبادات والعادات هو النية المنصنة بالاعمال كما

هي الحکامي وغيره، وجميع افعاله صلى الله عليه وسلم مشتملة عليها

كما بين في محله، (رد المحتار: ۱۰۳/۱ باب الوضوء)

شرعی لباس:

قرآن وحدیث کی رو سے شرعی لباس نے جو بنیادی اصول اپنی میان کیے گئے ہیں، ان کی

رعایت کرتے ہوئے جو بھی لباس اختیار کیا جائے گا وہ شرعی لباس ہو گا اور حضور اکرم ﷺ کے طرز

پر ہو گا، اس لیے اس لباس کو بھی ”لباس مسنون“ کہا جائے گا اور اس کے پہننے سے سنت کا ثواب

ملے گا۔

ہاں شرعی کے یوں کے مسئلے میں حکیم الامت حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا ہے: "مضور (یعنی) کے طرز پر ہونے کے یہ معنی نہیں کہ بالکل ایسا ہی یوں ہو جو حضور ﷺ پر ہو، بلکہ جس لباس کی حضور ﷺ سے اجازت ہو، وہ بھی حضور ہی کا طرز سے ہو جو اس پر ہو وہ بھی حضور ﷺ ہی کے طرز پر ہے۔" (تہذیب المنوعات، ج ۱، صفحہ ۵۰۵)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"لباس مسنون یعنی آنحضرت ﷺ کا لباس ہمیشہ کے لیے کوئی مقرر نہ تھا، بلکہ مختلف حالات، صیف و شتر اور سفر اور دیگر رسمی اجتماعات کی وجہ سے مختلف اقسام اور الوان متحول رہا۔ لباس سادہ، ہر مزید و تکلف نہ ہو، وضع ایسی ہو کہ جو مسلمانوں کے امتیاز کو پائی رکھے، دوسرے اہل مذاہب کی وضع نہ ہو جیسا کہ کتب حدیث و تہذیب کے تتبع سے ثابت ہے ان امور مذکورہ کی رعایت رکھتے ہوئے پھر "مغز غص" خضابت ﷺ کا یہ تھا کہ لباس کی لنگر میں نہ رہے، تھے، وقت پر جیسا میسر ہو گیا خود نمونہ ہو یا معمولی اسی کو استعمال فرمایا۔"

کشافی: رد المحتار ج ۳۶ جلد اول، و انصواب ان المعطل
الطریق ضروری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التي منها و مر بها
ورعبت فيها و دوام عليها و هي ان هلبه على اللباس، ان يسهل ما نسير
من المسافر من الصوف نازلة و للفض نازلة و للثياب نازلة.

(رد المحتار، ج ۳۶، باب اللباس)

سوئے کا جن استعمال کرنا:

مردوں کے لیے خالص سوئے کا جن استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں مردوں کے لیے خالص سوئے کا استعمال حرام ہونے کی صراحت موجود ہے، اسی طرح حضرات فقہاء کرام و مراجعہ نے بھی اس کے حجاج نہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

(۱۶۹/۱، ج ۱، رد المحتار، ج ۱، ص ۱۶۹/۱)

(ولا يسهل: ان يسهل، و يذهب: و قصبة مطلقا الا محذورة و منطوقه

و حمية صيف منها) ان النقصه اذا لم يرد به الشرع.

(رد المحتار، باب اللباس، ج ۱، ص ۱۶۹/۱)

پس رکنا چاہتا ہے:

اصل یہ ہے کہ اگر وہ تہنہ و غیرہ کا پٹن بند کر دے یا کسی اور پٹے سے کبھی کبھار رکھے تو یہ بھی درست ہے، کیونکہ کبھی کبھار تہنہ کا پٹن رکنا - حضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ (شمائل ترمذی، وفاء ابی رشید ص ۵۸۰)

گرمیوں کا ایک طرف رکنا خلاف سنت ہے:

گرمیوں کے نیچے بیٹھنے کے درمیان میں رکنا چاہیے جیسا کہ عام طور پر رکھ جاتا ہے، اس سے بہت گرمیوں کے ایک طرف رکنا جیسا کہ بعض لوگ اس طرح رکھتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔

کحل لباس بحکمہ علی خلاف السنۃ یکنون لہ مکروہا و ہا و ہو
مثل الثوب النکھار و الثوب المصنوع و الثوب المصنوع و الثوب المصنوع
المصنوع و الثوب المصنوع و الثوب المصنوع و الثوب المصنوع
و الثوب المصنوع و الثوب المصنوع و الثوب المصنوع و الثوب المصنوع

(المصنف فی الفقہی کتاب اللباس ۱/۱۶۲)

ٹوپی اسلامی لباس کا شعار ہے:

عامہ جیسے امر دین میں بکڑی اور قلنسوا جیسے اردو میں ٹوپی کہتے ہیں ایسے انہوں قسم کے لباس خود آنحضرت ﷺ سے پہننا ثابت ہیں اور صحابہ کرام نے بھی انہوں کا استعمال فرمایا ہے ان حضرات سے تکرار آج تک ہر زمانے میں عباد کرام اور صلحاء امت کا اسی پر عمل رہا ہے جس پر بے شمار واکل امایہ اور فقہی کتابوں میں موجود ہیں البتہ عامہ باندھنا اور ٹوپی پہننا مستحسن ہے البتہ یہ سنت زائد ہے جس کا درجہ مستحب کا ہے اور یہ لباس کی سنت ہے۔

ننگے سر رہنا پسندیدہ نہیں:

نہ نہ کے علاوہ عام حالات میں بھی عمامہ یا ٹوپی پہننا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کا معمول تھا، آج تک دیندار مسلمانوں میں یہ طریقہ چلا آ رہا ہے اسی لئے سر پر ٹوپی یا عمامہ استعمال کرنا اسلامی لباس کا شعار ہے اور کئی اسلامی تہذیب ہے اس کے برخلاف عام حالات میں ننگے سر رہنا پسندیدہ اور خلاف ادب ہے اور یہ انگریزوں کی تہذیب ہے جو اسلامی تہذیب کے بالکل خلاف ہے البتہ اقلیتی اور مغربی تہذیب کی مخالفت اور انگریزی تہذیب کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب کو

اختیار رکھنا چاہئے۔

شیخ عبد القادر بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"اور چونکہ وہ چند عورتوں میں غلبہ نہیں ہے اس بارے میں پابندی اور باقاعدہ سبب نہیں لگائیں گا۔ معمول اور سن کی عادت یہ ہے کہ وہ اس کو چھو پائے۔ رکھتے ہیں۔ اس لئے سر کو وہ جن نے اپنے منہ کو انہوں کے سامنے کھولا رکھا ہے۔" (دعوت اسلامی، ۱۳۶)

اور علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ

"محققان پر یہ بات بھی نہیں ہے کہ عورتوں نے راستے سر کھلا رکھنا پابندی دینے سے بری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور یہ ادب و حرمت اور شرف و عفت سب کے خلاف ہے۔ شریعت میں صرف اگر اس چیز میں سر کھل کر رکھنے کا حکم ہے۔ جس کا مقصد تعبد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی خفا مندی اور اپنی بندگی کا اظہار۔" (فتاویٰ ربیعہ، ۲: ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲)

ٹوپی کے بغیر نماز پڑھنا:

ٹوپی اور گچڑی کے استعمال میں نماز اور خادق نماز کا کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں جگہ صحت پر ہے۔ البتہ نماز ایک نہایت باعظمت فریضہ ہے، نماز کیلئے لباس میں زینت اور قفل اختیار کرنے کے بارے میں کتب حدیث اور فقہ میں بہت سی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ حضرات مفسرین اور فقہاء کرامؒ نے نماز کیلئے ترین اور قفل کو مستحب لکھا ہے۔ اور سر کا حجاب کر نماز پڑھنے کو افضل فرمایا ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص کسی احتیاج سے بغیر ٹوپی نماز پڑھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنانا مکروہ ہے۔ اور اگر (نحوۃ اللہ) نماز کی توجہ کرنے کے ارادہ سے ٹوپی اتار کر نماز پڑھتا ہے تو یہ مکروہ ہے۔ آج کل جو لوگ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھتے ہیں ان کا یہ فعل بلاشبہ مکروہ ہے اور اسلامی شعائر کے خلاف ہے۔ جس سے ان کو پتہ چاہئے۔ (رد المحتار، ۱/۶۶۱)

علامہ ذہب کوثری نے لکھا ہے کہ بغیر عذر ننگے سر نماز پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ ننگے سر نماز پڑھنا نصاریٰ کی عادت ہے۔ (مقالات کوثری، ص ۱۷۲) جب کہ نصاریٰ کے کتب سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یہ ہے۔ کیونکہ احادیث میں غیر مسلمانوں کے ساتھ کتبہ اختیار کرنے سے سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔ (ترمذی، ۹/۵) اور اس سے واضح ہو رہا ہے کہ ستر اس کا حکم اگرچہ فی نفسہ مستحب کا درجہ رکھتا ہے، لیکن سر کھلا رکھنے کی صورت میں نصاریٰ کے ساتھ کتبہ کا اندیشہ ہے، اس

خاندان سے سترائیں کا معاملہ بہتر یا وہ اہمیت کا حامل ہے۔

بہر حال نماز ہو یا خالق نہ ہو سترائیں کا حکم صحیح حادیث سے ثابت ہے اور یہ اسلامی لباس کا شعار ہے۔ حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عین عظام اور چوری امت نے یہ وہ پہلا کامل اس کے مطابق چلتا آ رہا ہے لہذا ٹوپی یا عمامہ پہننے کو نہ پتہ نہ پامٹ جا۔ سمجھنے کے بجائے اس کے پہننے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

پلاسٹک یا چٹائی کی ٹوپی کا حکم:

نماز ایک عظمت فریضہ ہے اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ پاک صاف لباس پہن کر اور صاف ستھری ٹوپی سے سر ڈھک کر ادا کرنا چاہیے۔ ایسے خراب یا گھٹیا دیہ کے یا میسے کیلے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، جنہیں پہن کر آدمی دلوں سے ملنے کے لیے جانے میں عار محسوس کرے۔ لہذا ہر نمازی کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھ صاف ستھری ٹوپی رکھے اور نماز میں نہ کوہ استعمال کرے۔ پلاسٹک یا چٹائی کی ٹوپی استعمال نہ کرے، کیونکہ ایسی ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے مسجد کی انتظامیہ کو بھی چاہیے کہ وہ پلاسٹک یا چٹائی کی ٹوپیاں مسجد میں نہ رکھے اور نہ ایسی ٹوپیاں رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرے اور اگر رکھنا بھی چاہے تو کپڑوں کی صاف ستھری ٹوپیاں رکھی جائیں اور انتظام و صلیقے کے ساتھ رکھی جائیں اور جب بھی اتفاق سے کسی نمازی کے پاس ایسی ٹوپی نہ ہو اور سر ڈھکنے کے لیے اس کے پاس کوئی بڑا رد مال وغیرہ بھی نہ ہو تو ایسی مجبوری کے وقت ننگے سر نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ مسجد میں موجود ٹوپی پہن کر نماز پڑھ لیں لیکن اس کی عادت نہیں بنانی چاہیے۔ (رد المحتار: ۱/۲۲۶)

و صلواتہ می نیت بلذاتہ یلبسها می بیتہ و مہنتہ ای خدمۃ ان نہ

غیرھا والا لا، مکسر الماء السو حدة و سکوف الدال المصحمة المخدمۃ

والا یستفان، قس فی البحر و فسرھا می شرح الوقایۃ لما یبسی می بیتہ

ولا بدھب بہ یشی الا کابر و الظاہر ان مکرھا تشریعیۃ اھ۔

(رد المحتار: ۱/۲۲۶، ۲۲۷ مکر و محال الصلاۃ)

ٹوپی کی کونسی قسم سنت ہے؟

حدیث شریفہ کے احاطہ کے مطابق ٹوپی دور، گول، لونی چاہیے، اور بعض روایات میں

منصور علیہ السلام نے پان تین طرح کی ٹوپیاں ہونا ثابت ہیں ایک قسم وہ تھی جو سر کے ساتھ چمکی ہوئی تھی، دوسری قسم وہ تھی جو سر سے کسی قدر اونچی ہوتی تھی۔ جب کہ تیسری قسم کی ٹوپی مذکورہ دونوں قسم کی ٹوپوں سے نیشنال یا دیوڑی اور کشادہ ہوتی تھی کہ کان بھی اس سے ڈھک جاتے تھے۔

(مکتاب النہی سبلۃ للمعصیہ، ۱/۱۶۶)

لہذا اس طرح کی ہر قسم کی ٹوپی پہننا بلاشبہ درست ہے اور ہمارے یہاں جو ٹوپیاں مروج ہیں ان سب سے سنت ادا ہو جاتی ہے، البتہ لباس کے مطابق ٹوپی بھی محدود استعمال کرنی چاہیے۔

قراچی کی ٹوپی پہننا جائز ہے:

قراچی کی ٹوپی کی جنسی اقتدار سے یہاں رائج ہیں، ان سب کا استعمال جائز ہے، اور ان سے ٹوپی پہننے کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

قراچی کی ٹوپی بنانے کے سلیطے میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کسی حلال جانوری کھال ہو یا حرام جانور کو حلال طریقے سے ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت، کھال اور اس کے جسم کے دیگر سادے اجزاء پاک ہو جاتے ہیں اور اگر اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلا تو وہ بھی پاک سمجھا جائے گا اور اگر زندہ بچہ نکلا تو شرعی طریقے سے ذبح کرنے کے بعد وہ بھی پاک ہو جائے گا، ان تمام صورتوں میں اس جانور یا اس کے بچے کی کھال سے قراچی کی ٹوپی بنانا جائز ہے اور مردہ جانور کی کھال و پوست سے پاک ہو جاتی ہے، اور اس سے بھی قراچی کی ٹوپی بنانا جائز ہے، البتہ زندہ جانور (مثلاً بھینز وغیرہ) کو ذبح کیے بغیر کسی ایسے طریقے سے اس کا پیٹ چاک کرنا جس سے اس کو تکلیف ہو یا وہ مر جائے اس کو اور کسی طرح کی اذیت پہنچانا تا کہ اس کے پیٹ کا بچہ نکال کر اس کی کھال استعمال میں لا لی جائے یہ ہرگز جائز نہیں، البتہ بڑا اٹلا ہے، جو ایسا کرے گا وہ سخت گناہ گار ہوگا، اس لیے اس سے پرہیز کرنا لازم ہے، البتہ بھینز کو ذبح کرنے کے بعد پیٹ چاک کرنا یا ذبح کیے بغیر کسی ایسے طریقے سے پیٹ چاک کرنا کہ بھینز کو تکلیف محسوس ہی نہ ہو، اس میں گناہ نہیں اور اس کی کھال سے ٹوپی بنانا اور استعمال کرنا درست ہے۔

اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اس میں بھینز کی نسل کشی ہے یا بھینز سے انتفاع کا جو ایک عام طریقہ کھانے کا ہے اس کی مخالفت ہے ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ ٹوپی بنانا اور کوئی لباس بنانا یہ بھی بذاتہ خود ایک قسم کا انتفاع ہے۔

بیس الصوف والمشر سنة الانبياء عليهم السلام لانه آية الله اضع

(فتاویٰ مندیہ: ۳۳۱/۵۱ کتاب اللباس)

وفيه ايضاً: عن امي حبيفة رحمته الله تعالى: لا بأس ببس

الفسسوة الثعالب كذا هي المبسوطة وكان عن امي حبيفة رحمته الله

سحاب وعلى الفضحك فلنفسه سبور كذا هي اعيانية

(عالمگیریہ: ۳۳۳/۵۱)

عمامہ لباس کی سنت ہے:

عمامہ باندھنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے، اس لیے عمامہ باندھنا سنون ہے، دلالت یہ سنت زائدہ ہے، جس کا درجہ مستحب کا ہے اور یہ لباس کی سنت ہے، لہذا اگر کوئی شخص اتباع سنت کی نیت سے عمامہ باندھے تو بلاشبہ سب ثواب ہے اور اگر کوئی نہ باندھے تو کوئی گناہ بھی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے عمامہ باندھنے پر مواعبت (داعی خود پر) ثابت نہیں ہے، چنانچہ صاحب ”زاد المعاد“ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی استعمال فرمائی اور کبھی بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ استعمال فرمایا اور کبھی خود یعنی جنگی ٹوپی استعمال فرمائی، الغرض جس موقع پر جو مناسب سمجھا گیا وہی استعمال فرمایا۔

(ملاحظہ ہو: زاد المعاد: ۳/۶۹ و زیج العمامہ: ۱۹۰/۲)

قال العلامة انصاري حفظه الله: من سنن الاسلام لبس

العمامة، وهي من شعائر الدين، ومن هدي سيد المرسلين صلى الله

عليه وسلم، فقد كان صلى الله عليه وسلم يلبس العمامة، وبعض بها

في السلم والحرب، وكذلك اصحابه الكرام، كان لهم عمام

يتوجون بها رؤسهم، اقتداء بهدي سيد المرسلين صلى الله عليه

وسلم، ويكره للمسلم أن يبقى مكشوف الرأس

عند روي مسلم عن جابر رضي الله عنه: "أن رسول الله صلى

الله عليه وسلم دخل يوم فتح وعنه عمامة ب داء."

(المرجع: مسلم رقم: ۱۳۵۸ باب حرب: دخول مكة بغير احرار)

۱۔ ائمہ اربعہ - ۲۔ ۱۰۰۵

یعنی رسول اللہ ﷺ کی حالت جنگہ اور امن دونوں حالات میں نماز پڑھنا واجب تھی۔
اسلامت پر اذیت کرتے ہیں کہ حج مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ تہمیں داخل ہوئے آپ سے
رمیہ ایک پر سیاہ نماز تھی۔

روایتی ہے عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: "کلمی
انظر إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعبادہ عمامۃ من داء وقد
أخرجی طرہا بس کتفہ" (أخرجہ مسلم رحمہ ۱۳۵۲)
وروی الترمذی عن رکنہ کہ سمع لیسی صلی اللہ علیہ وسلم
بن عرق ما یساویں العشر کین العمام علی العلاء

(أخرجہ الترمذی ۱۷۸۹) واصل حدیث حسن عرب ۱

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق تو ملی پر ہمارے
ہاتھ ہے

أي العلامة العارفة التي تعيز بين الله -سب- والاشرك . هي العمامة ،
فهي شعار أهل الإسلام . وأهل العلم والنسب .
فهذا هدي النبي صلى الله عليه وسلم . وبوجه للأمة ، أن
يتميزوا عن الكفار ، بلبس العمام التي هي زيها العرب ، وهي
مطهر عنهم وكرامتهم . وهي إحدى شعائر الإسلام العظيمة .
ولقد قاسى أصحاب الرسول صلى الله عليه وسلم بهدي النبي
الكریم . فكانوا يقتلون به في أقواله ، وأفعاله ، ولباسه ، وحركاته .
وسكناته . فميسون العمام ، واشهر ذلك عنهم ، حتى صار جزءا
من حياتهم . وشه اترهم فاستبده !

فهذا سيدنا عبد الله بن عمر أشد الناس تمسكا بهدي الرسول
صلى الله عليه وسلم الذي قال هو نافع : إن رأيت ابن عمر يتبع آثار
رسول الله صلى الله عليه وسلم ، لقلنا : إن هذا المحبوب . يروي لنا

عنه مسلم في صحيحه هذه النفقة ، وهذا الحديث ، فيقول بسنده عن عبد الله بن دينار : إن رجلا من الأعراب ، يعني ابن عمر بن نفريق مكة ، قد سمع عبيد الله بن عمر ، وحفصه عني حمارا كان يركبه ، وأعطاه عمامة كانت على رأسه ، فقال له أصدقانه : عمر الله لك ، أنه طرب هذا الأعرابي حمارا كنت تروح عليه ، أي يركبه لراحتك ، وعمامة تشد بها رأسك ، وإنيهم الأعراب يرحلون باليسير !!

عبداللہ ابن عمر : إن أما هذا كان ودا - أي صديقا - لعمر بن الخطاب ، وإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : إن من أير سر - أي أفضل فعل الخير - حسنة الرجل فعل ودا أبيه - وإن أباه كان صديقا لعمر - (أخرجه مسلم في كتابه غير رقم : ۲۵۵۲)

هذه سيرة الصحابة ، وهذا تأسيهم برسول الله صلى الله عليه وسلم في هيتهم وبباسمهم ، ما كانوا يتركون شيئا ففعله رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا فعلوه ، امتزج حب الرسول صلى الله عليه وسلم بملوهم ، وسرى حب الناسي به في دمايتهم ، لذلك وجدنا ابن عمر ، يهدي عمامته لفضل الأعرابي - لأن أماء - صديقا لعمر بن الخطاب رضي الله عنه .

فأين نحن في هذا السرمال من أنفسنا ، زهدوا في هدي سبد القبر سليس ، فتركبوا العمام - بل عنها البعض من البدع ، مع أنها شعار أهل الإسلام ؟ وقد ذكرنا فيها سبق حديث الترمذي الذي يقول فيه صلى الله عليه وسلم : إن فرق ما ساء وبين المشركين ، العمام على الخلائس .

(أخرجه الترمذي : رقم ۱۷۸۳ وقال حديث حسن)

قال في حاشية مفتي الأبحر : العمامة سنة نبوية شريفة ، غفل عنها الكثير من الناس ، بل زهدوا حتى في تغطيته للرأس ، بما ليس من

عنہما کہ وہ وہاں الشیخ علی الغزالی: إنا رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى حاسر الرأس، إلا هي إجماعه، ومن هذا ذهب الفقهاء، إنى كراهية الصلاة حاسر الرأس، إلا أن يكون تدليلاً لله تعالى، وقد كان صلى الله عليه وسلم إذا اتم بسطل محاسنه بين كتفيه، كما رواه الترمذي.

فكيف يصلي بعض أهل العلم حاسر الرأس، وقد علموا أن ذلك من صلوات حدیثی الرؤس، وقد قال صلى الله عليه وسلم: من نسي يوم فهو منهيم، (أبو داود في سننه رقمه: ۴۰۳۶) ولاس تسمية رحمه الله في كتابه العيم، "فتضاء المصراط" فمنهم "كلام"، (فقه المعاملات)

عمامہ باندھنے کا صحیح طریقہ:

عمامہ یعنی بگڑی باندھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کو سر پر گوں پنج اور بانہ بھلا اور پورے سر کو اس سے ڈھانپے، صرف سر کے اور گردن و عمامہ لپیٹنا اور سر کے دو میان کو تنکا چھوڑنا مکروہ ہے، البتہ ٹوپی کے اوپر بگڑی باندھنے کی صورت میں سر کے دو میان کا بگڑی سے ڈھانپنا ضروری نہیں اور نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔

بغیر ٹوپی عمامہ باندھنا:

مگر میان جواز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ استعمال فرمایا ہے لیکن عام موصوفہ عمامہ کے بغیر ٹوپی نہ رکھنے کا تھا۔ سلف صالحین اور بزرگان دین کا عمامہ بھی اسی پر رہا ہے اس لیے بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا خلاف اولیٰ ہے مگر وہ نہیں نماز پڑھنا یا کراہت جائز ہے۔

محراب بنا کر عمامہ باندھنا:

عمامہ باندھنے میں سامنے پیشانی پر محراب بنانے کا ذکر کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتا، البتہ علماء و صلحاء کو پیشانی پر محراب بناتے و لکھا ہے، لہذا محراب بنا کر عمامہ باندھنا سنت تو نہیں ہے لیکن اگر بنا لی جائے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔

عمامہ کے کپڑے کی مقدار:

صحیح روایات سے ثابت ہے کہ کسی کوئی خاص مقدار تعیین ہونا ثابت نہیں ہے اس لیے ہر شخص اپنی حیثیت سے جتنے مناسب سمجھے عمامہ یا تکرہ سکتا ہے۔ ایسا زیادہ و نسبتاً ہونا چاہیے اور نہ ہی بہت چھوٹا بلکہ درمیانہ عمامہ ہونا چاہیے۔

وفی الناس والزیة فی الشریعة (الاسلامیة) لم یطلب الناس: فدر
العمامة عند کانت عمامة رسول الله صلی الله علیه وسلم وسطاً لا
کبیرة ولا صغیرة، وانه لم یطلب فی طوبها وعرضها شیء، فبنی
توسط فیها اقله بالیسی، علی الله علیه وسلم
وقال الفسطاطی فی العمامة: المدة: لم یکن عمامته صلی
الله علیه وسلم، الذکیرة لانی، وادی حاملها، ولا بالاصغیرة انی قد ر
عن وقایة الریش من الحر والبرد، بل وسطاً بین ذلک
فلم یقطع فی مواجب لدیہ من فرما تے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا عمامہ نہ اتنا
طویل تھا کہ ٹھنڈے والے کو اٹھائے میں تکلیف ہو نہ تا مختصر تھا کہ سر کو سردی و گرمی
سے نہ ہی سکے، بلکہ درمیانہ درجہ کا تھا۔

وفال انسوی فی (الحناوی فی الفتاوی) وأما مقدار العمامة
فمن یضرب فی حدیث: وقد روی البیهقی فی شعب، الإیمان
مسائل اس عمر کبیر کانت الی صلی الله علیه وسلم یعم؟ قال
: کانت مرید العمامة علی رأسه وبنورها من ورانه، ویرسل ذواله بین
کتفیه، وهذا بدل علی أنها عدة أدرع، وذاکر عن الترمذی أن الی
صلی الله علیه وسلم کان له عمامة فصیرة ستة أدرع، وعمامة طویلة
اسا عشر ذراعاً.

وفال الحافظ فی فتاویہ: لا یحصر فی طول عمامة من
صلی الله علیه وسلم فدر محدود، وقد سئل عہ الحافظ عبد العزیز
الاسلامی: فینم بذاکر شیان، قال: یس ححر المکی: لم یحدد فی

طلبتہا و عرضہا نس۔

وَأَمَّا مَا ذَكَرَهُ الْعَلَمِيُّ مِنْ أَنَّ طُلُوبَ سَبْعَةِ أَدْرَاجٍ، وَمَا حَاجَهُ عَنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَمِعَتْ فِي عَرْضِ دِرَاجٍ، وَأَنَّهَا كَانَتْ فِي السَّعْرِ بَيْضَاءَ - وَفِي الْحَقْرِ سُدَاءَ مِنْ صُوفٍ - وَأَنَّ عَذْنَهَا فِي السَّعْرِ مِنْ غَيْرِهَا - وَفِي الْحَقْرِ سَهَا [لَا أَصْلَ لَهُ] وَفِي تَصْحِيحِ الْمَصَابِيحِ لَا بَيْنَ الْحَقْرِ وَتَبَعَتِ الْكُتُبُ لِأَقْفٍ عَلَى قَدَرِ عِصَامَةِ طَلَبِي حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَمِعْتُ أَقْفَ عَنِّي شَيْءٌ .

وَمِنْ هُنَا يَتَبَيَّنُ لَنَا أَنَّهُ لَمْ يَنْبَغِ فِي قَدَرِ عِصَامَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ حَدِيثُ بَصْحِ الْإِعْتِمَادِ عَلَيْهِ . (حد : ۲۶۱)

رومال سے حمام کی سنت ادا ہو جائے گی:

وہر کے مسئلہ میں ذکر کردہ تفصیل کی رو سے چونکہ حمام کی سنت ادا ہونے کے لیے پکڑنے کی کوئی خاص مقدار معین نہیں ہے، لہذا پکڑنے کے خیال میں رومال سے حمام یا نہ جھنے سے بھی حمام کی سنت ادا ہو جائے گی۔

حمام میں شملہ کی مقدار:

پکڑی کا شملہ تم سے کم چار انگلی کے برابر اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ تک ہونا چاہیے اور شملہ کا اتنا لمبا ہونا کہ بیچنے کی حالت میں کمر سے تجاوز ہو درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیریہ : ۳۳/۵)

رَضِيَ رُوَاهُ عَنْ سَالِحِ بْنِ أَبِي عَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ عَوْفٍ بِعِصَامَةِ سُدَاءَ كَرَانِيسَ

وَارْتَعَاهَا مِنْ حَقْفَةٍ قَدَرِ أَرْبَعِ أَصَابِعٍ وَفَالِ هَكَذَا فَاَعْتَمِ .

(عمدة القاری : ۲۶۱/۷-۳۰)

شملہ کس جانب رکھا جائے؟

آنحضرت ﷺ سے شملہ کے مختلف طریقے ثابت ہیں اور حضرات فقہاء کرام ہر محرم اہل حق نے لکھا ہے کہ بگڑی کا شملہ پیٹھ کی جانب دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا افضل اور مستحب ہے اور

نہیں طرف رکھ بھی جائز ہے، البتہ ہمیں طرف رکھنے اور نہ رکھنے میں عہدہ کا اختلاف ہے بعض نے چاہا ہے اور بعض نے ناجائز اور بدعت کہا ہے۔

(نوفلہ لاس الحوری ص ۲۶۷، روحنا، نقیونہ ص ۱۵۳)

مہاجر کو کوئی اپنی عادت یا سہولت کی وجہ سے سنت کے بغیر شل پا میں چاہ پھوڑے تو یہ بہر حال ناجائز ہوگا۔

عمامہ میں دو شملے رکھنا:

آنحضرت ﷺ کے عمامہ کے اندر سے دو شملے اور ایک شملہ دونوں کا ادارت سے ثبوت ملتا ہے، لہذا مجزی میں ایک شمر رکھنا بھی درست ہے، دو دو شملے رکھنا بھی درست ہے۔

(علامہ ابن عثاری ص ۱۵۳)

قال الحافظ ابن قیم رحمہ اللہ: عن عمرو بن حریث قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من شمر علی عمامة سوداء قد

ارخصی صرفیہا میں کتفیہ (رد المحتار ص ۱۳۵)

عمامہ کس رنگ کا ہونا چاہیے؟

پہلے یہ بات ہو چکی ہے کہ عمامہ لباس کی سنت ہے اور عمامہ جس رنگ کا بھی ہو اس سے شمس و مہر کی سنت ادا ہو جاتی ہے، کس خاص رنگ کی پائندگی شرط ضروری نہیں، بلکہ خود عمامہ بھی ضروری نہیں جیسا کہ اوپر گواہ چکا ہے، بہر حال عمامہ سیاہ رنگ کا ہو یا سفید رنگ کا ہر طرح درست ہے۔ کیونکہ احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے کالہ عمامہ باندھنا بھی ثابت ہے چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آپ کے سر مبارک پر کالہ عمامہ تھا، نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ منبر پر قیام اور شافرمارہ تھے اور آپ کے سر مبارک پر کالہ عمامہ تھا اور سرورہ "عمامہ علیہ" ہی لباس المسحوبہ میں لکھا ہے منور علیہ سے سفید عمامہ بھی ثابت ہے، نیز سفرات میں وہ کالہ عمامہ نے جس کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کو سفید ہاں محبوب تھا اور آپ نے سفید لباس پہننے کی ترغیب بھی دی ہے، لہذا سفید عمامہ باندھنا افضل ہے۔

عیلا اور سبز عمامہ ثابت نہیں:

آخر احادیث میں عمامہ سبز کے ہر طور منور علیہ سے نکلے اور سبز عمامہ باندھنے کا کوئی

موت نہیں ملے۔ البتہ آپ روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہر پگڑی باندھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

”عن سليمان بن ابي عبد الله قال ادركت المهاجرين الاوائل

بشمول معاشم كرايس سود وبيض و حمر و خضر و صفر“

(معش من ابي نضر: ۸، ۲۲۱)

اور جہاں تک ہر پگڑی باندھنے کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے تو ایسے رنگ کی پگڑی باندھنا ایسا تعبد جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی ملت اہل بدعت کی علامت بن جائے تو اس کو بھی ترک کرنا اولیٰ ہے کہ کوئی چیز ملت بھی نہ ہو اور اہل بدعت کا شعار نہ بن جائے اور چونکہ آج کل ہر پگڑی باندھنا بعض اہل بدعت کی علامت اور شناخت بن چکا ہے اس لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

”کل سنة تكون شعار أهل البدعة تركها أولى“

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۹، ۱۶۷)

”في رد المحتار: ۶۱۶/۱“ (قوله تركها أولى) إذا تردد الحكم

بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة“

”جو سنت اہل بدعت کی پہچان اور ان کا شعار بن جائے، اسے چھوڑ دینا بہتر ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی عمل سنت و بدعت کے درمیان مشتبہ ہو جائے تو فعل بدعت پر ترک سنت راجح ہے۔“

نماز میں عمامہ کا حکم:

نماز میں عمامہ اور بغیر عمامہ کے ثواب میں فرق ہوگا یا نہیں؟ اس سوال کے جواب سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ جن علاقوں میں عمامہ کے بغیر لباس کو مکمل سمجھا جاتا ہے اور بغیر عمامہ گھر سے باہر نکلتا اور بڑوں کے مجمع میں جاتا مسیوب سمجھا جاتا ہے، وہاں بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ سنت پر عمل نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان علاقوں کے اعتبار سے عمامہ کے بغیر لباس مکمل ہے اور مکمل لباس (جو صرف گھروں کے اندر استعمال کیا جاتا ہے) میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

”و انکرو صلاۃ فی بیابان المبللہ بلہا فی“۔

(رد المحتار: ۱/ ۶۱۰، شہداد اعجازی: ۱/ ۲۵۶)

اور چونکہ مرد پاندھن سات زادہ ہے جس کا درجہ مستحب کا ہے لہذا اگر اجتماع سخت کی نیت سے پاندھے تو سوچیں کہ ثواب ہے لیکن اس کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا ثواب بغیر نماز کے پڑھی جانے والی نماز سے زیادہ ہے اور ختمۂ دعا ویت میں تلاش کرنے کے باوجود یہی کوئی حدیث نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ مرد کے ساتھ نماز پڑھنے میں بغیر نماز نماز پڑھنے کی یہ نسبت ثواب زیادہ ہے۔ ہاں بعض ایسی ایضاح یعنی بتاؤنی احادیث ملتی ہیں جن میں نماز والی نرانی فضیلت بیان کی گئی ہے لیکن وہ حدیث یا اتفاق محدثین موضوع ہونے کی وجہ سے کامل رہ اور غیر مستحکم ہیں۔

(۱۰۰ حصہ ص ۵۵۵، سنن الترمذی: ۶۷۱، علی القاری: ص ۲۳۲، الفوائد

الصالحہ ص ۱۱۰، حدیث صحیحہ ص ۱۸۷، و لا تکرہ العربیات: ص ۱۵۵)

”المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع: ص ۸۷“

(نوٹ) نماز کے مسائل میں مطلق کمال الدین صاحب کا رسالہ ”نہاس کے احکام“ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

پیرہہ کے احکام

مرد کے ستر:

ہل سے لے کر گھٹنے تک جسم کے حصے کو چھپا کر رکھنا فرض ہے۔ پیرہہ، شوشہ، دوسروں کے سامنے ستر کھانا حرام ہے۔ اگر کسی نے بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہوئے ستر کھول لیا تو اس کے ستر کی طرف عین بھی حرام ہے، ہاں بوقت ضرورت بقدر ضرورت کھولنے کی اجازت ہے، مثلاً اگر وہ کسی عورت یا عورتی باغی ہوئی کہ اس حصے کے معاینہ کے بغیر مرض کی تشخیص مشکل ہو تو وہی ضرورت سے وقت معاینہ کرنا جائز ہے یا تختہ کی ضرورت سے پاؤں اور دست کے وقت دایہ کا نظر ڈالنا وغیرہ۔ ضرورت کے وقت بھی چوٹی کو شش رہے کہ آسمان سے ٹھکراؤ اور دیکھا جائے۔

لشونہ عہ السلام: ”لا یطر الرجل لرجلی عورۃ لیسر ولا ینظر

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ وقت دے رہا ہے کہ اس سے شریعت جاری ہے، یعنی تبدیلی میں بھی متر کھول جائے گی۔

کھیل کود کے وقت متر کھولنا:

اکثر کھلاڑی کھیل کے وقت صرف چوڑی پہننے ہیں اسی طرح پیلوون کشتی کے وقت رانہ پوری کھلی رکھتے ہیں تو یاد رہے کہ اس وقت بھی رانہ کھلا رکھنا حرام ہے، وارن کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔

ثقل النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الحرجة لا تصحی وقد مرہ

وہم کثرت عن مہدہ قائل: عطاء اللہ اللہ ماہ مورقہ

(آخر حدیث الترمذی رقم: ۶۶۹۸، دار حدیث، حدیث حسنہ)

جناب رسول اللہ ﷺ کا جبراً بھی رضی اللہ عنہ پر متر ہوا اس میں سے ان کا متر کھولا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ران کو چھو کیونکہ یہ متر میں داخل ہے۔

وقال صلی اللہ علیہ وسلم لعلی رضی اللہ عنہ: لا تعبر

فحدک، وروی رواۃ اخری لا تعبر فحدک ولا تعبر فی حدک

میں، (آخر حدیث ابو داؤد، بی احسان، رقم: ۳۱۴۰)

اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب بنا کر فرمایا اے علی! اپنی ران کی جانب سے ظاہر مت کرو، دوسری روایت میں ارشاد فرمایا کہ کسی زیدہ و مرہ شخص کی ران کی طرف مت دیکھو۔

عورت کا متر دوسری عورت کے حق میں:

عورت کا متر دوسری عورت کے حق میں اتنی ہی ہے جتنا مرد کا متر دوسرے مردوں کے سامنے، یعنی کسی عورت کے لیے دوسری عورت کے ہاتھ، ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ حودہ یا اس کی طرف دیکھنا حرام ہے اور حرام ہے۔

﴿ہندی، دم لا ھتک، اللہ عنہ﴾ کما اخرج ابو یوسف عن النجدة

یسرع عنہما لیسبھا لیسبھا، چھاتی لیسبھا، تعورات النبی

أمر اللہ بسترھا، وحرہ کسبھا، وہا أحمد عن النبی

کے مطابق الٹ پیرہہ اور تھمبیاں ستر میں داخل نہیں۔ خدیر ہوا کہ اٹھلی بھی ستر میں داخل ہے، بند نہ من کو جسی کھنصطرات نے ستر میں داخل فرما دیا ہے۔

عورت کا حجاب غیر عزم کے سامنے:

اگر عورت کو کئی ضرورت سے غیر عزم کے سامنے آنا پڑے تو عورت کے ذمہ لازم ہے کہ چہرہ نسبت پرے جسم کو درپیش یا مٹائی چادر میں چھپا کر لے۔ غیر عزم کے سامنے ہی ضرورت شدید و جسم کے ہی حصہ کو کھولنا چاہئے نہیں۔

وَمِنْ مَّسِجِ الْحَرَامِ الشَّامَةِ مِنْ كَتَبَتْ لَوْحَةً فِيهِ الرِّجَالُ لَا لَاهُ مَوْرَةٍ

بَلْ نَحْوُ الْفَتْحَةِ كَمَسْجِدِ بْنِ أَمْسِ الشَّهْوَةِ لَا مَعْظُ

(ترجمہ: ۱۱- حاکم: ۷/۲۰۷ دار الفکر، بیروت)

چہرے کا پردہ:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْرِيْنَ عِلْمَهُنَّ﴾

مِنْ حِلِّائِهِمْ ذَلِكَ تَدْرِيْ اَنْ يَعْرِضْنَ عِلَّا يُوَدِّعْنَ ﴿(سورة الاحزاب)

”اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دیگر مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ جب ضرورت برآمد ہو تو چہرہ چھپا کر لے (چہروں کے اوپر) (مٹائی) چادروں کا حصہ لے کر (چہروں کے قریب کر لیا کریں۔ اس سے جلد پہچان لی جائے گی تو ان کو ایسا نہ ہی جائے گی۔“

تشریح:

اس آیت سے چند چیزیں ثابت ہوئیں۔ اس سے یہ کہ آنحضرت ﷺ کی بیویوں اور صاحبزادیوں کے ساتھ دیگر مسلمان عورتوں کو بھی چہرے بدن اور چہرے کو احاطہ کر لے کر چہرہ لہرایا گیا۔ اس سے باطل ہوئے کہ وہ لوگوں کی حسیاتیاں کی واضح تردید ہو گئی کہ پردے کا عزم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے مخصوص تھا۔

دوسری چیز یہ کہ اس آیت سے ثابت ہوئی کہ وہ یہ ہے کہ پردے کے یہ چہرے پر پردہ لگانے کا عزم فرما دیا گیا ہے اس سے یہ قہر پسندوں کے دعوے کی بھی تردید ہو گئی جو کہتے ہیں کہ عورتوں کو چہرے چھپا کر لے کر چہرہ لہرایا گیا ہے بلکہ مولویوں نے ایجاد کیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ دعوے

من آیت سے کس طرح انحراف کی صورت نکالتے ہیں ؟

تیسری چیز جو اس آیت سے وضع ہوئی کہ پرانے کے لیے جہاب استعمال کرنے کا حکم ہے۔ عربی زبان میں ”جہاب“ بڑی چادر کو کہتے ہیں۔ جیسے عورتیں اپنے پیٹے کے کپڑوں کے اوپر پیٹ کر باہر نکلتی ہیں۔ قرآن شریف نے آیت بالا میں حکم فرمایا ہے کہ عورتیں جس طرح جہاب کو اعضائے جسم پر اور پیٹے ہوئے کپڑے پر پہنتی ہیں، اسی طرح چڑے پر بھی اس کا ایک حصہ لٹکالیا کریں جبکہ عورتوں میں چادر پہننے کا رواج بعض علاقے میں ابھی تک قائم ہے اور برقعہ سی جہاب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ برقعہ کی نسبت یہ کہنا کہ شریعت میں اس کی کچھ وصل نہیں، سراسر بہالت ہے۔ برقعہ کا ثبوت تو ارشاد باری تعالیٰ جلیل میں صریح ہے۔ جس حدیث میں یہ آیت سے ثابت ہے، والہایت بعض برقعوں کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ جس سے پردہ کے چرٹا ہی کا سبب بن گئے ہیں۔

عورت کے چہرے کو پردے کے حکم سے خارج کرنے کی غلط خیالی بعض بریدہ افسر کے لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ دراصل ان لوگوں کو نماز کے مساکن سے واقفیت نہیں کیونکہ نماز کی کتابوں میں مذکور ہے کہ چہرے اور دونوں ہاتھ (گتھوں تک) اور دونوں پاؤں (گتھوں تک) چھوڑ کر عورت کا باقی تمام بدن ستر میں داخل ہے۔

نماز میں اگر چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھڑے تو نماز ہو جائے گی باقی تمام بدن ڈھانپنا فرض ہے۔ یہ مسئلہ شرائط نماز کے مسئلے میں لکھا گیا ہے۔ اگر پردے کے سسے میں بیان کیا جاتا تو ان لوگوں کا استدلال کچھ جاندار ہوتا۔ منکھول کر کرنا ہو جائے کہ جواز سے غیر محرم کے سامنے بے پردہ ہو کر منکھول ہوئے آنے کا ثبوت پڑتا ہے بدیہی اور خود فرسی ہے بلکہ قرآن وحدیث کے صریح حکم کے خلاف اپنی رائے زنی ہے جو انتہائی خطرناک ہے۔ چہرہ چھپانا ضروری ہونے کے لیے سورۃ الزاب کی مذکور آیت کے ہوتے ہوئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم ان فاسد اخیال لوگوں کی عقلی سے لیے ہم چاہتے ہیں کہ جس سے ان لوگوں کو فہم پہن رہا ہے اس کی تڑاید پیش کر دیں۔

درمقدار میں جس شرائط نماز کے بیان میں یہ مسئلہ نہیں ہے کہ چہرہ نہیں (تختیلیں) اور قد میں (پاؤں) کا حال اس مسئلہ نماز کے لیے ضروری نہیں ہے۔ ورنہ یہ بھی درج سے کہ

صحیح مسلم نے انشاء میں یہ حد بیان کی ہے: (۱۸۱) حد مرد

بحوف القصبہ (۱۸۲) حد مرد منوطاً بحد (۱۸۳) حد

”اور جو ان حد سے زیادہ گنہگار ہو اس کے ساتھ سے پھر و نحوہ لکھتے ہیں کہ ایک طائر میں
دو گنا یا اس سے زیادہ سے نہیں کہ چرواہا ان کے ساتھ میں داخل ہے۔ اور اس لیے کہ ان گنہگاروں نے
چرواہوں میں اکثر گناہوں سے۔“

شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ”اور اقلیم“ میں ٹھکانہ نہ بنایا کرتے تھے۔“

”اور اقلیم“ اصطلاحاً: ”اصحاح“۔ جعفر بن محمد القصبہ نے لکھا کہ

مناویہ لاؤں میں وہ ہے۔“

”قادیانی کی کتابوں میں ہے کہ جب صحیح یہ ہے کہ کانوں کے اوپر کا حصہ یعنی بالوں کو سر سے
نکل جائے تو ان کا قاصد کوئی اور قیام میں نہ ہے۔ کانوں کے نوپ کے لیے اور کانوں سے
نیچے کے حصے میں چرواہوں کے ایسے قادیانی تھے۔ یعنی دونوں حصوں کا ایسا واسطہ۔“
اسی طرح صاحب اربعۃ اربعین میں کی خبر ہے کہ قادیانیوں نے جن کی وجہ سے شہر کو یہ حق
لکھا ہے۔ اپنے بیوی اور اولاد سے۔ وہ اب قادیانیوں میں لکھتے ہیں۔

ابن تیمیہ: ”وہ چاروں حصوں کو کہہ سکتے ہیں یا شیعہ کو کہہ سکتے ہیں۔“

حدود العبادۃ (۱۸۴) (حدود العبادۃ: ۱۸۵) (حدود العبادۃ: ۱۸۶)

”اور جو اپنی بیوی کو سزا دے گا (۱۸۷) اور وہ اپنے چرواہے کو غیر محرم کے ساتھ لکھے یا غیر محرم
سے بات کرے۔ اور کوئی دے یا اس کی بلا اجازت اس کے پاس سے کسی کو کوئی ایک چیز
دے دے جو ان کا بلا اجازت سے نہیں دینی ہوتی۔“

اس حد سے اس کی کوئی تفسیر کے لئے ایک غیر محرم کے ساتھ چرواہوں کے کوئی کوئی نہیں
نہیں ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ غیر محرم سے بات کرے پر بھی گناہ ہے۔

انہوں نے یہ قادیانی لکھے ہیں کہ چرواہوں کو غیر محرم کے ساتھ سے بات کرنے پر
یہ یوں کہ: ”یہ عام میں کے چرواہا لکھا تھا۔ آج وہی ہے پر ان کے پاس سے ہیں اور اگر
وہ دے چرواہوں کو چرواہوں سے لکھے کو چرواہوں لکھتے ہیں۔“

پھر چرواہوں میں سے اور اصل چرواہوں سے اور کشش چرواہوں میں ہے۔ اور چرواہوں سے

سے خارج ہو جائے تو مقصد پر وہ یعنی مصمت و عفت کی حفاظت کلمے میں پڑ جائے گی۔ چہرہ صرف مجمع الجفائن ہی نہیں بلکہ مجمع العین بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو نظری کی حفاظت کی الگ الگ خطاب کی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَلْبَسُوا مَنَاسِبَ مَعْصَرٍ مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَبِحِفْظِ أَفْرُوجِهِمْ ذَلِكُمْ

لِرُحْمَىٰ لَهُمْ﴾ (سورۃ النور)

”آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی ٹکائیں نیچی رکھیں، اپنی ٹمرنگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔“ اسی طرح عورتوں کو بھی یہ فرمایا:

﴿وَلَا تَلْبَسُوا مَنَاسِبَ خَضَعَضٍ مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَبِحِفْظِ أَفْرُوجِهِمْ وَلَا

يَلْبَسْنَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ (سورۃ النور)

”اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی ٹکائیں نیچی رکھیں اور اپنی ٹمرنگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے سوا قلع کو) ظاہر نہ کریں مگر جو ان سے (خانہ) نکلا رہتا ہے (جس کو ہر وقت چھپانے میں حرج ہے)۔“

ان آیات میں مردوں اور عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور نامحرم عورتوں پر نظر نہ ڈالیں اور اپنی ٹمرنگاہوں کی حفاظت کریں۔

اسی طرح بعض احادیث میں بد نظری کو آنکھ کا زنا بتایا گیا ہے۔ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت پر لذت نفس کے لیے نظر ڈالی تو اس نے آنکھ کا زنا کیا۔ اسی طرح اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کے علاوہ کسی مرد کو لذت نفس کے لیے دیکھا تو اس نے بھی زنا کیا۔ تو بد نظری کا ختم عام طور پر چہرے کے حسن کو دیکھ کر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اسی سے دل مائل ہوتا ہے جس سے دوسری خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جسم کے بقراء اعضا کی طرح چہرے کو چھپانا بھی ضروری ہے۔ اس کو غیر محرم کے سامنے بلا ضرورت متاثر نہ دے کھولنا ہرگز جائز نہیں۔

بہر حال عرض کرنے کا حاصل یہ ہے کہ خواتین کو غیر محرم کے سامنے چہرے کا کوئی حصہ کھولنے سے مکمل اجتناب کرنا ضروری ہے۔ چہرہ کھولنا یا چہرے کا بعض حصہ کھولنا یا نقاب اس طرح باندھنا کہ آنکھوں کی پٹی کے ساتھ چہرے کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے جس سے چہرہ کی رنگ

ظاہر ہو، مسن کا پتہ چلے۔ مزاح شریعت اور انسانی فیرت کے خلاف سے اس لیے خواتین بھی اس کا استقام کریں اور مرد حضرات کو بھی چاہیے کہ اپنی خواتین سے چہرہ دکھانے سے روکنا انہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام جوانوں کو دین اور پردے کے احکام سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ہر قسم کے لغتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (۷۷۷)

نوٹ یہ مضمون رسالہ "شہنشاہِ ہند" سے معمولی رو بہ بدل اور اضافہ ترمیم کے ساتھ مانوفا ہے۔

غیر عزم کو تھکا :

عورت یا مرد کے ستر کے جس حصہ کو دیکھنا جائز نہیں اس کو ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں۔

وما يـحـ : نـضـ المـرحـلـ مـنـ المـرحـلـ بـمـاـحـ لـمـيـ كـلـا فـي الـهـمـايـة .

(همه کتب تکراریه: ۱۰۴/۱۰۴)

وفيه أبصا قال : وما حل النظر إليه حل مسه ونظره ونعمه : من

غير حائل ولكن انه ايّا - النظر إذا كان باعني علي نفسه الشهرة فاما

إِذَا كَانَ حَرْفٌ عَلَى نِسْبَةِ الشَّيْءِ فَلَا يَحْزِيهِ النَّظَرُ ، وَكَذَلِكَ الْمَسْ

نما يباح له إذا عجز عن تحلي نفسه وعيها الخشوع

(هدية: 5/5، 1/4 كرايه)

اجنبی عورت سے مصالحت کی ممانعت:

بلا کسی شدید مجبوری کے غیر محرم ہمارے کو ہاتھ لگا کر شرعاً جائز اٹکنا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو

باتھواں : قرارہا ہے، جیٹا نیچے، جی ٹی ٹی کی روایت میں ہے کہ

"وایمان غریبان وزیر احمد البطش"

یعنی، تمہوں کا بھی زمانہ ہے۔ تمہوں کا زمانہ ہے کہ (اچھن مری عورت کا) ایک دوسرے کو بکڑنا۔

عنه عليه السلام. أن يغضب في رأس أحدكم بمخيط من حديد

حبره من أن يصير امرؤ لا يحيا له . (رواه الخطيرنجي والبيهقي)

”اے سر میں سوئی ہو لیکن ادا، بہتر ہے اس سے کہ انہی عورتوں کو پھونسنے جو اس کے لیے

منالہ جیو

رہل اللہ سید خیر بھی عورتوں سے ہمہ فو نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کو کوئی عورت خورد خواست

کرتی تھی بھی آپ ﷺ صاف انکار فرمایا ہے، چنانچہ ایت میں ہے

عمر، اہلک احب۔ و محمد بن النکاح عن ابيہ۔ ت رقیقۃ اہلہ
 قالن انیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم می سہ فتابعہ فلما یا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تفرک بخلہ شلاً ولا سرف ولا قتل
 ولاد۔ اولاد کی بیعت ان کے ذریعہ ہیں ایسا و ارجحاً ولا عیبت می
 معروف حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا استطاعت و اطفال
 قضا اللہ و رسولہ ارجح منا باعنا ہنم تابعیت یا رسول اللہ قال می
 لا اصابع الساء و بسا فولی لسانہ امرآذ کفولی لامرآذ واحدہ او عمل
 فہ فی لامرآذ واحدہ

(مؤطا امام محمد۔ باب ما یبک و من مصافحۃ امسا)

”امیر بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا یہ ایت کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان
 بہت سی عورتوں کے ساتھ تھیں جو آپ سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی تھیں۔ ہم نے
 عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے بیعت کرتی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ نے ساتھ کسی کو شریک نہ
 کریں گے، جبری نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے، اپنی طرف سے کسی پر ہتھان نہ
 باندھیں گے، معروف (یعنی احکام شرع) میں دفرمائی نہ کریں گے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ
 جس قدر تمہارے اندر استطاعت اور قدرت ہو۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہم پر
 خود سے زیادہ شفیق ہیں۔ یا رسول اللہ! اپنے دست مبارک ہماری طرف جو مایع ہو کہ ہم آپ
 سے بیعت کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں میرا
 سوا عورتوں سے کچھ کہنا ایک عورت کو کہنے کی طرح یا ایک عورت کو کہنے کی مانند ہے۔ (مؤطا امام محمد)
 لہذا ۱۱ صحت کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ کسی اجنبی عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ رشتہ
 دار ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً چچی، ممانی، بچا زاد، ماموں زاد، چھوٹی زاد، خالوزاد، پھوپھا وغیرہ یعنی ایسا
 رشتہ جن سے براہ نہ کرنا فرض ہے ان سے مصافحہ کرنا ناجائز ہے۔

ساز سے مصافحہ کی گنجش:

جب کسی عورت سے شادی ہو جائے تو اس کی ماں اپنی ماں کی طرح ہوتی ہے حرمت میں اس

سے مصافحہ وغیرہ کرنا شرعی نكاح ہے۔ تاہم اس میں ایک نكاح ہے کہ بوقتہ مصافحہ اگر کسی ایک طرف ثبوت بھرتا ہے اور یہ مصافحہ باہمی عامل نے ہو تو ای صورت میں حرمت مصافحہ ثابت ہو جاتی ہے پھر اس سے بیوی بروس ہو جاتی ہے اور یہ حرام ہوتا ہے کہ حلق میں تو بھر بھی کسی نہ کسی صورت میں ملاں ہونے کی گنجائش ہوتی ہے بلکہ حرمت مصافحہ کے ذریعہ یہ حرمت ثابت ہوتی ہے وہ حرمت ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے۔ اب آئے ہم دوسری صورت میں یہ کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف ہو قیامت کی رسوائی اور ختم کے خطرہ کا اور ہوا اور بیوی سے نکل ہو چائے اگر ایسا نہیں کرتا ہے اور بیوی کو ساتھ رکھتا ہے تو زندگی بھر حرام میں مبتلا رہے گا اس سے بڑا گناہ ہو گا یا ہو سکتا ہے اس لیے اس سے معاف اور مصافحہ کرنے سے احتیاط کرنا چاہیے۔

والحلوة بالمحرم ما حلالاً ذلت رخصاً عاراً نصهرة العابد.

(رد المحتار ۱۰/۶۶۹۶۹ فصل فی الخلع و غنطار)

یعنی خرم مردوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا جائز مگر رضاعی بہن اور بوائے اس کے ساتھ خلوت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اشکال:

بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر سر مل میں چائے اور پھر اس سے معاف نہ ہو تو بھی ذکر سے تب تو ساری رشتہ داری ہی ختم ہو جائے گی۔ یہ اشکال ان لوگوں کو ہو سکتا ہے جو مزاج شریعت سے ناواقف ہو۔ احتیاط کرنے کے لیے قوس سے کہا جائے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ شہوت سے مغلوب ہو جائیں اور اس حالت میں مصافحہ کرنے ہمیشہ کے لیے بیوی سے محروم ہو جائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس طرح سلام کیا جائے کہ زبان سے ”سلاام علیکم“ کہا جائے اور خیر خیر سے معلوم کی جائے تو میرے خیال میں نشاء اللہ رشتہ داری اس طرح قائم رہ سکتی ہے۔

مرد کے لیے انگوٹھی کا حکم:

مرد کے لیے دو شرطوں سے انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

۱۔ چاندی کی ہو

۲۔ پانچ، شے ۹۹، حرام سے کم ہو۔

تکینے میں کوئی قید نہیں، جس چیز کا بھی ہوا، جتنے ذوق کا بھی ہو جائز ہے۔

قال العلامة الشمر تاشي رحمه الله تعالى : ولا يتحلّى الرجل بذهب وقضة إلا بخاتم ومنطقة وحلية سيف منها ولا يتختم بغيرها كحجر وذهب وحديد وصفر والعبرة بالحلقة لا بالفص .

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله ولا يتختم إلا بالفضة) هذه عبارة الإمام محمد رحمه الله تعالى في الجامع الصغير أي بخلاف المنطقة فلا يكره فيها حلقة حديد ونحاس كما قدمه وهل حلية السيف كذلك يراجع قال الزيلعي رحمه الله تعالى وقد وردت آثار في حواجز التختم بالفضة وكان للنبي صلى الله عليه وسلم خاتم فضة وكان في يده الكريمة حتى توفي صلى الله عليه وسلم ثم في يده أبي بكر رضي الله عنه إلى أن توفي ثم في يده عمر رضي الله عنه إلى أن توفي ثم في يده عثمان رضي الله عنه إلى أن وقع من يده في البحر فانفق مالا عظيما في طلبه فلم يجده ووقع الخلاف فيما بينهم والتشويش من ذلك الوقت إلى أن استشهد رضي الله عنه (قوله فيحرم بغيرها) لما روي الطحاوي بإسناده إلى عمران بن حصين وأبي هريرة رضي الله عنهما قالان نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن خاتم الذهب وروي صاحب السنن بإسناده إلى عبد الله بن سريّة عن أبيه رضي الله عنه أن رجلا جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من شبه فقال له مالي أحد منك ربح الأصنام فطرحه ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال مالي أحد عليك حلية أهل النار فطرحه فقال يا رسول الله أي شيء اتخذ قال اتخذ من ورق ولا تسه مثقالا فعلم أن التختم بالذهب والحديد والصفر حرام فالحق اليشب بذلك لأنه قد يتخذ منه الأصنام فاشبه الشيء الذي هو منصوص معلوم بالنص اتقاني والشيء محركا لنحاس قاموس وفي الجوهرة والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه

اسے ہفت بغیر حرام یا حلال لکھ کر جس پیکرہ و جھان : احدثنا بمع
 لحديث برودة أن رجلا جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم عليه السلام
 من شبه (أي السحاح الأصغر) فقال ما لي أحدث مثل ربح الأصنام
 معهم حرم جاء وعبه حرم من حديث فقال ما لي أرى عليّ حيلة
 أهل النار . فطر حرم فقال : يا رسول الله من أي شيء اتعذه . قال
 اتعذه من ورق ولا تسعه متغذلا . أخرجه أبو داود . وأبو حنيفة وفي
 مسنده رجل متكلم فيه فصحه المودعي في شرح المنهات لأجله ولكن
 ابن حبان صححه وأخرجه في صحاحه .

والبرء الثاني أنه لا بكراهة ورجحه المودعي في فروضة وهي شرح
 المسند قال تضعف الحديث الأول . ولما أخرجه أبو داود بأستاد
 حيث عن معتب الأصبهاني قال كان خاتم النبي صلى الله عليه وسلم
 من حديث منوى عليه الفضة . (سنن أبي برفاوى : ١٠ / ٧٥)

خداوند رشیدیہ میں ہے بوجہ اور بعض کی انگوٹھی میں مرد اور عورت یکساں ہیں اور اگر امت ان
 کے پہننے کی تحریم کی ہے نہ تحریمی کر مسئلہ اجتہاد فیہا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مردوں کو بھی
 درست ہے . (فتاویٰ رشیدیہ : ص ۱۹۶)

دانتوں کے گروہوں نے چاندی کا خول لگاؤ :

بعض لوگوں کے دانت ملتے ہیں اور بعض کے تو نکل کر گر جاتے ہیں اس کے بعد بعض لوگ
 سونے چاندی کے خول چڑھاتے ہیں شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں اس کے ساتھ وضو غسل کا کیا حکم ہو
 ؟

واضح ہو کہ ایہ خول لگانا چونکہ ضرورت میں داخل ہے اور اتارنے میں حرج ہے وہ دفع ہے
 شرعاً ایہ خول چڑھانا جائز ہے اور ہاں اتارے وضو اور غسل صحیح ہو جائے گا۔

وسلطائرها مشہورہ وفي كتب القوم مسطورة . بل مصواعی
 حوار اتحاد الايمان من ذهب وشدها به ولو كان مانعاً عن صحة
 الغسل لما افتراه . (أحسن الفتاوى : ۳ / ۴۳)

إذا سفل غرس أو بحر أو احتاج لرحل إلى استعمال الذهب
هي شبهة، سواء يجوز له التصرف به، لغة عدة الظرفية المشهورة
وهي قولهم: "الغرسات تبيع المحطورات" قال: استعمال غير
الذهب، هي بصلاح الأضراس أو الأسماك، فلا يفسح، حيث
يحتاج الغرس ويتصور بواسطة الطعام، ولا يفتح في حياته، لا
ذهب، لأنه لا يعبر ولا يتر.

وتبيل الإباحة ما روي عن الصحابي "عرصة من أسعد" أنه قال
: "أصيب أسي - أي لم يحد العروات - فالتحت أسي من ورفي -
أي من فصة - بأسن عسي - أي صار به رجعة كرجعة منة والتغير -
فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن ألتحفه من ذهب -
فدل هذا التحفيت على جواز استعمال الذهب لرحل عند
الضرورة.

طرحا یونی فرماتے ہیں کہ سونے کے قول چڑھا جائز ہونے کی دلیل حدیث میں ہے وہ
فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں میری ناک شبیر جوگی میں نے چاندی کی ناک تھان دوہہ پودار ہو گئی
تو سوں اندھینچنے لگا یا پائے سونے کی ناک تھانو۔

قال الغفران: يجوز لمن سقطت أسنانه، أو تعطلت أضراره، أن
يتخذ بدلها من الذهب أو الفضة، أو كذا في يجوز لمن سقطت أسنانه أن
يأخذ بدلها من الفضة أو الذهب.

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں،
نرسی خمس کا ذات ہے لگے تو ایں کو سونے یا چاندی کی تار سے یا تھان جائز ہے جیسا کہ
قادی قاضی ثناء میں ہے

إذا سحرت شبهة الرجل في أن قال فشدّها بذهب أو فضة لا
بأس به وليس هذا كالحطى الخ. (إمداد السفين: ص ۸۶۵)
قال محمد رحمه الله يشدها بالذهب أيضا وهو رواية عن الإمام

أبى حنيفة ذكره المحاكم هي المستفى والنسفى فى خلاصة المعنوى
بمحوار إتخاذ السن من الذهب والفضة .

(فتاوى عالمگیری کتاب الکراهة باب علقہ ۲۱۵/۱)

سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا:

آج کل بعض لوگ کھانے پینے کیلئے ایسے برتن استعمال کرتے ہیں جو کہ چاندی یا سونے کے
ہیئت ہوتے ہیں، کیا انہیں روئے شریعت ذیک مسلمان کیلئے ایسے برتنوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟
یاد رہے کہ حضور ﷺ کی تعلیمات سادگی اور بے تکلفی کا مظہر ہیں، سونے چاندی کے برتنوں
میں کھانے پینا تکلف اور عکبر ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس قسم کے برتنوں
کے استعمال سے منع فرمایا ہے لہذا ایسے برتنوں کا استعمال جائز نہیں۔

عن حذیقة رضى الله عنه قال نهانا النبي صلى الله عليه وسلم ان
نشرّب في أنية المنهب والمغصّة وأن نأكل فيها وعن نلبس الحرير
والبياج وأن نجلس عليه .

(تصحيح البخاري: ۸۶۸/۲ کتاب القیاس، باب من الحریر من غیر لبس)
سونے چاندی کے کپس کی گھڑیاں اور سونے کے کپ کاظم استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

سونے چاندی کے کپس کی گھڑیاں اور سونے کے کپ کاظم استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس
بارے میں ائمہ اربعین سے ایک سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: آج کل دلائی گھڑیاں سونے اور چاندی کی جو رائج ہیں ان کا استعمال شرعاً جائز ہے
یا ناجائز۔ اعداد و فی پرزے تمام لوہے کے ہوتے ہیں اوپر کا خول جو ہوتا ہے اس میں بھی غالب
حصہ دوسری دھات کا ہوتا ہے اور کثیر سونے کا۔ نیز یہ بھی مطلع فرمائیں کہ آیا ایسی چیزوں پر نیکوۃ
دعنا چاہیے یا نہیں اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کاؤنٹینر ٹین (دلائی گھڑی) جس میں سونے کا کپ رہتا
ہے اس کا استعمال بھی جائز ہے یا نہیں؟ بیخود توجہ!

جواب: یہ دلائی گھڑیاں جن کا کپس سونے چاندی کا کیا جاتا ہے اس میں چونکہ دوسری
دھاتیں غالب اور سونا، چاندی مغلوب ہوتا ہے اس لیے یہ سونے چاندی کے حکم میں نہیں بلکہ عام
دھاتوں کی طرح اسباب و متاع ملک داخل ہیں۔ (صریح بہ انہدایہ و تہرہا) لہذا ان کا استعمال

مردوں کے بچے چارہ ہے، روز کو قہ بھی مثل سونے اور چاندی کے ان پر نہیں آتی، البتہ اگر تھوڑے سے بچے لکڑیاں ہوں تو عام تجارتی مال کی طرح ان پر بھی زکوٰۃ نہ لگے گی، طاؤس نہیں ہیں، میں بھی ہر باب ہوتا ہے وہ بھی غالباً سونے کا نہیں ہوتا اس لیے چارہ ہے۔

احکام الصيد والنبات

اللہ تعالیٰ نے مساعیات میں ان جانوروں کو انسان کے لیے حلال قرار دیا جن کا گوشت انسان کے لیے نافع ہے۔ جیسے: اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، کڑیاں وغیرہ، اسی طرح بعض جنگلی جانوروں کو بھی حلال قرار دیا ہے جیسے: نل گائے، خرگوش، برون وغیرہ۔ جس کی تفصیل ظہر و باطن کے تحت ذرا لکھی ہے یہاں شکار اور زکوٰۃ کے احکام کا بیان ہے۔

قوله تعالى: ﴿أَحَلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةَ الْأَنْعَامِ﴾ (السائدہ: ۶)

”حلال ہوئے تمہارے لیے چوپائے مویشی۔“

وقوله تعالى: ﴿يَسْتَوِي ذَلِكَ مَادًا أَحَلَّ لَهُمْ غُلَّ أَحَلَّ لَكُمْ الطَّيْنُ

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْحَوَارِجِ مَكْلَبِينَ نَعْلَمُونَهُنَّ مِمَّا عَمِلَكُمْ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا

امْسَكْنَ مِنْكُمْ وَادْكُرُوا اللَّهَ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ

الْحِسَابِ﴾ (سورہ المائدہ: ۴)

”یعنی لوگ پوچھتے ہیں کیا کیا جانور ان کے لیے حلال کیے گئے ہیں فرما دیجئے کہ تمہارے لیے کل حلال جانور حلال رکھے گئے ہیں جن شکاری جانوروں کو تم نصیم دو اور تم ان کو (شکار پر) بھجوز دو، ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ نے تعلیم دیا ہے تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لیے بکڑ ہیں اس کو کھا لو اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں۔“

شکار کے حلال ہونے کی شرائط:

اول یہ کہ شکاری کتایا باز نکسا یا اور سدھایا ہوا ہو اور نکسانے سدھانے کا یہ اصول قرار دیا ہے کہ جب تم کئے کو شکار پر بھجوز دو تو وہ شکار بکڑ کر تمہارے پاس لے آئے۔ لہذا اس کو کھانے نہ لگے۔ اور باز کے لیے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ جب تم اس کو واپس بلاؤ تو وہ فوراً آجائے اگرچہ وہ شکار

سے پیچھے نہ رہا ہو۔ جب یہ شکاری جانور اپنے ساتھ جائے تو اس سے ثابت ہوگا کہ وہ جو شکار کرتے ہیں تمہارے لیے کرتے ہیں اپنے لیے نہیں۔ جب ان شکاری جانوروں کا شکار خود تمہارا شکار سمجھا جائے گا اور اگر کسی وقت وہ اس تعلیم سے خلاف کریں مثلاً اس کا خود شکار کو کھانے لگے یا بازار تمہارے بلاتے پر واپس نہ آئے تو یہ شکار تمہارا نہیں رہا۔ اس لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ تم فوراً اپنے ارادہ سے کئے کو یا بازار کو شکار کے پیچھے چھوڑ دینے ہو کہ وہ خود بخود کسی شکار کے پیچھے دوڑ کر اس کو شکار کر لیں۔ آیت مذکورہ میں اس شرط کا بیان لفظ ”مکلیب“ سے کیا گیا ہے۔ یہ لفظ دراصل تکلیب سے مشتق ہے۔ جس کے اصلی معنی کتوں کو سکھانے کے ہیں، مگر عام شکاری جانوروں کو سکھانے اور شکار پر چھوڑنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ صاحب جلالین اس جگہ مکلیب کی تفسیر دو سال سے کرتے ہیں جس کے معنی ہیں شکار پر چھوڑنا اور تفسیر قرطبی میں بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار کو خود نہ کھانے لگیں بلکہ تمہارے پاس لے آئیں۔ اس شرط کا بیان ﴿مسا لمسک علیکم﴾ سے ہوا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ جب شکاری کئے یا بازار کو شکار پر چھوڑ دو، بسم اللہ کہہ کر چھوڑ دو جب یہ چاروں شرطیں پوری ہوں تو اگر جانور تمہارے پاس آنے تک ذمہ توڑ چکا ہو تو بھی حلال ہے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ بغیر ذبح کے تمہارے لیے حلال نہ ہوگا۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایک پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ یہ شکاری جانور شکار کو ذبح بھی کر دے۔ اس شرط کی طرف لفظ جوارح میں اشارہ موجود ہے۔

مسئلہ: یہ حکم ان وحشی جانوروں کا ہے جو اپنے قبضہ میں نہ ہوں اور اگر کسی وحشی جانور کو اپنے قابو میں کر لیا گیا ہے تو وہ بغیر باقاعدہ ذبح کے حلال نہیں ہوگا۔

آخر آیت میں یہ حاکم بھی آ کر دی گئی ہے کہ شکار جانور کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حلال تو کر دیا ہے مگر شکار کے پیچھے لگ کر نماز اور ضروری احکام شریعہ سے غفلت برتنا جائز نہیں۔

(معارف القرآن: ۳۰، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸

بسم اللہ انہی کہہ کر کھلے پر چاڑھنی جو نے یہاں تک کھگے کی چار تیس کتہ جائیں۔ ایک نذرہ۔ جس سے جانور سانس لیتا ہے۔ دوسری وہ دم جس سے وہ پانی پاتا ہے۔ اور دوسری گیس جو نذرہ کے دائیں و بائیں ہوتی ہیں۔ اگر ان چاروں میں سے تین کتہ جائیں تو بھی ذبح درست ہے اور اس کا کھانا حلال ہے۔ اولیٰ نذرہ وہی گیس نہیں جو جانور مردار ہوگا اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔

قال فی الذبح: وعبودہ الحلقوم والصری ووالوۃ حوت وحادی
مقطع ای ثلاث منہا: وقسائل ایضا: ویدب الحداد شفرہ ففی
الاصحاح.

(رد المحتار، ج ۲، ۶/۵، کتاب الذبح)

ذبح کے وقت بسم اللہ کا حکم:

ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، لہذا جس پر نور کو ذبح کرتے ہوئے جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کا گوشت حلال نہیں، خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو، البتہ اگر بسم اللہ پڑھنا یاد نہ ہے تو ذبح حلال ہوگا، مثلاً فی حضرات مسلمان کے ذریعہ کو معلقہ حلال قرار دیتے ہیں خواہ وہ کسی مچھوڑے یا سیانہ۔

لَقَوْلِهِمْ نَحْنُ الْبَشَرُ: ﴿وَلَا تَكْلُواْ مما سَمِعْتُم مِّنْ بَشَرٍ﴾ بسم اللہ علیہ و آلہ
لفقوا واذ الشیطان لوبس حود ہنی اذ لیہم لیحادوا کم ﴿﴾

(سورہ الانعام ۱۶۶)

”اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کھانا کھانا ہے، یقیناً شیطان اول میں ڈالتے ہیں، اپنے دوستوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔“
ذبح کے وقت بسم اللہ غیر عربی میں کہنے کا حکم:

ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے، لیکن بسم اللہ کو عربی زبان میں کہنا ضروری نہیں، چنانچہ اگر کوئی ذبح کے وقت کہے کہ اللہ نے اس پر ذبح کرنا ہوں، تب بھی ذبح حلال ہوگا، اس میں التذویٰ نے ۴۵۰ میں ہے

(اب عنہا، روحہم اللہ لب بشر طوع العربیہ ولو کان ندکم وہ).

لیکن افضل اور مستحب یہی ہے کہ عربی میں یوں کہے، ”بسم اللہ انہی کہے“

حجرت کے ذبیحہ کا حکم:

اگر کوئی مسلمان خاتون جو ذبح کے طریقے سے واقف ہو وہ اللہ کا نام لے کر جانور ذبح کرے تو یہ بھی جائز ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں۔ ذبیحہ بلا کراہت حلال ہے۔
ذبح کے وقت پوری گردن کٹنے کا حکم:

ذبح کے وقت پوری گردن کا ثنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں جانور کو بلا ضرورت زائد تکلیف پہنچتا ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص قصداً پوری گردن کاٹ دے تو یہ ٹھیک امر چمکروا ہے تاہم گوشت کا استعمال مکروہ نہیں ہے۔

تا بالغ بچے کے ذبیحہ کا حکم:

اگر تا بالغ بچہ ذبح کا طریقہ جانتا ہو اور پھر اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔
گوشت کے ذبیحہ کا حکم:

گوشت مسلمان کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔

وشرط كون الذابح مسلماً حلالاً لا یمنی . قوله ونو الذابح
 محسناً أو امرأة أو صبیا یعقل لنفسه والذبیح ویضرب أو یضرب
 انحرس (رد المحتار: ۲۹۷/۲ کتاب الذابح)

اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم:

مسلمان کی طرح اہل کتاب یعنی یہودی، نصرانی جو دین سادہ پر ایمان رکھتا ہو اور ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام لینے کا ضروری سمجھتا ہو ان کا ذبیحہ بھی نعمہ حلال ہے۔

لتعذبه تعالیٰ : ﴿ وعلیہم الذین اوتوا الکتاب حل لکم وعلیہم
 حل لہم ﴾ (سورۃ المائدہ: ۵)

قال ابن عباس: ﴿ علیہم ﴾ ذبائحہم، (بخاری: ۳/۳۱۱)

وقال جمهور الامۃ ان ذبیحۃ کل نصرانی حلال سواء کان من

بني نخل و غیرہم و كذلك الیہود۔ (تفسیر قرطبی: ۷/۷۸۶)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ تمام فارسی سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دین میں

سنگڑوں تحریکات ہونے کے باوجود ان دو مسئلوں میں ان کا نہ سب بھی بالکل اسلام کے مطابق ہے یعنی وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا عقیدہ ضروری سمجھتے ہیں اس کے بغیر جانور کو مردار مہذبہ ناپاک اور حرام قرار دیتے ہیں۔ (معارف القرآن: ۱۰۱۳)

و طعام اهل الكتاب قال ابن عباس وابو امامه ومجاهد وسعيد بن جبیر وعكرمة وعطاء والحسن ومكحول وإبراهيم النخعي والسمدي ومقاتل بن حیان یعنی ذبائحهم حلال للمسلمین لا یجب بمقتدن تحريم الذبح بغير الله و كرون على ذبائحهم إلا اسم الله وإن اعتقدوا فيه تعالى ما هو منزله عنه تعالى وتقدس .

(تفسیر ابن کثیر مائدہ: ۱۱۹۳)

ب اگر کوئی نصرانی ذبح کے وقت اللہ کے نام کے بجائے عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے تو ان کا ذبح حرام ہوگا۔

ومستروط لحل ذبيحة الكشامي أن لا يذكر اسم غير الله ، فإن ذكر اسم المسيح عند الذبح حرمت ذبيحة ، لأنه أحل بغير الله ، وقد حرم الله ما أحل به لغيره أي ذكر عليها اسم غير الله تعالى عند ذبحه .

(فقہ المعاملات)

ظاہر کلام یہ ہے کہ کوئی یہودی یا نصرانی دین سادی پر قائم ہو اور اسلامی طریقہ پر ذبح کو ضروری سمجھتا ہو اور وہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نیکر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے، لیکن "وجودہ زمانہ میں ایسے الی کتاب پیدا ہو چکے ہیں اللہ ابود و نصاریٰ کا ذبیحہ حرام کہہ جائے گا۔

چنانچہ حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ ذبیحہ اہل کتاب پر مفصل بحث فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ "مگر تحقیق سے ثابت ہوا کہ وہ اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح کو ضروری نہیں سمجھتے کسی بھی طریقہ سے مار دینے کو کافی سمجھتے ہیں اور یہ ان کے ہاں عام مہموں سے بہتر پکڑی، بدن مردود ذبیحہ اور سمجھی کرانٹ کرانٹ لہذا ان کا ذبیحہ مختلف و موقوفہ کے حکم ہونے کی بناء پر حرام ہے۔" (احمدی شفا: ۱۱۶۶)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

وہ کھنا چاہے کہ آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں سے بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو دیر سے ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے بلکہ خدا کو جو دی کو نہیں مانتے بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں یہ لوگ اگرچہ مردم بخاری کے اعتبار سے نصاریٰ کہلاتے ہیں مگر عظم شرع میں ایسے لوگ ان کتاب نہیں ہو سکتے ان کا مذہب بھی کسی حد تک درست نہیں شرچہ ہم اللہ پر ہرگز نہ کر سہ اس لیے بہتر یہی ہے کہ غیر مسلم یہود و نصاریٰ کے ذریعے سے بھی تادمہ و راضی نہ کر سہ

(امداد المؤمنین: ۱۶/۱۹۳۱)

مذہب جانور کے پیٹ سے لگنے والے پچ کا حکم:

اگر جانور ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے مردہ پچ نکلا تو اس کا کھانا حرام ہے اس کو استعمال میں نہ لایا جائے اور اگر زہر دہی نکلا تو اس کو اگر شرعی طریقہ سے ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت حلال ہوگا فقہاء جو سختے ذکاوت پسند ذکیہ و امیر کا مطلب یہی لکھا ہے کہ بچے کے ذرا کھانا ذبحی طریقہ سے جو ان کے ذرا کھانے کا ہے۔

قال فی شرح التنویر: وفي مظلومة النفس قولہ إن التحیین مأمور بحکمہ لم یفتدک مذکاة امہ . محذوف المصنوع إن وقت لا یکتتم حقیقہ اکمل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ذکاة الحیض ذکاة امہ و حمہ الإمام عالمی التشبیہ ای کذا ذکاة امہ . دلیل انہ روي بالمصنوع وليس فی دمج الامام الامام الاولیہ لعدم التبیض بموتہ . (رد المحتار: ۲۱۳/۵)

(مجاہد در احسن الفقہاء: ۴۰۹/۲)

جانور غصہ اٹھانے سے پہلے مردہ اگر:

غصہ اٹھانے سے پہلے مذہب جانور کا سر تن سے نکل کر نہ کر دیا ہے کیونکہ اس میں بے ناکہ جانور کو تکلیف پہنچتا ہے البتہ ذبیحہ ال ہے

قال فی الدر المنثور: وکرہ کل تعدیب بلا مائدۃ مثل قطع لیس والصلح قبل الذبح . (رد المحتار: ۵۰/۲۰، کتاب الذبائح)

بندوق کا شکار بدولت ذبح حلال نہیں:

بندوق کا شکار اگر بائیکاٹ کے سے پہلے سرچے کے قوا میں سرچہ ہے اس کا کھانا حلال نہیں

ہے اور مختار میں ہے

او... وبقوله تعالى: لا بأس بالحدود

نور شریعہ میں ہے

فإن في سبي حمار لا يحصل صلب السدوفه والحجر والحصار
والأهـ... والأهـ... والأهـ... والأهـ... والأهـ...
الأهـ... والأهـ... والأهـ... والأهـ... والأهـ...
والأهـ... والأهـ... والأهـ... والأهـ... والأهـ...
والأهـ... والأهـ... والأهـ... والأهـ... والأهـ...

و صاحب مختار اراد ان لا يحصل

بندوق اور غلیل کے شکار کا حکم:

بندوق کے پھرے اور کوئی بندوقیں کے غلے ان سب کا شکار شرعی ہے کہ ان کے اور بھی ذبح
کا تحقق نہیں ہوتا اگرچہ بسم اللہ کہہ کر بندوق یا غلیل چھوڑی جائے یہ ہے کہ ذبح کرنے میں ہن
چوہوں، رگوں کا قطع کرنا ضروری ہے ان میں یہ شرط ہے کہ ان کو دھواں دھپڑ سے قطع کیا جائے کسی
بھجی چیز کے مدد سے تو زائد جائے بندوق کے پھرے کوئی اور غلیل کے غلے ظاہر ہے کہ دھواں
دار نہیں ہوتے اس لیے ان سے جو زخم نکلتا ہے وہ قلعے کرنے کے حکم میں نہیں ہو سکتا۔ لیکن نہ سب
میتیں یہ ہے جس کی تعداد کا تخمینہ ہی نہ کیا جاسکے کہ بندوق یا غلیل میں کی ہے۔ نیز در مختار میں ہے:

وحمل الذبیح بکن۔ ما عثری الا اذاع فانه الذم.

(۹۱۲) (۹۱۲) (۹۱۲) (۹۱۲) (۹۱۲)

جس سے معلوم ہوا کہ ذبح کے لیے قلعے کرنا عروق اور ہڈی کا ضروری ہے تو دیکھتے ہیں کہ یہ
صورت حاصل نہیں ہو سکتی۔ (۹۱۲) (۹۱۲) (۹۱۲) (۹۱۲) (۹۱۲)

حرام مغز کا حکم:

فقد نقل فی کتابہاں میں ماہ طور پر طلب جانور کے سات اجزاء کو حرام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حرام
مغز کا حکم انہی حرام ہے۔

کما صرح بہ الاذکار فی ص ۳۶۵ حیدر فانی ورہن حناح

الصلب . (ماحوذ از اعداد المغنن)

مثنیٰ ذبیحہ کا حکم:

مثنیٰ ذبیحہ کے بارے میں تفصیل جاننے کے لیے ایک سوال و جواب یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

۱۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ احادیث میں جو طریق ذبح مذکور ہے یعنی حلق اور لبہ پر چھری، چاقو وغیرہ دھاری دار آلہ سے ذبح یا نحر کرنا "امر عادی" نہیں بلکہ "امر عادی" ہے۔ عرب میں چونکہ اسی طرح جانور ذبح کیے جاتے تھے، اس لیے آنحضرت ﷺ نے بھی چند ہدایات کے ساتھ اسی طریق کو قائم رکھا، لہذا مسلمان یا کتابی بسم اللہ اکبر کہہ کر جس طریق پر بھی جانور ذبح کر لیں، ذبیحہ حلال ہوگا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

۲۔ صنعتی ترقی کے اس مثنیٰ دور میں انسان زیادہ سے زیادہ کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی بجائے مشینوں سے لے رہا ہے۔ چنانچہ یورپ اور امریکہ میں ایسی رقی مشینیں ایجاد ہو گئی ہیں کہ بہت سارے جانور اس کے نیچے کھڑے کر دیے جاتے ہیں اور ایک مرتبہ بین دبانے سے ان سب کی گردنیں کٹ جاتی ہیں۔ تو اگر بین دبانے والا مسلمان یا کتابی بسم اللہ اکبر کہہ کر بین دبانے تو یہ ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب

۱۔ یہ قول صحیح نہیں، جانور کے حلال ہونے کے لیے بھس قرآن "ذکاة شرعی" ضروری ہے اور "ذکاة اختیاری" کا طریقہ شرعیہ ذبح یا نحر ہے اور ان کا محل حلق اور لبہ ہے جس کا تعین حدیث صحیح میں "امور عادیہ" کے طور پر نہیں بلکہ "تشریحی" طریقہ پر کیا گیا ہے۔

۲۔ اس طرح جانور کی گردن اوپر کی طرف سے کاٹ کر علیحدہ کر دینا خواہ وہ چھری کے ذریعہ ہو یا کسی مشین کے ذریعہ، ذبح کے شرعی طریقہ کے خلاف اور باعفاق جمہور ناجائز اور گناہ ہے۔ البتہ جو جانور اس ناجائز طریقہ سے ذبح کر دیا گیا ہے اس کا گوشت حلال ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بین دبانے سے بیک وقت چھری سب جانوروں کی گردنوں پر آگئی اور بسم اللہ پڑھ کر بین دبا دیا گیا تو یہ ایک بسم اللہ سب کیلئے کافی ہوگئی اور اگر آگے پیچھے گردنیں کٹیں تو یہ بسم اللہ پہلے

جانور کیلئے کافی سوئی، باقی جانوروں کے لیے یہ بسم اللہ مستحب نہ ہوگی اور اس لیے باغیچہ امت یہ جانور حرام اور مردہ قرار پائے گی۔

پھر اس طرح گردن کے اوپر سے ذبح کیے جوئے جانور، جن پر ہمساتہ پڑھنا معتبر بھی ہے، ان کے مٹال ہونے میں اکتفاء صحابہ و تابعین میں اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا بھی حرام ہونے منقول ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس طریقہ ذبح کے ناجائز اور گناہ ہونے کے باوجود اس کے گوشت کو حلال قرار دیتے ہیں۔

(مرکز تحقیقات و توسعه کتابخانه‌های دیجیتال)

تفصیل و تشریح جواب:

تقصیل: انس ایمل کی یہ ہے کہ قرآن کریم نے کسی جانور کا گوشت حلال ہونے کے لیے زکاة کو ضروری قرار دیا ہے بغیر زکاة شرعی کے مگر یہ قطعاً حرام ہے۔ یہ زکاة قرآن کا ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کی تشریح مختصر یہ آئے گی۔

سورہ مائدہ میں قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے:

﴿ حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به

والمنعقة والمفردة والعتدية والنفطية وما اكل اربع الا ما

د کښم

اس آیت کریمہ میں حرمت سے مستثنیٰ صرف وہ جانور ہیں جن کو ذکاۃ شرعی کے ذریعہ حلال کر لیا گیا ہو۔ ذکاۃ شرعی کے متعلق امام راغب اصفہانی نے مقررات القرآن میں فرمایا:

و بحقيقة ان ملكية اخراج نحراره المهربية لكن حسبي في التبرع

باعتبار: سبحانه علي وجه تبارك و عه .

امام رافضیہ کی اس تصریح سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ ذکاۃً سلطاناً جانور کو قتل کر دینے کا نام نہیں، جبکہ اس کے نیچے ایک خاص طریقہ مقرر ہے۔ دوسرے یہ کہ خاکس طرح یہ بعض عبادات و رسم کے تابع نہیں، بلکہ ایک شرعی اصطلاح اور ایک قانون ہے۔

پھر قرآن و سنت نے ذکاوت کی دوسو تیس قراویں ہیں۔ ایک عتبیہ ری، جیسے گمراہوں اور چالوں
مردوں کی ذکاوت۔ دوسرے غیر عتبیہ ری، جیسے غبار یا جو چالوں کسی جہ سے قابو سے نکل جائے

مقررہ طریق پر ذبح نہ کیا جاسکے۔ دوسری صورت کی ذکاة حسب تصریح احادیث صحیحہ، ہمارے لئے
ساتھ تیر یا تیرہ وغیرہ سے زخم کا زخمی گردن اور ناک بھادیا جائے۔ ذبح یا زخم شرط نہیں۔

اور پہلی قسم یعنی اختیاری ذکاة کے لیے ذبح یا زخم ضروری ہے۔ گائے، بیل، ورنہ کی میں ذبح
کرنے کا اور اونٹ میں زخم کرنے کا حکم ہے۔

ذبح کی حقیقت یہ ہے کہ چار رگیں تو معلوم اور مرئی اور سناؤں کے دو طرف گردن کی
وکیں جن کو دو چین کہا جاتا ہے۔ ان کو قتل کر دینا اور زخمی صورت یہ ہے کہ جانور کو کھڑے کر کے اس کے
پہ یعنی حنظل کے گھڑے میں نیزہ یا پھری مار کر اسے بہہ دیا جائے۔

قرآن عزیز میں گائے کے شعلق ہونے کے بعد معروہ اور طواف صحیح ہونے کے الفاظ
سے اور نہ کے شعلق ہونے کے بعد معروہ اور طواف صحیح ہونے کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ گائے، بیل، ورنہ کی،
ونہ وغیرہ میں ذبح کرنا مسنون ہے اور طواف صحیح اور طواف صحیح کے الفاظ سے اونٹ کا زخم کرنا
مطلوبہ ہوا۔ کیونکہ یہ آیت اونٹ کی قربانی کے شعلق نازل ہوئی ہے۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں
انہوں کے شعلق صواف کا حکم بھی آیا ہے اس سے بھی اونٹ کا زخمی معلوم ہوتا ہے۔

رسول کریم ﷺ اور اسی پر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حال بھی یہی ہے۔ کیا رہا ہے۔ اس کے خلاف یعنی
اونٹ کا ذبح کرنا یا گائے، بیل وغیرہ کا زخم کرنا بھی منقول نہیں۔ اس لیے باتفاق امت ایسا کرنا
جائز نہیں، اگر کسی نے سنت کے خلاف ایسا کر دیا تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
اس کا گوشت بھی حرام ہو گیا۔ دوسرے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگرچہ طریقہ ذکاة خلاف
سنت ہونے کا ثناء ہے مگر چونکہ حقیقت ذکاة پائی گئی، اس لیے گوشت حلال ہے۔

لما فی البدائع ولو نحر ما یذبح وذبح ما یحجر بحل لوجود فری
الادواج ونکن بکرم لان فمسة فی الامل تنحر فی غیرھا الذبح (یومی
قولہ) وقال سائل اذ ذبح البدنة لا تحل لان الله نازله وتعالى امر فی
سدنة بالسنحر فقولہ عن شانه ﴿فعل نربط والذبح﴾ فاذ ذبح ترك
الماصور به فلا يحل. (بدائع ۴۱/۵)

بدائع میں مذکور ہے کہ اگر ذبح کیے جانے والے جانور کو زخم کر دیا، یا زخم کیے جانے والے جانور کو
ذبح کر دیا تو بیچ ملاں ہوگا اس لیے کہ گردن کی رگوں کا کٹنا یا میا نیکن عروہ ہوگا اس لیے کہ سنت

ہونے میں نہ ہے اور باقی میں ذبح ہے۔ مابہ نسبت ہا قول ہے کہ اگر انہی کو ذبح کر دے تو وہ حلال نہ ہوگی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ "فصل منہ" میں ہونے کو ذکر کر کے ظاہر کیا ہے تو یہاں اس شخص نے جیسے بکھرے ذبح کر دیا تو اس نے فصل مامور یہ جس کا حکم تھا اس کو ترک کر دیا۔

چاند کے حلال ہونے کے لیے ذکاۃ شرعی کی شرط اور ذکاۃ کی اقدار و احکام کے متعلق مذکورہ بالا تصریح سے قرآن و سنت اور اقوال مکیہ و مدینہ میں اتنی بات سمجھنے کے لیے کافی ہیں کہ ذبح کا جو طریقہ رسول کریم ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے وہ محض رحمہ علاقہ نہیں بلکہ جاہلیت کی رسوا اور بدوں کو بدل کر آئینہ "تقیدی" طریقہ جاری کیا گیا ہے جس کی خلاف ورزی گناہ ہے اور بعض صورتوں میں ذبیحہ بھی حلال نہیں ہوتا۔

موجودہ سوال میں ذکاۃ غیر اختیاری اور واث کے غور کی بحث نہیں۔ ذریعہ صرف دو یا زور ہیں جن کی ذکاۃ کا مسنون طریقہ ذبح ہے یعنی گائے، بکری، اونٹ وغیرہ۔ اس لیے ذبح کی شرعی حقیقت اور اس کی شرائط پر کسی قدر مزید تفصیل لکھی جاتی ہے۔ جس سے دوسرے سوال کا جواب واضح ہو جائے گا۔

ذبح کی تعریف صحیح بخاری میں حضرت عطاء بن ابی رباح سے یہ نقل کی گئی ہے: "انہ مع قطع الاوداج" اس میں اوداج: اودج کہ جس سے جو حلقوم اور مری کے درمیان بائیں و دوسوئی رگوں کا کام ہے اور جاوۃ ان کا قطع کرنا حلقوم اور مری کے ساتھ ہی ہوتا ہے اس لیے مراد ان چاروں چیزوں کا قطع کرنا ہے۔ یعنی معقوم جس سے سانس اندر آتا جاتا ہے اور مری جس سے غذا اندر جاتی ہے وہ دونوں طرف گردن کی سوئی رگیں جن سے خون کا سیلان ہوتا ہے اور ان کا محسوس متعین کرنے کے لیے ہدایہ میں رسول کریم ﷺ کی حدیث نقل کی ہے جس میں ارشاد ہے:

لذکاة بین اللہ والطہین

یعنی ذبح دونوں چیزوں کے نیچے گردن اور سینہ کے درمیان گزرتا ہے۔ اس درمیان میں جس جگہ سے بھی کاٹ دیا جائے ذبح درست ہوگا، جمہور فقہاء و امت کے نزدیک ذبح کی یہی تعریف ہے ورنہ نسبت فقہ میں بھی مذکور ہے البتہ اس میں ائمہ مجتہدین کے اقوال مختلف ہیں کہ ان چاروں میں سے اگر کوئی دیکھ جائے تو ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟ جس کی تفصیل میں جانے کی

اس جگہ ضرورت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کا مسنون اور شرعی طریقہ وہی ہے جو عام طور پر مسلمانوں میں رائج ہے کہ جانور کو لٹا کر گتے کی یہ چار موٹی رگیں قطع کر دی جائیں۔ جن سے خون بہہ جائے اور سر بالکل دھڑے سے علیحدہ بھی نہ ہوگا، گتے کو بالکل آخر تک کاٹ دینے کو کھنچ کہا جاتا ہے۔ حدیث صحیح بخاری میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

عن ابن حریج قال اخبرني نافع ان ابن عمر نهى عن النحر بقول

يقطع ما دون العظم ثم يدع حتى يموت .

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھنچ کرنے سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ گردن کی آخری ہڈی جس کو نفاخ کہا جاتا ہے اس کو قطع نہیں کرنا چاہیے، بلکہ چار رگیں کاٹ کر چھوڑ دیں یہاں تک کہ جانور مر جائے۔

اور بدائع الصنائع میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل ہے:

الا لا تنحروا الذبیحة .

یعنی مذبوح کا سر بالکل دھڑے سے مت الگ کرو۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کوئی رائے اور قیاس کا معاملہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا منع فرمانا اس کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہی منع کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اس لیے گتے کی رگوں کو اتنا گہرا کاٹنا کہ آخر گردن تک پہنچ جائے۔ اس حدیث کی رو سے ناجائز ثابت ہوا اور اس سے زیادہ اشد گناہ اور ناجائز یہ ہے کہ گدی کی طرف سے کاٹا جائے اور سر کو دھڑے سے علیحدہ کر دیا جائے۔ ہدایہ میں ہے:

ومن بلغ بالسكين النخاع او قطع الرأس كره له ذلك ونوكل

ذبيحته وإن ذبح الشاة من قفاها فبقيت حية حتى قطع العروق حل

لتحقق الموت بما هو ذكاة .

اور جس شخص نے ذبح کے وقت چھری کو نفاخ تک یعنی گردن کی آخری ہڈی تک پہنچا دیا تو یہ مکروہ ہے، مگر ذبیحہ حلال ہے اور اگر بکری کو گدی کی طرف سے ذبح کیا اور وہ عروق ذبح قطع ہونے تک زندہ رہی تو ذبیحہ حلال ہو گیا مگر ایسا کرنا مکروہ و ناجائز ہے۔

در مختار شامی میں ہے:

و كسره تحفه من و ما انا ان غدت. حذ حشر. مفتح الميوني والا انا

الحشر. مويها ولا كذا و... جمع و فطع راسه

جانور کو لکڑی کی طرف سے لایا کرنا مکروہ ہے اور جانور کی رتیں قحط جوئے تک زائد رہے
ورق حلال نہیں، کیونکہ وہ قسبان مر گیا، اور لایا کرنا بھی مکروہ ہے۔ یعنی گردن کی آخری بڑی شک
کاٹ دینا اور سر کو کاٹ دینا بھی مکروہ ہے۔

اور بدائع الصنائع میں ہے

و حذ حشر حشر جرد و غرة او مائة سبعة و اربع و سبعون
لان براه اس قبل: مضموم و ان و قد استاء ما حل الا ان و لا
انسي مفضل الله كذا و هو قطع معروف و اما الا ان ف و لا يذبح و لا يذبح
زيادة لا يستباح اليها هي الله كذا تقبكه ذلك و ان ضررها من الفف و ان
من ان قبل القطع بان ضرر على الثاني و لا يوقع لا نوكل لانها مانت
قبل الله كذا فكذلك مينة و ان قطع معروف قبل موتها نوكل نوحد
و اصل الله كذا و هي حية الا انه يكره دمل. (بدائع: ٤٢٥)

اور اقرا و انت و گائے یا بکری کی گردن پر گوارنا کر گردن گنگ کر دی اور بسم اللہ پڑھ کر ایسا
کیا تو اگر یہ کام حق سکھ رہے سے کیا ہے تب تو بیچہ حلال ہے مگر ایسا کرنا برا ہے۔ ذبیح کی حالت تو
اس سے ہے کہ کذا کا ذکر شریک پٹی تمیں و برائی اور گناہ اس سے ہے کہ اس شخص نے یا ضرورت
جانور کو غیر ضروری تکلیف دی۔ اس لیے مکروہ ہے، اور اگر گردن کے اوپر سے گوارا کر کرنا گنگ
کی ہے تو اگر عروق ذبح تک گوارا نہ پہنچنے سے پہلے جانور مر گیا، مثلاً آہستہ آہستہ کذا اور ذبح کی رگوں
تک پہنچنے سے پہلے مر گیا تو وہ حلال ہے، لکن اس کا حلال نہیں، اور اگر فوری طور پر کاٹ گیا اور
مرنے سے پہلے ذبح کی رتیں کٹ گئیں تو گوشت حلال ہے اگرچہ طریق ذبح مکروہ و ناجائز ہے۔
روایت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ جانور کو گردن کے اوپر سے کاٹنے کے طریق مشروع
کے خلاف اور ناجائز ہے اور گردن کو حشر سے علیحدہ کرنا گنگ ایک مکروہ فعل ہے نہ اگر گردن کے
اوپر سے کاٹنے کی صورت میں آہستہ آہستہ کاٹ جائے جس سے عروق ذبح قطع ہونے سے
پہلے موت واقع ہو جائے تو اس صورت میں ذبیح بھی حلال و حرام ہو جاتا ہے، ایستہ اترتہ چھری

سے فوراً گردن الگ کر دی جائے تو طریق ذبح خلاف شرع ہونے کے گناہ کے باوجود بسم اللہ پڑھ کر یہ عمل کیا گیا ہے تو ذبیحہ حلال قرار پائے گا۔

بکلی کی مشینوں کے ذریعہ دہریہ کی طرف سے چھری گردن پر رکھ کر گردن کاٹ دینے سے بظاہر یہ صورت تو نہ ہوگی کہ مردق ذبح قطع ہونے سے پہلے سوت واقع ہو جائے کیونکہ یہ قطع جلدی سرعت اور جیزی کے ساتھ ہوگا۔ اس لیے اگر مشین کی چھری گردن پر رکھنے والے نے بسم اللہ کہہ کر چھری رکھی ہے تو گو غیر مشروط طریقہ سے ذبح کرنے کا گناہ ہو مگر گوشت حلال ہو گیا۔

لیکن یہاں ایک مسئلہ دوسرا یہ سامنے آتا ہے کہ بہت سے جانوروں کو مشین کے نیچے ٹھہرے کر کے ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھ بھی لی گئی ہو تو کیا وہ سب جانوروں کے حلال ہونے کے لیے کافی ہے یا صرف پہلے جانور کے لیے کافی ہوگی اور دوسرے جانور مردار قرار پائیں گے۔

اس کے متعلق معتمدی تصویب اور اصول شرعیہ کا یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھنا اور ذبح کرنا دونوں متصل واقع ہوں، معمولی ایک آدمہ سنت کی تقدیم کا کوئی اثر نہ ہوگا کیونکہ اتنا فرق جو جانا عادتاً ناکرم ہے مگر اس سے زیادہ تقدیم ہوئی تو یہ قسیم ذبح کے متصل نہ ہونے کے سبب کالعدم ہو جائے گا اور جانور مردار قرار پائے گا۔

بدائع الصنائع میں ہے۔

لو قتلها من الذکاة الا اعتباراً بوقت الذبح لا بحوز نقد بها عیہ
الا بزمان قليل لا يمكن التحرز عنه لقوله تبارک وتعالی ﴿ولا تأکوا
مما لم یذکر اسم اللہ علیہ﴾ والذبح مصر فیہ معناه ولا تأکلوا مما
لم یر ذکر اسم اللہ تعالیٰ علیہ من الذبائح ولا یتحقق ذکر اسم اللہ
تعالیٰ علی الذبیحة الا وقت الذبائح۔ (بدائع الصنائع : ۴۹/۵)

تسمیہ (بسم اللہ) کہنے کا وقت اعتباراً ذکاۃ تسمیہ ذبح کرنے کا وقت ہے، لہذا پہلے سے بسم اللہ کہہ لینا جائز ہے، لیکن اس قدر قلیل زمانہ کے جس سے بچنا ممکن نہ ہو۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”اور مت کھاؤ اس جانور کا گوشت جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا۔“ (ذبح کا غلط یہاں مضمر (پوشیدہ) ہے اور معنی یہ ہیں کہ ذبح کے وقت جس جانور پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کا گوشت مت کھاؤ۔ لہذا ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا اسی وقت متحقق ہوگا جبکہ ذبح کے وقت نام لیا گیا ہو۔

کی بات پر جب یہ واقعہ نے سامنے آئے تو حضرت محمد بنہ تعالیٰ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک بکری کو ذبح کر کے اس کے لیے لٹایا اور اس پر بسم اللہ پڑھی پھر اس کو چھوڑ کر دوسری بکری کو اسی سہیلہ تسمیہ پر اکٹھا کر کے ذبح کر دیا تو یہ بکری مردہ ہے اس کا خانا ہمارے لیے نہیں۔ کیونکہ جو بسم اللہ پڑھی تھی اس کے اور ذبح سے درمیان فاصلہ ہو گیا۔

اور مسوطی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے

لَوْ بَدَأَ السَّابِغُ بِذَبْحِ الشَّائِبِ وَثَلَاثَةِ قِسْمِي عَلَيَّ لَأَوْفَى وَبَدَأَ

فَتَسْمِيَةً عَنِّي مَعِرَ ذَلِكَ عَعْدَا قَالَ يَا سَكِلَ الشَّيْطَانُ سَمِيَّ عَلَيْهِمَا وَلَا

يَا سَكِلَ مَا سَوَى ذَلِكَ (بدائع الصنائع : ۴۹/۵۰)

حضرت مسئلہ بتائیں۔ ایک ذبح کرنے والا دو یا تین بکریوں کو ذبح کرتا ہے اور اللہ کا نام پہلی پر لیتا ہے اور دہائی پر پھر اچھوڑ دیتا ہے (اس کا کیا قسم ہے؟) فرمایا (ایسی صورت میں) صرف ایک بکری حلال ہے باقی حلال نہیں۔

ابست اگر دو بکریاں تو ایک ساتھ رکھ کر دونوں کے گلے پر ایک وقت چھری پھیری ہے تو یہ تسمیہ دونوں کے لیے کافی ہوگا اور دونوں حلال ہو جائیں گی۔

لَوْ اصْطَحَّ شَاتَيْنِ وَامَرَ السَّكِينِ عَلَيْهِمَا مَعَانَهُ تَجَزَى فَمِنْ ذَلِكَ

تَسْمِيَةً وَاحِدَةً (بدائع : ۵۰/۱۵)

اگر دو بکریوں کو ایک ساتھ زمین پر لایا اور دونوں پر ایک ساتھ چھری پھیری تو اس صورت میں ایک مرتبہ بسم اللہ کہنا کافی ہوگا۔

روایات مذکورہ کی روشنی میں مسئلہ پر بحث: ”بہت سے جانور مشین کی چھری کے نیچے ٹکڑے کر دیے جاتے ہیں اور بسم اللہ پڑھ کر ان کی گردن کاٹ دی جاتے ہیں۔“ اس میں غیر مشروع طریقہ پڑھ کر ذبح کرنے کے معنی کے علاوہ صرف وہ جانور حلال سمجھے جائیں گے جن پر چھری ایک وقت پڑی ہے۔ بشرطیکہ مشین کی چھری چلانے کے وقت بسم اللہ پڑھ لی گئی ہو اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک یہ بھی طریق ذبح غیر مشروع مومن کے حسب حرام ہے اور جن جانوروں کی گردن پر چھری بسم اللہ پڑھنے کے بعد ترسجا پڑی ہے وہ ترکہ تسمیہ کی وجہ سے جہود کے نزدیک حرام اور مردہ قرار پائیں گے۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ بالا تفصیل میں سوال کے دونوں نمبروں کا جواب آگیا اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یورپ کے شہروں کا مزید طریقہ ذبح خلاف شرع اور موجب گناہ ہے۔ مسلمانوں کو جہاں تک قدرت ہو اس سے بچیں اور اپنے ملکوں میں اس کے رواج کو بند کریں اور یورپ کے علاقوں میں رہنے والے مسلمان جو اس طریقہ کے بدلے پر قادر نہیں اور گوشت کی ضرورت بہر حال ہے ان کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اس گوشت کا استعمال کرنا جائز ہوگا ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو حرام ہوگا۔

- ۱۔ مشین کے ذریعہ ذبح کرنے والا آدمی مسلمان، نصرانی یا یہودی ہو۔
- ۲۔ مشین کی چھری جانوروں کی گردن تک پہنچاتے وقت اس نے خالص اللہ کا نام بسم اللہ اکبر پڑھا ہو۔

۳۔ یہ چھری جتنے جانوروں کی گردن پر بیک وقت پڑی ہے وہ جانور ممتاز اور الگ ہوں۔ دوسرے جانور جن پر چھری بعد میں پڑی ہے اور وہ مردار ہیں، ان کا گوشت پہلے جانوروں کے گوشت میں مخلوط نہ ہو گیا ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ باہر سے جانے والے اور مختلف علاقوں کے رہنے والے مسلمانوں کو ان شرائط کے پورے ہونے کا علم ہونا آسان نہیں اس لیے اجتہاد ہی بہتر ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دارالمعلوم کراچی)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ اور اس کے خلاف ایک فتویٰ حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں برائے تصویب پیش کیے گئے تو حضرت رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں جواب ارشاد فرمایا کہ حضرت مفتی شفیع صاحب مدظلہم کا جواب صحیح ہے، یعنی مشین سے ذبح کرنا جائز نہیں مگر (مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ) ذبیحہ حلال ہوگا۔

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ (احسن الفتاویٰ: ۷/۴۷۳)

اہل بدعت کے ذبیحہ کا حکم:

بعد از سلام مستنون ایک مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ بریلیوں کے چھپے نماز پڑھتا، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اور ان کے ساتھ کھانا کرنا شرعاً ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب کلی ثابت کرنا، آپ

کی شریعت کا انکار کرنا، آپ کو جبرجہ حاضر و ناظر سمجھنا، اہلینا مانتے ہوئے نقصان کا مالک سمجھنا، مافوق
الاسباب حاجت روا سمجھنا، اہل کی قبروں پر سجدہ کرنا، اہل کے تقرب و عبادت کی نیت سے کوئی جانور
ذبح کرنا یا حذر دوسرا پر پڑنا حاد سے ہے حاد کفر و شرک ہے۔

ایسے عقائد رکھنے والے شخص کا ختم یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، جو نماز میں پڑھی ہوں
ان کا اعادہ لازم ہے، ایسے شخص کا ذبیحہ بھی حرام ہے اور اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

البتہ جو شخص مندرجہ بالا عقائد نہ رکھتا ہو مگر بدعات (تبیخ، چالیسواں وغیرہ) کا ارتکاب کرتا ہو
وہ بدعتی ہے، اس کا ختم یہ ہے کہ اس کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مردہ و تحریمی ہے، انتقامیہ
مسجد پر لازم ہے کہ اسے معزول کر کے کسی صحیح السنۃ صالح امام کو مقرر کرے، ورنہ سب وبال
انتقامیہ پر ہوگا۔ امام کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر قریب میں کوئی صالح امام میسر نہ ہو جس کے پیچھے
نماز پڑھ سکیں اور اس بدعتی و فاسق امام کو بھانسنے پر قادر بھی نہ ہوں تو فرض نماز اسی کے پیچھے
پڑھیں، جماعت ترک نہ کریں۔ نیز ایسے شخص کے ذبیحہ کا طہال، حیاط ادا ہے۔

اس کے علاوہ جس شخص کے عقائد مشتبہ ہوں، اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے حیاط اور حتی
الامکان اس کے ذبیحہ سے احتراز لازم ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْبَاطِلَ﴾ (سورة النساء: ۶۸)

وَقَالَ الْحَبِيبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿وَاجْتَنِبِي وَبَنِيَّ أَبِ عَبْدِ الْأَعْتَمِ﴾

(سورة إبراهيم: ۳۵)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ عَابَ وَهُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ تَدَاخَلَ

النَّارَ." (رواه البخاري)

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ عَابَ وَهُوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ تَدَاخَلَ

النَّارَ." (رواه البخاري)

وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْ جَانِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا

وَلَمْ يَسْمَعْ قَوْلًا: "مَنْ لَعَنَ اللَّهَ لَا يَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْحَنَّةَ" وَمِنْ لَفْظِهِ

بشرک بہ شیئاً دخل النار .“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک مانا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

قال العلامة الحلبي رحمه الله تعالى : ما حرر من ان كراهة تقديم الفاسق كراهة تحریم و بكرة تقديم المبتدع ايضاً لانه فاسق من حيث لا يعتقد وهو اشد من الفسق من حيث العمل لأن للفاسق من حيث العمل يحترق بأهـ فاسق و يخاف و يستعفر بخلاف المبتدع . والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئاً على خلاف ما يعتقد اهل السنة و الجماعة و إنما يجوز الاقتداء به مع الكراهة إذا لم يمكن ما يعتقد به يؤدي إلى ترك كفر عند اهل السنة أما لو كان مؤدياً إلى الكفر فلا يجوز أصلاً . (غنيمة المستعملي شرح منية المصلي : ٥١٤)

اہل تشیع کے ذبیح کا حکم:

علماء متعین کے نزدیک موجودہ دور کے اہل تشیع قصب اور بعض وعات کی وجہ سے اور کفریہ عقائد رکھنے کی وجہ سے ان کے ذبیح کا حکم مرتدین کے حکم میں ہو کر کھانے کے قابل نہیں۔

لما قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البغدادي الرافضي إن كتاب الشيعين ومعناها فهو كافر وإن كان بفضل علماء اهل بكر و عمروضى الله عنهم لا يكون كافراً؛ لكنه مبتدع .

(خلاصۃ العنایہ ج ۱ : ۲۸۱/۵ کتاب الشراعیہ)

علامہ عبدالرشید بغدادی نے کہا کہ رافضی ائمہ حضرات شیعیان جو بکر، عمرو، گالی دیتا ہوا اور ان پر اہل وطن کرنا ہوا، وہ کافر ہے، اور اگر صرف حضرت علیؑ و شیعیان پر فضیلت دیتا ہو وہ کافر نہیں، فاسق بدعتی ہے

اونٹ ذبح کرنے کا طریقہ:

اونٹ کے ذبح کا مستون طریقہ ”خز“ کرنا یعنی اونٹ دنگڑا کر کے گردن میں چھرا گھونپ کر دیگیں کاٹنا۔

و السنة هي سبع لا بل أن تكون قائمة مقيدة بهل . معرھا . قال
تعلی (ع) و البلد جعلناها لكم من شعائر الله لكم فيها حیر داد کروا
اسم الله عليها صواف (ع) (صحیح : ۳۶) قال ابن عباس : صواف ای
قباعا .

ارشاد باری تعالیٰ ہے قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے اللہ کی یادگار بنا دیا ہے۔ ان
چو خوردوں میں تم بارہ عطا کر رہے ہیں سو تم ان پر کھڑے ہو کر اللہ کا شکر کرو۔

روایہ البخاری : عن انس رضي الله عنه قال : نحر النبي صلى
الله عليه وسلم سبع بدن فباعا ، وضحى بالمدينة كبش الملح
لغيره . (أمر جاء البخاري في الصحيح : ۲۹۶/۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ساتھ اونٹوں کا نحر فرمایا
(یعنی کھڑا کر کے چمرا گھونپ کر رکشیاں کات کر ڈونگ فرمایا) اور مدینہ منورہ میں دو چشتیہ سینٹ
والے سینٹوں کی قربانی فرمائی۔

عن ابن عمر رضي الله عنه انه انى عبي راح فذا نذاع مدنة مرمد
ان يحسرها . فقال له ابن عمر : بعنها هياماً مبيدة . سنة ابي القاسم
صلى الله عليه وسلم

(أمر جاء البخاري في الصحيح : ۲۹۶/۱ . باب معر أهل مقدنة قائمة)

احکام الاضحية و المنيقة

قربانی کا نصاب :

سو نے و چاندی ، مال ، تجارت اور گھر میں روزمرہ استعمال کی چیزوں سے زائد سامان کی قیمت
لگا کر ان میں نقدی چیز کی جائے ، ان پانچوں کا مجموعہ یا ان میں سے بعض ۹۰۰ روپے سو نے
یا ۱۱۲۰ روپے چاندی کے برابر ہوئے تو اس کے ذمہ قربانی واجب ہے مگر جو بے قیمت چیزوں سے
رانہ لباس اور ریڑی پورتنی وی جیسی خرافات انسانی مابہت میں داخل نہیں اس لیے ان کی قیمت
بھی مناسب میں لگائی جاتی گی۔

قال الامام الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویرثها الامام
والاقلیہ والیسار امدی تعلق بہ و حوت صدقۃ الفطر
وقال العلماۃ من حنفیہ رحمہم اللہ: والیسار الخ (فقہہ والیسار الخ)
بان اصل ما فی ذہمہم او عرضہ ایسا بیجا غیر مسکنہ و ثبات الخ
ومعنا یمتدحہ یعنی ان شیخ الامام حنفی (الفرغی) و صاحب الثبوت
الاربعة ثمرات فی السرایع بعد الخی و لانه فیما ذلک احدھا لمداۃ
والآخر للمعنی و ثالث للجمع و وفاد و اذاعہ .

و رد المحتار : ۲۱۹/۵

قربانی نہ کرنے پر وعیدیں:

فراہمۃ السلام: من کذب کہ نہ صبحہ ولم یصبح . فلا یقر من
مصلیہ . (أخرجه ابن ماجہ . وقال الحافظ بی "فتح" ۳/۱۰۰ ورواہ
نہصا احمد و زاد نعت)

یہاب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو (یعنی قربانی کے تعاب کا انکاب ہو) اور
قرنی ذکر کندہ ہو رہے ہو گا کہ اسے قریب محسن نہ کہے۔

رواج احمدی عن ابن عمر انه قال: افامہ التبیح حبسہ اللہ علیہ
و مسلم بہ حدیثہ عشر سنین یضیی

تحریر ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو مال تک مدینہ منورہ
میں پھر رہے ہر سال قربانی فرماتے تھے۔ ترجمہ

مسافر پر قربانی واجب نہیں:

مسافر یعنی جو شخص عید الاضحیٰ کے دنوں میں اپنے شریک حد سے اڑتے ہیں مکمل شری یا اس سے
زیاں دور کے فاصلہ پر ہوں اس نے کسی جگہ چدرہ بان یا اس سے زیادہ عرصہ ٹھہرنے کی نیت نہ کی
ہو اس کے مقربانی واجب نہیں۔

قال عسی رضی اللہ عنہ: لا حصۃ ولا شریق ولا عصر ولا
صحی الامامی مصر .

(آخره عبد الرزاق بن مهزيب (تتبعه) و بن أبي شيبة)

هذه الطحاوي: ولا تعجب لأضحية علي المصافر.

(الفناوی الهدیہ، ۱۵-۲۹)

شریک ہو کر قربانی کرنا:

ادیت رکائے بھینس کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور، جن آدمی شریک ہو کر بھی قربانی کر سکتے ہیں۔

نحوه روایت عس جابر رضي الله عنه قال : «شتركتنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في الحج والعمرة كل سنة في بدنة ، فقال رحل الحنابر ، أشتركت في البدنة يعني الفقرة ، ما يشتركون في الحضور ؟ أي الحمل . قال : ما هي إلا من الشدن . (صحيح مسلم : ٩٥٥/١)

حضرت جابر روایت فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج و عمرہ میں شریک ہوئے تھے اور قربانی کے بڑے جانور دینا نہ تھا۔ سات آدمی شریک ہو گئے کسی نے پوچھا اے اللہ! ہمیں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ فرمایا کہ اس میں سات شریک ہو سکتے ہیں۔

البتہ سرت سے زیادہ آدمی کا شریک ہونا چاہئے نہ کسی جو نور میں سات سے زیادہ آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی بھی قربانی ادا نہ ہوگی۔

يحب أن يعلم إن الشرافة لا تحزني إلا عن واحد وإن كنت
عظيمة والآخر والبغير عن سبعة إذا كانوا يربون به وجه الله تعالى
والقدر المسموع يجمع إريادة ولا يجمع التفتين .

(تاریخ ہند : قسط ۱۰)

قربانی کے جانور کی عمر:

بکری اور بھیڑ کی عمر ایک سال ہو گئے، پچیس دو سال، اسی وقت چوتھ سال، اب اس چھ ماہ کا شہنائی
موا، تازہ صحت مند ہوا اور کھلے میں سر کاٹا ہوا اس کی قربانی بھی جا رہی ہے۔

ذوات البهائم لا تدعى لامتثالها لأمر الله تعالى بحمل عبء
الخلق، بل لأنها لا تدرك حقيقة ما أمر الله بها.

علی ستہ مشہور :

قال العیسیٰ : النبی من الغنم والمعز : مائتم له ستة ومن البقر مائتم له ستان ، ومن الابل مائتم له خمس سنوات ، ولصح الحذقة إذا كانت سمينة عظيمة بحيث لو خلطت بالشاہا ، تشبه علی الناظر من بعید . (البیانہ علی الہدایۃ للمعینی : ۱۸۶/۴)

قربانی کا وقت :

شہر میں قربانی کا وقت عید کی نماز ختم ہونے کے بعد شہر میں کسی بھی ایک جگہ عید کی نماز کا ختم ہونا کافی ہے ، اگر کسی نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کی تو اس کی قربانی نہیں ہوگی ، اس پر لازم ہوگا کہ دوبارہ قربانی کرے۔

لنقولہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم : من ذبح قبل الصلوۃ فائما ہو لحم قدمہ لاهله لیس من النسلک فی شیء .

(أخرجه مسلم : ۱۵۵۱/۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا اس کی قربانی نہیں ہوگی۔ بلکہ اس نے اپنے گھروالوں کیلئے گوشت حاصل کیا ہے۔

وعن براء بن عازب قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم إن أول ما نبدأ به من يومنا هذا ، أن نصلی ثم نذبح فحمر ، فمن أصاب هذا فقد أصاب مستنًا ومن نحر قبل ذلك ، فإلما هو لحم يقدمه لاهله لیس من النسلک فی شیء ، فقال ابو بردہ : یا رسول اللہ ، ذبحت قبل أن أصفی ، وعندي حذقة فقال : اجعلها مكانها . ولن تحزني عن أحدک بعدک . (أخرجه البخاری : ۳۱۸/۳ ومسلم رقم ۱۹۶۱)

قربانی کے ایام تین دن ہیں :

قربانی صرف تین دن جائز ہے ، یعنی دس ، گیارہ ، بارہوی الحجہ اس کے بعد قربانی کے جانور ذبح کرنے سے قربانی ادا نہ ہوگی۔

قال فی الاحتیار : ونحتص بایام النحر ، وهي ثلاثة ایام ، وهو

اس میں یہ ہے کہ یہ غلطی اور غلطی سے اس میں اختلاف ہے اور یہ بھی ہے کہ
 اس میں یہ ہے کہ یہ غلطی اور غلطی سے اس میں اختلاف ہے اور یہ بھی ہے کہ
 اس میں یہ ہے کہ یہ غلطی اور غلطی سے اس میں اختلاف ہے اور یہ بھی ہے کہ

۱۱۴۱ھ میں اس میں اختلاف ہے اور یہ بھی ہے کہ
 ۱۱۴۱ھ میں اس میں اختلاف ہے اور یہ بھی ہے کہ

قریبانی صرف قین بن ہوتی ہے۔ یہی بات مروی ہے کہ تہمید اور ابن عباس رضی اللہ
 عنہما سے یہ بیان ہے کہ ان کے قیاس سے کسی نہ نکتہ بلکہ انہوں نے آپ ﷺ سے یہی نہ
 ہوا کہ اس سے پہلے بن کر افضل ہے کوئی نہ نکتہ اور طاعت کے کام جلدی کرنا ہے۔

قریبانی کا جانور خود ذبح کرے:

قریبانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مستحب ہے۔ اگر عمل اور بھی طریقی کرنا جائز ہو
 اگر بھی طریقی کرنا جائز ہو تو ان کے وقت قریب ہو جاتا ہے۔

عن تميم بن مرثد عن ابي عبد الله قال: سمعت ابي عبد الله عليه السلام

يحدث عن رجل من بني تميم قال: سمعت ابي عبد الله عليه السلام يقول: من ذبح

فدا جهدا.

(آخر من الصحاح، ۳: ۱۹۲، ومسلم، ۱۹۲۲، باب من ذبح فدا جهدا، ۱۹۲۲،

مباشرة بدوون، موكيل، ۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (پسندیدہ) میں
 کی قربانی فرمائی، دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح فرما دیا۔ ابراہیم علیہ السلام کا جانور ذبح کے وقت اپنا پاؤں
 ان کی گردن پر رکھا۔

قربانی کی کھال اور اس کے گوشت کا حکم:

قربانی کی کھال اور اس کے گوشت کے بارے میں تفصیلات یہ سننے کے لیے ایک سوال و
 جواب نقل کیا جاتا ہے۔

السؤال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع میں اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کاؤں کا
 کر مسجد میں بیٹا۔ کھال کی قیمت کو مسجد میں یا دیگر وقف میں لگا دینا، تعمیر میں ان کے

ملازموں کو تنخواہ میں دے دینا جائز ہے یا نہیں؟

۲. غریب سید کو یا کسی فقی کو کھال قربانی یا کھال کی قیمت دینا کیسا ہے اور کھال یا قیمت کے ان ہر دو طرح سے دیئے میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟
۳. قربانی کا گوشت پانتے یا کچا فیر مسلم ہندوں کو دینا کیسا ہے؟ مینہ اتو جروا (البحرور) : قال فی الهدایۃ : واللحم بمنزلۃ الحلد فی الصحیح .

(تتمہ جلد ثانی فتاوی امدادیہ : ص ۱۳۷)

وفی الدر : فإن بیع اللحم أو الحلد به أو بدرأهم تصدق بتمنه

اھـ . (تتمہ مذکورہ : ص ۱۳۶)

وفی عمالمکبرۃ : ویهب منها (ای من الاضحوۃ) بما شاء للغنی

والفقیر والمسلم والذمی اھـ . (۲۰۱/۶)

وفیہا ایضاً : ولا أن یعطی (ای لا یحوز) احرا الحزار والذبح

منہا اھـ . (۲۰۲/۶)

قربانی کی کھال کا بھینہ مسجد میں دینا (بشرطیکہ اس کو بھینہ مسجد کے کام میں لایا جاوے یعنی فروخت نہ کی جائے) اسی طرح اس کا ڈول بنا کر مسجد میں دینا جائز ہے کیونکہ کھال کا بھینہ تصدق صدقہ ناقلہ ہے اور صدقہ ناقلہ کا مسجد میں دے دینا جائز ہے باقی کھال کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں دینا جائز نہیں ہے کیوں کہ قیمت کا تصدق واجب ہے اور صدقہ واجب کے لیے تسلیم شرط ہے اور مسجد محل تسلیم نہیں۔ اسی طرح کھال کی قیمت کو ملازمین مسجد و دیگر اوقاف کی تنخواہ میں دینا بھی جائز نہیں ہے اسی طرح بھینہ کھال یا اس کی قیمت مسجد کے مؤذن یا امام کو اس کی خدمت کے معاوضہ میں بھی دینا جائز نہیں ہے البتہ اگر مؤذن و امام کو مقرر کرتے وقت صاف کہہ دیا گیا ہو کہ قربانی کی کھالوں میں تمہارا کچھ حق نہ ہوگا اس کے بعد اس کو بھینہ کھال یا اس کی قیمت دے دی جائے تو جائز ہے اور صورت ثانیہ میں اس کا فقیر ہونا شرط ہے، اسی طرح اس کی قیمت کو مسجد کی مرمت میں بھی صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں بھینہ کھال اگر مسجد یا اوقاف کے کاموں میں لگا دی جائے تو جائز ہے مثلاً مسجد یا مدرسہ کے لیے ڈول بنادے جائیں۔

۲. بنو ہاشم کو بھینہ کھال دے دینا درست ہے پھر وہ خواہ اس کو بھینہ کام میں لائے یا

فروخت کر کے قیمت کام میں لائے کیونکہ کھال کا بھیند تصدق نافذ ہے اور صدقہ نافذ نہ ہو
باشم کو دینا جائز ہے مگر کھال بچ کر اس کی قیمت نہ باشم کو دینا جائز نہیں کیونکہ قیمت کا تصدق واجب
ہے اور وہ صدقات واجبہ کے مصرف نہیں۔

۳ قربانی کا گوشت کچا یا پختہ ہندو یا غیر مسلم کو دینا جائز ہے کیونکہ گوشت کا تصدق
واجب نہیں پس وہ ہدیہ ہے یا صدقہ نافذ اور یہ دونوں کافرو ذمی کو دینا درست ہے۔

قلت والمستامن في حكم الذمي في ذلك والحرمي المسالم في
حكم الذمي فافهم . والله اعلم . (امداد الأحكام : ۲۰۵/۴)

عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں:

کان یادم کا نصف یا اس سے زائد حصہ کٹا ہوا ہو تو قربانی جائز نہیں۔
جس پاؤں میں عیب ہے اگر وہ زمین پر ٹیک کر کچھ سہارا لے کر چلتا ہے تو قربانی جائز ہے
ورنہ نہیں۔

آنکھ کی روشنی نصف یا اس سے کم باقی رہ گئی ہو تو قربانی جائز نہیں۔
اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو دو تین دن بھوکا رکھ کر پھر عیب دار آنکھ کو باندھ
کر دور سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے قریب لائیں، جہاں سے جانور کو نظر آجائے وہاں نشان کر دیں،
پھر صحیح آنکھ کو باندھ کر یہی عمل دہرائیں تو پھر دونوں مسافقوں کی نسبت معلوم کر لیں، اگر فرق نصف
یا اس سے زائد ہے تو قربانی جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : لا بالعمياء والعوراء
والعحقاء والمهزولة لامخ في عظامها والعرجاء التي لا تمشي الى
المشك اي المذبح والعريضة البين مرضها ومقطوع أكثر الأذن أو
الذنب أو العين اي التي ذهب أكثر نور عينها فاطلق القطع على
الذهاب محازا و إنما يعرف بتقريب العلف .

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله والعرجاء) اي
التي لا يمكنها المشي برجلها العرجاء إنما تمشي بثلاث قوائم حتى
لو كانت تضع الرابعة على الارض وتستعين بها حازا غناية (قوله الى

المسلمون) بکسر الهمزة والفتحة المفتح (فہمہ مفعول مع اکثر الادب
 ارجح) فی المذائع او دھبہ بعض الادب او الفہمہ۔ او تعین مذکر
 فی الجامع تصعیر ان کذا کثیر یصح والی یصح ان یصح و یختلف
 اصحابنا فی العاصل بین ثقلین: والتکثیر فعن ابی حنیفہ رحمہ اللہ
 نعانی زبج و روایت روی محمد بن رحمہ اللہ نعانی فی الاصل والجامع
 التصعیر ان المذائع ذہاب اکثر من انزلت وعنه تہ الثلث وعنه انه ارفع
 وعنه ان یکون الذہاب قل من الباهی او مثله اھ بالعمی والاولیٰ ہی
 ظاہر لروایۃ صحیحہا فی النحبۃ حیث قال: والصحیح ان یثقل وما
 دوسہ قلیل وما زاد علیہ کسر و علیہ الفتویٰ اھ و منیٰ حسنہا فی
 مختصر طوقیۃ والاصلاح والرأۃ ہی قولہما قل فی الہدایہ وقالا
 یذاغی الاکثر من النصف اجزاء وھو اعتبار الفقہ ابی ثلیث وقال
 ابو یوسف رحمہ اللہ نعانی ائسرت بقولی ما حنبیۃ رحمہ اللہ نعانی
 فغان قولی ہو قولک وقیل ہو رجوع من قولی فغان ابی یوسف رحمہ
 اللہ نعانی وقیل معناه قولی قریب من قولی وغیرہ کون اصغر ما عا
 روایتان عنہما اھ و فی الرأۃ و ظاہر مذهبنا ان النصف کثیر اھ
 وغیر غایۃ لیبیان و وجہ لروایۃ الرأۃ و ہی قولہما و لیہا رجوع الامام
 ان الکثیر من کذل شیء اکثر و فی النصف نعارض الحائبان اھ ای
 فغان معدوم الجواز احتیاطاً بدائع و ینہ ظہران ما فی ائسرت کما لہدایۃ
 و المسکس و المظنی ہو الرأۃ و عیبہا الفتویٰ کما یدکرہ الشارح عن
 المسحسبی و کتابہم احتاروہا لان لاعتبار من قول الامام السابق ہو
 الرجوع عما ہو ظاہر الرویۃ عنہ الی قولہما واللہ تعالیٰ اعلم .

(رجال المحتار: ۶/۵) (محسن الفتاویٰ: ۵۱۷/۷)

دونوں کانوں کا مقطوع حصہ شمار ہوگا:

اگر بکری یا دوسے کے دونوں کا اتا دھکے کٹا ہوا ہو کہ مجموعہ نصف یا اس سے زیادہ ہو جائے تو

قربانی کرنا خلاف احتیاط ہے اگر کسی نے کر دی تو ہو جائے گی۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: فی البزازیة وهل تصح
الحرارة فی اسی الاضحية احتلوا به قلت وفقد الشارح فی باب
المح علی صاحبہ انہ یسعی فجمع احتیاطا.

(رد المحتار: ۲۰۶/۵)

قربانی کے ایام گزرنے کو قیمت واجب ہے:

اگر قربانی کے تینوں دن گزر گئے اور قربانی واجب ہونے کے باوجود قربانی نہیں کی تو اب
جانور ذبح کرنے سے قربانی ادا نہ ہوگی بلکہ ایسے شخص پر لازم ہے کہ ایک متوسط بکرتے کی قیمت
مدفوع کرے۔

قال العلامة تحصیصی رحمہ اللہ تعالیٰ: ونصدق بقیمتها عی
شرأھا او لا لتعلقھا بدمتہ شرأھا او لا فالمراد بالقیمة قیمۃ شاة ذبحی
فیھا. (رد المحتار: ۲۰۱/۵)

مال حرام پر قربانی واجب نہیں:

اگر کسی کی ملک میں صرف حرام مال ہے مثلاً سوئی رقم یا رشوت کی کمائی وغیرہ تو ایسے شخص پر
قربانی واجب نہیں کیونکہ حرام مال تو مازادی مدفوع کرنا واجب ہے لہذا قربانی واجب نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: فی الفیة لو كان
الخصیة نصاب لا یلزمه الزکوة لان النکل واجب التصدق علیہ فلا
یفید ایجاب التصدق ببعضہ اھ ومثله فی البزازیة.

(رد المحتار: ۲۵/۲)

زمین کی وجہ سے قربانی واجب ہونے کی تفصیل:

اگر حقدار معاش سے زائد زرعی وغیر زرعی زمین کی قیمت در پیر اور کارا مجموعہ کوئی ایک بقدر
نصاب ہو تو قربانی واجب ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: مغزیا الی التثانیة
سئل محمد رحمہ اللہ تعالیٰ عن من له ارض یزرعھا او عابوس

سَمِعْنَاهَا أَوْ دَارَ عَتَمَةٍ دَلِيلَةُ أَلْفٍ وَلَا نَكْمَرُ. سَمِعْنَاهُ وَسَمِعْنَا عَدْلَهُ سَمِعْنَا
بِحَلٍّ لَمْ نَحْذَرِ الْمَكْرَهُ. وَإِنْ كُنَّا فِي مَسْجِدٍ نَسْبَحُ لَوْلَا وَسْبُهُ الْعَوَى
عِنْدَهُمَا لَا يَدْخُلُ بَعْدُ. (رد المحتار: ۶۵/۲)

وَعَالٍ ابْتِغَاءً: وَإِنْ لَمْ يَحْذَرِ الْمَكْرَهُ فَسَمِعْنَا عَدْلَهُ لَوْلَا فَمَعْنَاهُ نَصَابٌ وَقَبِيلٌ
لَوْلَا يَدْخُلُ مِنْهُ هَوْتٌ سَمِعْنَا نَزَمَ وَهِيَ هَوْتٌ شَهْرٌ مَعْنَى فَصْلٌ نَصَابٌ نَزَمَ
وَلَوْلَا الْعَقْدُ وَفَعَالِيَّ وَحَبَّ لَمْ يَنْزِلْ فِي إِتْمَانِهَا نَصَابٌ نَزَمَ
(رد المحتار: ۱۵۸/۵) (مباح دارالافتاء: ۳۰۵/۷)

مقرض پر قربانی واجب ہونے کا حکم:

اگر کسی کے ذمہ قرض ہو اور قربانی کے ایام میں اس کی مَت میں کچھ مان بھی ہو تو نصاب سے
قرض وضع کرنے کے بعد اگر نصاب میں نقص نہیں آتا، نصاب کامل باقی رہتا ہے تو قربانی واجب
ہے ورنہ نہیں۔ نصاب کی تکمیل پہلے ضرورتی ہے۔

فَالْإِسْلَامُ تَكْدِيسُ رَحِمَةِ اللَّهِ تَعَالَى: وَلَوْ تَكَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ
بِحَيْثُ أَوْ صَرَفَهُ، إِلَيْهِ، مَعْرُضًا، لَمْ يَنْقُصْ نَصَابَهُ لَا تَعْدُ، لَا، الدِّينُ
بِمَسْجِدٍ وَحِوَابِ الزَّكَاةِ فَلَا يُنْتَعَى وَحِوَابِ الْإِضْحِيَّةِ أَوْ مِثْلِهَا
مَرَضٌ وَلَا إِضْحِيَّةٌ وَاحِدَةٌ وَالْمَقْرَضُ خَوْفُ الْوَاجِبِ. (بذائع: ۶۴/۵)

قربانی کے گوشت سے پہلے کھانا، پینا:

قربانی کے دن جس کو گوشت ہضم کی امید ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ صبح کچھ نہ کھائے
پہلے کچھ پینا کھائے گوشت سے جو خود اس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو نہ ہو بہر حال قربانی کے
گوشت سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے، چائے بھی نہ پئے کیونکہ چائے میں دودھ اور شکر کی وجہ
سے حُرْمَتِ اِیْتِ ہے۔

یہ حکم صرف مستحب ہے، اس کے خلاف کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

فَالْإِسْلَامُ أَنْ يَحْصِلَ رَحِمَةُ اللَّهِ تَعَالَى: وَدَبَّ نَاحِيْرُ أَكْلِهِ عَنْهَا
وَيَنْ لَمْ يَضَحْ فِي الْإِضْحِيَّةِ وَلَوْ أَكَلَ لَمْ يَكْرَهُ لَيْ نَحْرِبُهُ.
وَفَالِ الْعَلَامَةِ اس عَامِلِينَ رَحِمَةُ اللَّهِ تَعَالَى: (قوله في الاصح)

و فیه لا یستحب الشاخر المستحدہ نیت الکرمۃ إیلاً یفعلها من
الین حاضی . (۱۰۰ والمحابر ۵۶۶)

وقال فی الہدیۃ: و فی الکبریٰ لا کل قبل الصلوۃ بہ الأضحی
ہنی ہو مکروہ فیہ و یدانہ . والمحتار اے لا بکرمہ مکن یستحب نہ او
لا یفعل کذا فی السر حاتیہ . . . یستحب ان یکون اور ناولہم من
لجود الاضاحی ہی ہی ضیافۃ لہ کذا فی النعیبی شرح الہدایۃ

(عائسگیریہ ۱۵۰۱) (ما جود اور تحریر الفتاویٰ ۵۱۰/۷ صبر سیر)

قربانی کے جانور کو کام میں لانے کا حکم:

کسی نے قربانی کے لیے تل خریہ یا ابھی قربانی میں چند ایام باقی ہیں اب اس سے تل جوتا
یا اجرت پر دینے کے جواز و عدم جواز دونوں قول ہیں اور دونوں طہر الروایہ ہیں الذی اوضح و سیر
والثانی احوط و الشہرہ۔

اس قول ثانی کے مطابق کسی نے جس جوڑے میں تل کو مستعمل کیا تو اس سے قیمت میں جو کمی
آئی اس کا اندازہ کر کے صدقہ کرنا واجب ہے اور اجرت پر دینے کی صورت میں اجرت کا تصدق
واجب ہے۔

قال العلامة الحفصکمی رحمہ اللہ نہ الی : ولا یرکبھا ولا یحمل
علیہا شئاً لا یوجرھا فإذن فعل تصدق بالاحرة حاوی الفتاویٰ لاہ
الترم نعمة المقربة بجمع جرائہا

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (فولہ فإن حرہ
صدق بہ الی قولہ حاوی الفتاویٰ) ہو بعد فی بعض مفسر قولہ فإذن
فعل تصدق بالاحرة ای عیادہ او أحرھا واما إذا رکبھا او حمل علیہا
صدق بما نقصت کما فی العلامۃ .

جانور کے وراثت مرنے کا حکم:

اگر قربانی کے جانور کے اکثر وراثتوں کا موجود ہونا ضروری ہے یا نہیں اس بارے میں حضرت
مفتی رشید احمد صاحب دمراتہ تحریر فرماتے ہیں کہ اکثر کا اعتبار نہیں بلکہ معیاد یہ ہے کہ جانور کھس

کھا مکہ ہو تو قربانی جو تڑپے ورنہ نہیں، کیونکہ راسخوں سے تصور یہی ہے۔

قال الإمام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا ما نهى عن الأكل
استان لها ويكفي بقاء الأكل وقيل ما تعصف به .

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله وقيل ما
تعصف به) وهو ما أفقہ روایان حکما هما ہی التہنئة عن الثاني
(وحزم فی السحابة بالثانية وقان قلبه والتي لا استان لها وهي تعصف
أي لا تعصف لا تحور) (رد المحتار: ۲۰۶/۵)

وقال الإمام الكسائي رحمہ اللہ تعالیٰ: ولما التهنئة وهي التي
لا استان لها فإن كانت ترعى وتعصف حارث والا فلا وذكر في
المستقى عن أبي حنيفة رحمہ اللہ تعالیٰ أنه إذا كان لا يستعها عن
الاختلاف تحريمه وإن كان يستعها عن الاختلاف إلا أن يصيب في
حوقها ما لم تحريمه . (مدائع الصنائع: ۷۵/۵)

وقال في التهنئة: ولما التهنئة وهي التي لا استان لها فإن كانت
ترعى وتعصف حارث والا فلا كذا في المدائع .

(علمگیریہ: ۲۹۸/۵) (احسن الفتاویٰ: ۵۱۱/۷)

شُرک کی شرکت سے کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی:

کسی شُرکاء عقیدہ رکھنے والے شخص کی شرکت سے دوسرے شُرکاء کی قربانی نہ ہونے کے
محقق ایک سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: اخیر کے شرکاء میں سے ایک شریک بریلوی ہے، جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم
ﷺ غیب جاتے ہیں اور ہر جگہ حاضر و غاظر ہیں، حضور اکرم ﷺ اور اولیاء و مہمبہ اللہ تعالیٰ عطا علی
ہیں، قطع و نقصان پہنچا سکتے ہیں، بیماری اور موت، عزت اور اولاد ان کے اختیار میں ہے، اسی بناء پر
وہ قبول و نوبہ پراپی جانتا پوری کرنے کے لیے نہیں مانتا ہے اور نذرین اور چاندی سے پیش کرتا
ہے، کیا ایسا شخص میں شریک ہو جائے تو دوسرے شرکاء کی قربانی ہو جائے گی؟ بیوقوف اور جا

الجواب: ایسا شخص شُرک ہے ہاں کے ساتھ اخیر میں شرکت یا نہ نہیں جو لوگ اس کے ساتھ

شریک ہوں مجھے ان میں سے کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔ (احسن القضاۃ ۱/۷۰-۵۱)

یہ حکم ہر بدعتی کا نہیں ہے بلکہ صرف اس بدعتی کا ہے جس کا مذکورہ بالا شرکانہ عقائد ہوں۔ جس بدعتی کے ایسے شرکانہ عقائد نہ ہوں، محض شجرہ چالیسوں وغیرہ بدعات انبیاء و صحابہ کا عقائد کا عقائد یہ ہے کہ اس کو بھی شریک نہ کیا جائے تاہم اگر کر لیا تو اس سے دوسرے شرکانہ کی قربانی میں فرق نہیں پڑے گا۔

صیت کی طرف سے قربانی کا حکم:

اگر صیت نے قربانی کی تو اس کے حصہ کا گوشت فقراء کو دینا لازم ہے اس میں سے خود کھانا جائز نہیں اور اگر صیت نے وصیت تمہیں کی بلکہ عزیز و اقارب ایسا ہی ثواب کے لیے صیت کی طرف سے قربانی کریں تو اس کا حکم اپنی قربانی کی طرح ہے۔

کعبہ فی الشامیہ ۳۲۸/۵ لو ضحی عن الصیت ولوطہ بامرہ الزمہ

بالتصدق بہا وعدم الاکل واذ تبرع بہا عنہ لہ الاکل لانہ یفیع علی

صفت الذابیح والذباب للصیت۔ (امداد الاحکام ۱/۴ : ۲۳۶)

حاجی پر واجب قربانی کی تحصیل:

جو حاجی آنحضرتؐ کو کوئی روانہ ہونے سے پہلے کہ عمر سے چھ روزوں والا ہو، اسے سزا دہ عمرہ متیمر باہر تو اس کے ذمہ حج کی قربانی کے علاوہ مال کی قربانی بھی واجب ہوگی اور جرایبانہ ہو یعنی متیمر نہ ہو تو چند مسافر کے ذمہ قربانی واجب نہیں اس لیے مسافر حاجی پر مال کی قربانی واجب نہیں صرف حج تمتع یا قرآن کی قربانی واجب ہوگی۔

قربانی کے بجائے صدقہ کرنا جائز نہیں:

بعض لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ قربانی کے دنوں میں تو بہت جانور ذبح ہوتا ہے ہر ایک کو گوشت مل ہی جاتا ہے لہذا قربانی کے بجائے اگر نقد صدقہ کر دیا جائے تو بہرہ ور کا یہ خیال قطعاً غلط ہے۔ ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں بلکہ قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا ہی عبادت ہے۔

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم - حمل ابن آدم من حمل يوم الفطر احب الی اللہ من

اهراق الدم وانہ یبائی يوم القيامة بقرونها واشعرها واطلافها وین

الدم لیفیع من اللہ بمکمل قبل ان یقع بالارض فطیر بہا فصار وہ

شرعی و اس ماحول (مستحقہ: ص ۱۶۸)

جناہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قربانی کے انوش میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ان انوش میں یہ ایک کام سب نیکوئوں سے بڑھ کر ہے اور قربانی کرتے وقت ارمان کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو ان میں سے پچھلے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے تو نوب خوشی اور خوب دوشوں کو قربانی کیے کرو۔ (ترمذی)

مذہب قربانی کے بجائے اس رقم کو صدقہ کرنا جائز نہیں کسی نے صدقہ کر دیا تو اس سے قربانی مانتا نہیں ہوگی بلکہ دوبارہ قربانی کرنا لازم ہوگا اگر ایسا قربانی نعم ہو گئے تو ایک متوسطہ گھر کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوگی۔

مشت کی قربانی:

جس نے قربانی کرنے کی منت مانی پھر وہ کام پور ہو گیا جس کے واسطے منت مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے اور یہ قربانی بھی قربانی کے دوشوں میں کرے، ہاں اگر قربانی سے صرف ذبح کرنا مراد ہو تو بعد میں بھی قدر پوری کی جاسکتی ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ نہ دیکھ کر قربانی کا گوشت فقراء میں تقسیم کرے، خود استعمال کرے جائز نہیں۔ اسی طرح بالداروں کو کھلا کر بھی جائز نہیں۔

(بہشتی دیوار)

غشی جانور کی قربانی کا حکم:

غشی جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اس کا گوشت کچھ نہیں ہے یہ گوشت کے اندر عیب ہے اور عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں اس لیے غشی کی قربانی جائز نہیں۔

ولا بالغشی لان لحمها لا تصح شرح و ہبایہ .

فقال الشافعی . وبهذا التعلیل اندفع ما اوردہ ابن وہبان من انہ لا

تخلو انما ان ذکیون ذکرہ او انبی و علی کل معور . (۳۱۶/۵)

اور اگر عارضہ ذرا یا غشی غالب ہو تو قربانی جائز ہے۔ کیونکہ وہ غشی نہیں۔

(امداد الاحکام: ۱/۲۷۰)

کمزور جانور کا حکم:

اگر جانور اتنا دہلا ہو جس کی ہڈیوں میں بالکل کور نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے اور

اتحاد یا شمول دہلے ہوتے سے کچھ حرج نہیں اس کی قربانی درست ہے لیکن مولے تازے چانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ولا تحوز السحفاء التي لا تنقى فإن كانت عليها منروحة فيها

بعض الشحوم حار . (فتاویٰ ہندیہ : ۳۰۰/۶)

بے سنگ چانور کی قربانی:

جس چانور کی پیدائشی سنگ نہیں یا سنگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اس کی قربانی درست ہے البتہ بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں۔

وہ من حیث بللحاء ہی الذی لا فرق لہا خلفیۃ و کدک انقطاعاً

لنسی فہب بعض قرنہا بالکسر أو غیرہ فین بلغ الکسرای المبح لم

یحتر . (رد المحتار : ۳۱۵/۵)

قربانی کا چانور گم ہو گیا:

اگر قربانی کا چانور کہیں گم ہو گیا اس لیے دوسرا خرید یا پھر وہ پہلا بھی مل گیا اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو ایک ہی چانور کی قربانی اس پر واجب ہے۔ دونوں میں سے خواہ کسی کی قربانی کر دے لیکن اس میں اتنی تفصیل ہے کہ اگر پہلے چانور کی قربانی کرے تب تو خیر اور اگر دوسرے چانور کی قربانی کرے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ قیمت میں پہلے چانور سے کہ تو نہیں مگر کم ہو تو جتنے دام کم ہوں اتنے دام غریبوں کو حصہ دے کر دینا مستحب ہے اور اگر غریب آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو دونوں چانور کی قربانی اس پر واجب ہوگی۔ (نبشتی زور)

ولو ضلعت أو سرقت فاشترى أخرى ثم ظهرت الأولى فی ایام

المنحر علی الموسر دبح احدهما و علی الفقیر ذبحهما .

(شرح البدایہ : ۱۴۶/۴)

اکیلا چانور خریدنے کے بعد کسی کو شریک کرنا:

قربانی کے لیے کسی نے چانور خرید اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اس کو بھی شریک کر لیں گے اور مشترکہ قربانی کریں گے اس کے بعد سمجھا اور لوگ بھی شریک ہو گئے یعنی سات آدمیوں کے سات جسے جو گئے تو یہ قربانی درست ہے، اگر چانور خریدتے وقت کسی کو شریک

کرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ چوری کا نئے اپنی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ تھا تو اب اس میں کسی اور کو شریک کرنا بہتر تو نہیں ہے لیکن اگر کسی کو شریک کر لے تو لینڈ پاپ جس نے شریک کیا ہے وہ آدمی امیر ہے کہ وہ قربانی واجب ہے وہ غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں و اگر امیر ہے تو شریک کرنا درست ہے اگر غریب ہے تو درست نہیں۔ یعنی غریب آدمی کے لیے غریب سے ہونے پر جانور میں کسی کو شریک کرنا درست نہیں لیکن اگر کسی کو شریک کر لے تو شریک ہونے والے کی قربانی ہو جائے گی البتہ غریب پر اس حد تک اذان لازم ہے اس طرح کہ اگر قربانی کے قیام پاتی ہوں تو دوسری قربانی کر دے ورنہ دوسری قسم صدقہ کر دے۔

وَاَكْلًا لِّمَنْ اشْتَرٰكَ فِيْهَا سِتَّةٌ مِّنْهُ لَوْ جَمَعُوا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ سَبْعَةٌ لَّانَّهُ لَوْ جَمَعُوا كَلَّهَا لَنَفَعَهُ لِرَبِّهِمْ شَرَكُهُمْ جَعَلَ سِتَّةً مِّنْهُ سَبْعَةً وَفِي الْعَنِيِّ

اِنَّهُ يَتَصَدَّقُ بِالْثَمَنِ . (عالمگیری: ۳۳۷/۵)

قربانی کا گوشت وزن کر کے تقسیم کرنا:

اگر گائے کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوئے تو گوشت تقسیم کرتے وقت اندازہ سے تقسیم نہ کرے بلکہ برابر وزن کر کے تقسیم کرے کیونکہ اگر کسی کے حصہ میں گوشت زیادہ چلا گیا تو یہ سونے کے حصہ میں ہو کر عقیدہ گناہ ہو گا اس زمانہ گوشت کا کھانا بھی ہونا نہیں۔ ہاں البتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے بھی شامل کر لیے تو اب اندازہ سے تقسیم کرنا بھی ہوتا ہے بشرطیکہ سری پائے ہر حصہ میں ہوں۔

وَيُفَسِّمُ فَالْحِمِّ وَزَوْجًا لَا حَرَجًا اِلَّا لِمَا حَسَمَ مَعَهُ مِنْ اَكْلٍ وَخَوْجٍ اَوْ

الْحَمْد . (تذکرہ المستعار: ۳۱۰/۱۵)

تہائی گوشت حدود کرنا مستحب ہے:

قربانی کے گوشت میں اختیار ہے کہ خود کھائے رشتہ داروں کو کھائے فقراء کو کھائے یا ہر حصہ کر کے البتہ تہائی گوشت تک حدود کرنا یہ مستحب طریقہ ہے لیکن اگر کوئی ہر گوشت ہی اپنے گھر میں رکھ لے اس میں بھی کوئی گناہ نہیں۔

وَلَا يَكُلُّ مِنْ لَحْمِ الْاَضْحِيَّةِ وَبِالْاَكْلِ عَنَاءٌ وَنَدْبٌ . (مصر: تصدیق

من التلث: (درمستعار: ۳۲۰/۱۵)

فقیر پورا گوشت اپنے گھر رکھے:

ان کی غریب آدمی نے قربانی کی اور اس سے منے زیادہ ہیں تو اس کے لیے مستحب تک ہے کہ پورا گوشت اپنے گھر رکھے، کیونکہ قربانی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے جانور ذبح کرنا اور متعدد فوائد حاصل ہونا ہے۔

وقل من علی ذلک اعفوا، فعدوا، و یستحب لمن کان فقیراً ان
 یترکھا کذا: اصابہ نواسعہ عظیم

وفوائد عامہ السلام: کتبہ حکم عن لاجہ، و لاجہ من فوق
 ثلاث اشباع دوار فلول، انی سعة، عسی من لاجہ، و کذا ما
 ملواکم، و اطعموا و ادعوا، (اخرجه الترمذی رقم: ۱۵۱۰)

تالیف بچے پر قربانی واجب نہیں:

تالیف بچہ اگر مالدار ہو اس پر قربانی واجب نہیں لہذا اگر کسی تالیف بچے کے مال سے قربانی نہ کرے۔

ولیس ملاب ان یصلہ من مال طفله و رجوعہ اس الخیجة قلت
 هو مستحب لما فی النفس من اهد الرحمن من انه اصبح ما یفتی بہ.

(در مختار مع شامہ، ۵/۲۶۵)

عشرہ ذی الحجۃ کا نیک و خیرہ شکاٹا:

جو شخص قربانی کا ارادہ کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کے چاند نظر آنے کے بعد سے قربانی ہو جائے تکہ بم کے مال صاف نہ کرے اور تاخیر نہ کرے۔

فان العلامة الصابونی: کتبہ یستحب لمن یرید ان یضحی الا
 بأحد من شہرہ و اطفالہو شیئا، اذا دخل العشر الاول، من شہر ذی
 الحجۃ، ناصح عن امیر صلی اللہ علیہ وسلم انه قال:

"اذا دخل العشر، أي من أول شہر الحجۃ، و زاد أحد کمات
 یضحی، فلا یأخذن شہراً، ولا یفمن ظفراً، أي یفمن اطفالہو.

(اخرجه معجم من حدیث م سنہ ۱۹۷۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو وہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں بال ناخن نہ کاٹے۔ باقی اس حکم کا مستحب ہونا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

وهذا ليس على سبيل الوجوب ، وإنما هو للاستحباب ،
والحكمة منه أن تبقى كامل الأجزاء في البدن ، لتعق من النار ،
حيث ورد أن الله يعق بهذه الأضحية ، جسد المؤمن من نار جهنم ،
وأن له بكل شعرة منها حسنة ، فهذا كله على سبيل الندب
والاستحباب .

روي الإمام الترمذي في سننه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه
قال : " من رأي هلال ذي الحجة ، وأراد أن يضحى ، فلا يأخذ من
شعره ، ولا من أظفاره . "

(أخرجه الترمذي في كتاب الاضاحي : رقم : ۱۵۴۳)

قال الترمذي : وهذا قول بعض أهل العلم ، وإليه ذهب أحمد و
إسحاق ، ورخص بعض أهل العلم في ذلك ، فقالوا : لا بأس أن
يأخذ من شعره وأظفاره ، وهو قول الشافعي ، واحتج بحديث
عائشة ، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يبعث بالهدي من المدينة
، فلا يحسب شيئاً مما يحسب منه المحرم . تعني أنه يفعل كل شيء
مباح ، ومنها نظافة البدن وتقليم الأظفار . (سنن ترمذي : ۱۰۲ / ۴)

ساتویں حصہ کی نفل قربانی میں چھ ساتھی شریک ہو سکتے ہیں؟

چھ آدمیوں نے مل کر قربانی کے بڑے جانور میں اپنا اپنا واجب حصہ رکھا ساتویں حصہ میں
سب نے شریک ہو کر آنحضرت ﷺ کے لیے نفل قربانی کی نیت کر لی تو یہ قربانی درست ہوگی یا
نہیں اس سلسلہ میں حضرت مفتی عبدالرحیم لاہوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

وفي الدر المختار قال : ان مات احد السبعة المشتركين في
البدنة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح عن الكل استحسانا لقصد
القرية من الكل ولو ذبحوها بلا اذن الورثة لم يحرمهم .

(درمختار مع نسبی ۶۰:۱۰۰)

روایت مذکور فقہیہ سے انتہا باہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب ساتواں حصہ دار فوت ہو گیا تو اس کا حصہ اس سے زائد کو منتقل ہو گیا اور اس حصہ کے درمیان لکھ بن گئے اور انہوں نے اس ساتویں حصہ کے مالک ہونے کی حیثیت سے قربانی کی اجازت دے دی تو سب کی قربانی درست ہو گئی اسی طرح صورت مسئول میں چھ ساتھیوں نے ساتواں حصہ خیرہ کے حضور اکرم ﷺ کے لیے کر یا تو درست ہونا چاہیے اور اسے خاد سے بھی دریافت کر لیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶۰:۱۰۰)

بچہ کے حقیقہ کا شرعی حکم:

مذہب حنفی میں حقیقہ مسنون و مستحب ہے (روحی نہیں) اس کی حریقہ ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر بدعت اور غیرہ و تحریمی کا ازام لگایا غلط اور افتراء ہے، مالک رحمہ اللہ میں ہے: "یہ انکار حقیقہ زور نام مالک رحمہ اللہ و شافعی رحمہ اللہ و امام احمد رحمہ اللہ حلتی مؤکدہ است و بردا علیہ ازام امام احمد رحمہ اللہ واجب و ترا عام عظیم رحمہ اللہ مستحب و قول یہ بدعت بولاشی افتراء است برناہ ۱۷۷ ص"۔

ترجمہ: جو کہ حقیقہ نام مالک رحمہ اللہ و امام شافعی رحمہ اللہ نیز امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک حلت مؤکدہ ہے اور امام احمد کی ایک روایت وجوب کی بھی ہے اور امام عظیم رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے اور ان کی طرف بدعت کا قول منسوب کرنا حضرت امام ہمام پر افتراء ہے۔

(صمیمہ دلاہ دمنہ: ج ۱ ص ۱۷۸)

بچہ پیدا ہونے کی خوشی میں شریعہ کے طور پر نیز آفات و امراض سے حفاظت کے لیے ساتویں دن (یعنی بچہ جو کہ پیدا ہوتا ہے) بھارت کو اور جمہورت کو پیدا ہوتا ہوا دھکا لڑنے کے لیے دو بکرے اور بکری کے لیے ایک بھڑا نذ کیا جائے اور بچہ کا سر منہ و اکراہ کے ہم وزن چاندی غریبوں کو صدقہ کر دے اور بکری کے سر پر زعفران لگائے یہ تمام باتیں مستحب ہیں، حدیث سے ثابت ہیں۔
حضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

عن سمرہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغلام مريض

بعينه - يحمله يوم السابع ويسمي ويحلق ربه .

یعنی سنت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) بچہ یہ کہتا تھا ہم تیرا بیٹا کرتے اور اس کا خون بچہ کے سر پر لگاتے۔ جب حدیثی نے اسام سے نوازا تو سب ہم ساتویں دن تیرا بیٹا کرتے ہیں۔ نیا بچہ کا سر مسواقت میں دوس کے سر پر دھیرا مقرر کر لگاتے ہیں۔ (حوالہ مذکور)

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الغلام ثمان وعش الحارثیہ شاد لا یصرک ذکرنا ان کن ام اسائہ (ابو داؤد : ۳۶۹/۹)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا عقیقہ میں لڑکے کے لیے دو گھرے اور عزی کی طرف سے ایک بکری ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بکرا ہو یا بکری۔

(مشکوٰۃ اور فتاویٰ رحیمیہ قدیم : ۹۰/۱)

حقیقہ کی مدت:

حقیقہ کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ ساتویں روز کیا جائے۔ کہ گزشتہ فتویٰ میں حدیث نمبر 1 میں آیا ہے کہ اگر ساتویں روز نہ ہو تو چودھویں روز یا اکیسویں روز کرے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ حقیقہ کے جانور کو ساتویں روز ذبح کیا جائے چودھویں روز یا اکیسویں روز۔ (طبرانی)

بہت سے علماء نے ساتویں دن کی عبادت کا لحاظ کرتے باطل ہوئے تک مدت کسی ہے اور بہت سے علماء نے کسی مدت کی قید نہیں لگائی ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بچاس برس کی عمر میں عقیقہ کیا ہے مگر یہ روایت صحیح نہیں ضعیف ہے نیز یہ ایک مجبوری کی صورت ہوگی، یہاں پر تو بلا حذر مہیوں بلکہ برسوں تک ڈالتے رہتے ہیں اور گھر میں کسی کی شادی عقد وغیرہ رواج کی راہ دیکھتے ہیں اور ساتویں دن کا لالہ بھی نہیں ہوتا اس کے خلاف مستحب ہونے میں کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ عقیقہ خود مستحب ہے اور اس کو مستحب طریقہ سے ذکر کرنا چاہیے لہذا ساتویں دن عقیقہ کرنا بہتر ہے نہ ہو سکے تو چودھویں یا اکیسویں روز کرے بغیر کسی مجبوری کے اس سے زیادہ؟ خیر نہ کرے۔

(مشکوٰۃ اور فتاویٰ رحیمیہ قدیم : ۹۱/۱)

حقیقہ کی دعا:

حقیقہ کے جانور کو ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اللهم هذه عقیقة اسی . (اسم ولد) ذمہا دہہ و عقیقتها
 و حلتها بحلتهم و شعرها بشعره اللهم اجعلها فداء لاسی . (اسم ولد)
 نوٹ: ترک کا حقیقہ ہو تو ضمیر کو بجائے ذکر کے سوئٹ بنادیتا ہے۔ لہذا ہدہ عقیقة
 بنی (ترکی کا م) ذمہا بدعہا و عقیقتها بمعطیها و حلتها بحلتها و شعرها بشعرها
 ندہم اجعلها فداء لاسی (الزکی کا م) والدہ کے علاوہ دوسرا کوئی آدمی تو بخ کرے تو اپنی یا اپنی
 کی جگہ پر پورا اور اس کے باپ کا م لے۔ دعا مذکورہ کے ساتھ اسی و حوت سے اس کا م
 المسلمین تک پڑھے اور غلیم سن و لک پڑھ کر ہم اللہ تعالیٰ کو کرم کر دینا کرے۔

حقیقہ کی نیت سے خریدا ہوا جانور:

جو جانور حقیقہ کی نیت سے خریدا گیا ہے اس کا حقیقہ ہی کرنا ضروری ہے یا اس کو کسی اور کام
 میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقہ کی نیت سے جو جانور خریدا گیا ہے اس
 کا ذبح کرنا واجب نہیں، جس کام میں چاہیں لے آئیں۔

لأن الشراء بنية العقیقة وإن كان بمعنی النذر ولكن بشرط
 لانعدام النذر أن يكون المنذور عبادة مقصودة .

قال فی النذر: و كان من جنسه و احب ای عرض کما یصرح به
 تبعاً للبحر والدور . وهو عبادة مقصودة اهـ .

قال الشامی: للضمیر راجع للنذر بمعنی المنذور إلى أن قال
 فهذا صریح فی أن الشرط کون المنذور نفسه عبادة مقصودة لاما
 كان من جنسه اهـ .

(۱۰۴/۳)

وفی تنقیح الفتاویٰ المعاملیة: ثم إذا أراد أن یعن عن الولد فانه
 یدبغ عن الفلام شاتین وعن الحارثی شاة لانه إنما شرح للصور
 بالمولود وهو بالفلام اکثر اهـ . (۲۱۶/۲) وهذا يدل علی کونها
 عبادة غیر مقصود فانهم .

(ماحوذ بمذاد الاحکام)

باب النذر

مت ماننے کا بیان

اُنس لکھنے سے ایسی عبادت کی نذر دینی جس کی جنس سے فرض یا واجب عبادت ہے اور جس کام کے لیے نذر دینی قسمی و کاسمی چرایا ہو یا خوب منت کا چرایا ہو یا واجب ہے اور چوری نہ کرے تو نذر ملے گا۔

یعنی: چلے نہ ابقوا الصلوات بعد منہ و الصلوات

(صحیح - ۲۹)

اور پانی سے کرنا پہلے تجلیں اور کریں اور اپنے عبادت کو چرایا کریں۔ (خواہ نذر سے قربانی وغیرہ واجب نہ ہو یا نذر جو العالیٰ ہے واجب ہیں)

وروی البخاری عن اس عمر رضی اللہ عنہ قال با رسول اللہ!

لن یمنع منی السجدة ان تنکد، لیس فی المسجد حرام فافان اء

صلی اللہ علیہ وسلم: انہ قد نذرک۔ (مسند احمد بخاری - ۱۵۹)

حضرت امین عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اوم چاہیت میں نذر دینی قسمی کہ مسجد حرام میں ایک راستہ اختلاف نہ ہو گا تو میں اللہ سے کہتا ہوں کہ اپنی نذر چوری کرو۔

وقوله عليه السلام: من حرام أن يبيع نذرًا فليطعه ومن نذر أن

يصدقه فلا يصدقه (مسند احمد بخاری - ۱۵۹)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس سے میں عبادت کی نذر دینی وہ نذر چوری کرے اور

جس نے نذر دینی وہ چوری نہ کرے۔ (یعنی اس نذر کا ارتکاب نہ کرے)

نذر کی شرائط:

نذر منعقد ہونے کے لیے چند شرائط ہیں ان کے بغیر نذر منعقد نہیں ہوگی۔

۱. جس چیز کی نذر دینی ہے وہ عبادت مقصودہ ہو، جیسے نماز روزہ صدقہ وغیرہ۔

۲. لہذا کسی مکہ کی نذر ماننے سے وہ نذر منعقد نہ ہوگی۔

لعمري عليه السلام: لا حرام أن يبيع نذرًا فليطعه ومن نذر أن

محبوبہ فلا محضہ (رواہ البخاری)

۳۔ دینہ بطور کچھ میں یہ عقد انوکھی نذر ہے نہ لاکھ درہم صدقہ کرنے کی

نہ لاکھ صرف بلکہ درہم کا تک ہے تو اس پر صرف ہزار درہم صدقہ کرنا لازم ہوگا۔

لفظہ علیہ السلام: ولا یؤاخذ بشئ من محضہ ولا یجوز لا سلطان

العد (آخر حصہ رقم ۱۶۹۱ میں کتاب النحر)

۴۔ وہ عبادت نذر ہے پہلے اس کے اسد شرعاً لازم نہ لہذا اگر کوئی یوں نذر کرنے کو

میں میرا خاں کام نہ جانے تو حج فرض ادا کروں گا تو یہ نذر معتقد نہ ہوگی اس کے ذمہ کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔

۵۔ یہ بھی ضرور غلط ہے کہ جس پر دینہ کی نذر دہائی جائے اس کی محض سے وجہ ہو۔

وہی شرح الترمذی فی التفسیر: ومن نذر من مطلقاً و معللاً

بشرط و حال من حصہ واجب۔ اسی فرضی کما سیفسر بہ قطعاً

بشرط و الشرط و هو عبث منصرف و ای قولہ ان لا یکون

معصیۃ لد نہ فصیح نذر موم موم النحر لانه لعیبرہ وأن لا یکون واجبا

علیہ قبل المذنب فلو نذر حجة الاسلام نہ یزعمہ شیء غیرہا وأن لا

سکون مع الترمذی اکثر مما یملکہ منکالہ لعیبرہ و لو نذر للتصدق باللف

ولا یملکت لأمانة ترمذی لمانعہ فقط۔ حلال انتہی۔

(رد مضحک: ۷۳۷/۳)

دائمی روزہ کی نذر میں بوقتِ بحرِ تقدیر ہے:

کسی شخص نے نذر کی کہ میں مرتے دم تک ہمیشہ روزہ رکھوں گا، اب یہ شخص بیماری یا بڑھاپے

کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہیں رہے پھر یہ شخص فدیہ دیتا رہے، فدیہ کی بھی حالت نہ ہو تو مستنذر کرتا رہے۔

فان فی شرح الترمذی: فی آخر کتاب الصوم بشرط موم رجب

(ای قولہ) او صوم الابد فضعف لاستغفاله بالجمعیۃ انظر و کفر کما

مر، و فی الشامی (قولہ و کفر) ای فدی (قولہ کما مر) ای فی

تلبیح القاسی من آت بعصہ کالفصد (رد المحتار: ۲/۶۰) وفي بيان
شرح التنوير ولو مار حرم ولا بد. فإمكن لعذر عدي. وفي التامية:
(فربه فإمكن لعذر) وكذا الفروغ (قوله عدي) في لكل يوم ۳ صاع
صاع من بر أو صاع من ذهب أو من فم: فم مستمر لله تعالى كما مر.

(رد المحتار: ۳/۳۰) (ما عود أو احسن الفتاوى: ۱۰/۴۷۷)

نذر میں زمان و مکان وغیرہ کی تعیین صحیح نہیں:

اگر کسی شخص نے نذر کی کہ فلاں چیز فقیر کو دوں گا اپنی چیز فقراء میں سے کسی اور جگہ کے
فقیر کو بھی دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں کا عود ہے کہ نذر میں کسی زمان یا مکان یا فقیر کی
تعیین کی تو یہ تعیین نذر پر لازم نہیں ہوتی، کسی دوسرے وقت میں یا دوسرے مکان میں یا دوسرے
فقیر کو دینے سے بھی نذر اداء ہو جاتی ہے، اسی طرح نذر نذر میں کوئی چیز تعیین کر دی کہ فلاں چیز
دوں گا تو یہ بھی صحیح چیز دینا لازم نہیں بلکہ اس کی قیمت کے برابر نقدی یا کوئی دوسری چیز بھی دے سکتا
ہے۔

قال في التامية والنذر لا يختص بزمان ومكان ودوم ومغير ولو
نذر للتصدق يوم الجمعة بمسكة بهذا الشره على فلاں مخالف حجاز.

(رد المحتار: ۲/۱۴۷)

قرآن خوانی کرانے کی نذر جائز نہیں:

اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو قرآن خوانی کر اؤں گا اس کام کو نہ پڑھنے پر
قرآن خوانی کرنا لازم نہیں کیونکہ قرآن خوانی کی حرج و مرج بدعت اور ناجائز ہے اس لیے اس کی
نذر کرنا جائز نہیں۔

قال في شرح التنوير وفي البحر وشرائطه خمس فزائد لا يكون
معصية لئلا يفسد نذر يوم النحر لأنه لغیرہ. وفي التامية قال في
الفتح واما كون المنذور معصية بمح انعقاد النذر فيجب ان يكون
معصية اذا كان حراما لعين او ليس فيه جهة قريبة فان المنعجب ان نذر
صوم يوم العيد ينعقد ويحب الوفاء بصوم يوم غيره ولو صامه شرح

عن العہدۃ بعد۔ (یعنی قولہ) ان ما کان فیہ حجة العبادۃ یصح فلتدر بہ
لما مر من انہ یلزم الوفاء بالنذر من حیث ہو قرینہ لا مکمل و نصف
النذر بہ یصح الترمیم القصور من حیث ہو صوم مع الفاء کونہ فی يوم
العید الخ۔ (رد المحتار: ۶۹/۳)

تحقیق مذکور سے ثابت ہوا کہ گرام الفیر کی تہ نہ منقذ ہو جاتی ہے مگر اس کا ایفاء بطریق مباح

واجب ہے۔

عہدہ قرآن خوانی خواہ بطریق مباح ہی کیوں نہ ہو اس کی تہ نہ منقذی نہیں ہوتی، اس لیے
کہ اس کی مجلس سے کوئی فرد فرض یا واجب نہیں، البتہ خود قراءۃ قرآن کی مجلس سے نماز میں تلاوت
غرض ہے مگر قراءۃ قرآن عبادۃ مقصودہ نہیں۔

قال فی العلائق ولو نذر فی سبب عبادۃ دہر للصلوۃ لم یلزمہ۔ وفي
الشامیة وکذا لو نذر قراءۃ القرآن وعلیہ الضمان فی باب
الاعتکاف یا ما للصلوۃ وفي الخانیة ولو قال علی الطواف یا لیت
والمسعی بین النصفاء والمرورۃ او علی ان یقرأ القرآن ان جعلت کذا لا
یلزمہ شیء اھد قلت وھو مشکک فزان للقرآن عبادۃ مقصودۃ ومن
حسنہا واجب و کذا لطواف فزانہ عبادۃ مقصودۃ ایضاً ثم رأیت فی
لیباب المسائل قال فی باب اتواخ الاطوفۃ للحامس طواف النذر
وھو واجب ولا یختص بوقت عھذا صریح فی صحۃ النذر بہ۔

(رد المحتار: ۷۰/۳)

نماز کے بعد تسبیحات کی نذر کا حکم:

اگر کوئی شخص نماز کے بعد تسبیحات کی نذر مانے تو اس نذر کو پورا کرنا لازم ہے یا نہیں اس میں
تفصیل ہے۔ احسن التعلوٰی سے ایک سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے جس سے تفصیل واضح ہو
جائے گی۔

سوال: ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ نماز کے بعد جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں اگر کسی نے یہ
تسبیحات پڑھنے کی نذر کی تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں اور اگر درود شریف کی نذر کی تو واجب ہو

جاتی ہے، ان کے شریعہ کا یہ ہے کہ ان میں گناہ تو نہیں ہے اگرچہ اسے تو سبوحات اور درود شریف میں قرآن کی یاد ہے، "خیر، خیر"۔

بہرحال سبوحات اور درود شریف میں یہ فرق شاید یہ نہیں رہتا کہ ان میں سے ایک اور شریعت کے اندر آتی ہے یا نہ تو سبوحات کو بھی واجب اور اگر ایسا ہے، تو اس کے لیے نماز کا عبادۃ مقصود ہونا اور اس کی جہت سے کسی فائدہ فرض یا واجب ہونا شرط ہے، نماز کے بعد ان سبوحات عبادۃ مقصودہ ہیں اور یہاں تک کہ تہذیب و تمدن کو بھی شامل ہے، اور تہذیب و تمدن میں سوز و گداز کی ابتداء میں فرض ہے اور بحکم ابتداء نماز میں فرض ہے اور تہذیب و تمدن میں تہذیب و تمدن میں ہیں، اس لیے ان سبوحات کی نذر بھی ہے، اس صریح درود شریف عبادۃ مقصودہ ہے اور ہر جہت میں ایک بار فرض ہے، اس لیے اس کی نذر بھی صحیح ہے، البتہ نذر تہذیب و تمدن میں اگر نماز کے بعد کی قید نہیں لگائی تو یہ نذر واجب نہیں، اس لیے کہ اس سبوحات پر لفظ سبوحات تہذیب و تمدن کو شامل نہیں بلکہ صرف تہذیب و تمدن مراد ہے اور فرض تہذیب و تمدن میں کوئی فرد فرض وہ واجب نہیں۔

عن فی شوع التوبیر عن الفقیہ لو نذر السبحات در الفصلہ ثم یسلمہ ولو نذر ان یصلی علی غنسی صلی اللہ علیہ وسلم کل یوم کذا نذرہ وقیل لا، وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ نعمی، (مولہ و ہو دہر لانی حدیث) لعل مرادہ التسمیۃ والتحمیلہ وانکبیر نالانہ و انالابن فی کل و اطلق علی الحسب تسمیۃ تغنیاً لکونہ سابقاً و بہ نذرہ ای ایہ لیس من جسمہا و احب و لا فرض و بہ ان نکبیر لانی واحد لانی التسمیۃ بہ و کذا تکبیرہ الاحرام و تکبیرات متعبدہیں ہستی صحتہ بقدر بہ بناء علی ان المراد من الواجب ہو ماہرہ طبع فلت لکرمہ ذکرہ التسمیۃ لیس عبارۃ التسمیۃ و عمارتہ کما فی البحر و یونہر ان بقول دعاء کذا فی ذکر کل صلوۃ عشر مرات لم یصح (قولہ نذرہ) لان من حسہ فرضاً و ہو انصوفہ نذرہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد و حلفہ فی العمر و نحب کثما ذکر و نذرہ فی فرض عملی فان ح و مہ یعلم انہ لا یشرط کون العرض قطعاً (مولہ و جیل

لا (لعل وجهه انصرفا لکتابہ المرصہ فی تصدقات (رد المحتار: ۷۰۳)

(اُحد من اصداف ۱۰۰۰۰)

نذر ذبح میں قیمت کا تصدق جائز ہے:

ایک شخص نے نذر مالی کہ میرا لالہ نام ہو جسے تو یک کر ذبح کرے گوشت اس میں تقسیم کروں گا اب کام ہوتے پر کبھی ذبح کرنا ضروری نہیں بلکہ اس نذر سے کہ قیمت کا تصدق بھی جائز ہے کیونکہ انھیں کے سوا نذر ذبح سے نذر تصدق تم مقصود ہے اور نہ نفس ذبح کی نذر صحیح نہیں اس لیے کہ انھیں کے سوا ذبح حیوان عبادت مقصود نہیں، ذبح ذبح مقصود نہیں بلکہ تصدق تم مقصود ہے تو اس سے جوت ہوا کہ ذبح حیوان واجب نہیں، بلکہ اختیار ہے چاہے یہ نذر ذبح کرے گوشت صدق کرے یا کبھی نذر تصدق کر دے یا اس کی قیمت صدق کر دے یا قیمت کے برابر روٹی دے۔

قال فی شرح المشویر: ان یتصدق بعشرة دراهم من النذر

فتصدق بمعبره حذرا من سواي العشرة كتصدقته سنة .

(رد المحتار: ۷۰۳)

یعنی اس شخص نے نذر مالی کہ میں درہم کی روٹی صدق کرے گا۔ پھر روٹی ہے۔ یہ ہے اس درہم کے چاروں صدق کر دے یہ بھی جائز ہے جیسے روٹی کی قیمت صدق کرنا جائز ہے

فائدہ: بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نذر میں زمان، مکان اور درہم و فقیر وغیرہ کی نہیں سے نذر ان خود سے شخص نہیں ہوتی، اس پر اشکال ہوتا ہے کہ فقیر نے قربانی کی نیت سے چاند خرچ کیا تو نیکم نہ رہو گے کی وجہ سے بیحد اسی چاند کی قربانی اس پر واجب ہے بعد ازل کرنا جائز نہیں اس صورت میں اختصاص نذر کیوں ہوا؟

جواب: یہ معلوم ہوتی ہے کہ نذر تحویہ میں فعل منہ و درہم ذبح کا ارضی یہ ان میں پایا جاتا ہے اور نہ تصدق میں کسی میں فعل منہ و درہم تصدق کا کوئی ارضی نہیں پایا جاتا۔

(ما سعود ابن احمد نذر ذبح)

شیرینی تقسیم کرنے کی نذر:

کسی نے نذر مالی کہ میرا لالہ نام ہو یا تو بچوں کو شیرینی تقسیم کروں گا تو کام چمرا ہوا ہے۔

یہ شیرینی تقسیم کرنا واجب ہے بختمہ الفاظ اندر میں بچوں میں سے انہما کی تخصیص نہیں، اس لیے یہ انہما وغیرہ سب کو شامل ہے اور تصدق ملے الفقیر مہات مقصود ہے، البتہ ایذا نہ رکھے ہے اور واجب ۱۱۱۰ء ہے اور الفاظ اندر میں نہ تو شیرینی کی کوئی مقدار یا قیمت متعین کی گئی ہے اور نہ ہی بچوں کی تعداد بیان کی گئی ہے، اس صورت میں اطعام عشرہ مساکین واجب ہے، یعنی مقدار صدقہ الفطر سے دس گناہ زیادہ گیہوں یا اس کی قیمت کے برابر نقد کی یا کوئی دوسری چیز صدقہ کرنا واجب ہے خواہ ایک مسکین کو دے یا متعدد کو بہر صورت نہ راوا ہو جائے گی۔

قال العلامة المحقق في رحمه الله تعالى: قال غني مدر ولم يرد عليه ولا نية له فعليه كفارة بسين ولو نوى صياها بلا عدد لزومه ثلاثة ايام ولم صدقة فاطعام عشرة مساكين كلفطرة، وقال العلامة من عايد من رحمه الله تعالى (قوله لزومه ثلاثة ايام) لان ابحاث الحد معتبر باحباب الله تعالى وادنى ذلك في تخصيص ثلاثة ايام في كفارة البسمير سحر غير ثلوا الحجة (هو ولو صدقة) اي بلا عدد (قوله كالقطرة) اي نكل مسكين نصف صاع برو كذا وقال نك على اطعام مسكين لزومه نصف صاع بر استحضار ان قال الله على ان اطعم المساكين على عشرة عدد اي حبة رحمه الله تعالى صح.

(رد المحتار: ۶۲/۳)

وفي شرح التوبير بفر كفراء مكة حار الصرف بفقراء عمرها لما نقرر في كتاب الصوم ان الدر غير المعلق لا يختص بشيء نذر ان تصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغيره حذر ان ساوي العشرة كصاعه نكه وفي الشامية تحب (قوله لما تقرر في كتاب الصوم) فلت وكما لا يتعين الفقير لا يتعين عنده فقي الحائية اي زوجت بنسب فاعلم درهم من مالي صدقة لكل مسكين درهم فزوج ودفع الالف الي مسكين حمله حاز - (رد المحتار: ۶۲/۳)

(ساعود ارأسن الفتاوى: ۴۸۳/۵)

نذر مطلق میں مبیعہ التزام ضروری نہیں:

نذر مطلق میں مبیعہ التزام ضروری ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں احسن الفتاویٰ ۳۸۴/۵ سے ایک سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے:

سوال: زید کی بیٹیس کا پاؤں فرنگ میں پھنس گیا، نہ نکل سکے، نہ یہ سنے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری بیٹیس کا پاؤں صحیح سلامت نکل جائے تو دس روپے اللہ واسطے دوں گے، صرف اللہ واسطے کا لفظ کہا، مست یا نذر وغیرہ کچھ نہیں کہا تو یہ نذر کے حکم میں ہے یا نقلی صدقات کے حکم میں ہوگا؟

پیشہ تو جروا

جواب ایسے الفاظ عرفاً نذر کیسے مستعمل ہیں، اس لیے یہ نذر لازمہ اور واجب التصدق ہے۔

فإن الأيمان مبني على العرف، وقال في المعلانية فإن الأيمان مبني

على العرف فما تعودت الحلف به فبمين وما لا فلا .

(رد المحتار: ۵۲/۳)

والنذر في حكم اليمين كما في الشامية تحت (قوله ومن نذر

نذراً مطلقاً) واما ذكروا النذر في الايمان لما يأتي من انه لو قال

على نفري ولائته لزمه كفارة و مر في آخر كتاب الصيام انه لو نذر

صوماً فإن لم يبر شأ أو نوي النذر فقط لو نوي النذر وإن لا يكون

بميناً كان نذراً فقط وإن نوي اليمين وإن لا يكون نذراً كان يميناً

وعليه كفارة أن افطر وإن سواه ما لو نوي اليمين كان نذراً و يميناً حتى

لو افطر قضى وكفر و مر هناك الكلام فيه. (رد المحتار: ۶۸/۳)

و ايضاً فيهما (قوله لان اليمين ليس من جنسه فرض الخ) هذا

التحليل لصاحب البحر و بنا فيه مبنی للمعانية قال ان برئت من مرضي

هذا ذهبت شاة فبرئ لا يترجمه شيء إلا ان يقول فله على ان فبيع شاة

او . وهي عبارة متن الدرر و عللها في شرحه بقوله لان اللزوم لا

يكون الا بالنذر و انذار عليه الثاني لا الاول اهـ فلو كان عدم «صححة

لكون الصيغة المذكورة لا تدل على النذر اي لان قوله ذهبت شاة

[illegible]

1944-1945

تبلیغ میں جانے کی ضرورت نہیں:

کسی شخص نے نہ رانی کہ ہر افغان کا یہ بیٹا تو چالیس دن تبلیغ میں جاؤں گا کہ تو کام کرنے پر اس نذر کا پورا کرنا۔ جب نہیں کیونکہ۔ سخت نذر تھے یہ شرط ہے کہ نذر و عہد جو حقیقت وہ تبلیغ عزت و شہادت۔ نہیں اس لیے نذر منعقد نہیں ہوتی، اس کا فیصلہ واجب نہیں، جائز ہے۔

فإن في السهمين من نذر مدبر مضمناً أو معلقاً شرط و كذا من
 جـ: في جـ و هـ عبارة مفصولة و هي : شرط لازم = انذار ،

(رد المحتار، ج ۷، ص ۷۸۰) (مکذوبه فی الحسب مقتضای)

باقی جانا واجب نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جانا کوئی عشاء کا کام ہے، بلکہ مناسب یہی ہے کہ کام پر راز و توقیر تیار رہے اور بھیجی ہو کر رہے۔

عروسہ میں رقم دینے کی نذر:

نہر کوئی شخص اس طرح نہ دے کہ لڑاں کام نہ کرے تو شمس مدر سے لواتی تو وہیں کا تو کام ہونے کے بعد مدر سے لواتی تو ریٹا لازم ہو گا یہ نہ کہ مدر کو اپنے کے عرفاؤ احسنی جو کہتے ہیں ایک یہ کہ مدر میں وقف کر دیاں گا اور مدر سے یہ سہ سائیں طلبہ مدر کے لیے دیاں گا ہر صورت مدر منعقد اور واجب ہے کیونکہ وقف بھی جس واجبات میں سے ہے کہ مدر از مدر مسجد کا وقف کرنا مسجد فوسا کے بعد واجبات سے اور مدر طلبہ سائیں بھی جس واجبات میں سے ہے لہذا یہ نہ منعقد ہو

مٹی اگرچہ مسکین کی نیت اور تصریح نہ کرے اس طرح اگر یہ نذر کی کسائے لڑکھاں کا کام ہو جائے تو یہ جائز ہے۔ نذر کے اندر نسلے دوں کا تو یہ نذر بھی صحیح ہے اور مستند ہے کیونکہ یہ نذر صراحت کوشت کے صدق کی ہوئی اور صریح میں نیت شرط نہیں البتہ محض ان غفلوں سے کہ یہ کام ہو یا تو کائے ذبح کروں گا نذر کا انعقاد اس وقت تک انکار کے خیال میں نہیں ہوگا۔ جب تک ان الفاظ سے اس کی نیت گوشت صدق کرنے کی نہ ہو۔ (ماخوذ از اراء المفتین صفحہ ۷۲۸)

نذر ماننا پسندیدہ عمل ہے:

انسان جب کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے یا کسی مشکل میں پھنس جاتا ہے تو نذر ماننا ہے کہ یہ تکلیف یا بیماری دور ہو جائے یا یہ مشکل حل ہو جائے تو فلاں چیز صدق کروں گا اب اگر اس کو صحت حاصل ہو جائے تو اس پر نذر چوری کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

القبولہ نعم الی: ﴿۱﴾ وفیوں ولا تذر ویحافون یوما تکنی شرط

مستغیر (۱) (سورۃ النہر ۷۰)

جتنی پروا کرتے ہیں صحت کو اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ اس کی برائی پھیلنے پر سے کی البتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ شرعاً پسندیدہ عمل یہ ہے کہ ایسے موقع پر صدق کو نذر کے ذریعہ مطلق کرنے کی بجائے نذر صدق خیرات کیا جائے تو یہ استغفار کا اہتمام کیا جائے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے نذر ماننا شرعاً پسندیدہ عمل ہے دفع بلا میں اس نذر کا کوئی عامیہ عمل نہیں۔

لما ورد فی الصحیحین عن انس بن صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال:

لا تسفروا فزان تسفر لا یقدم شیئا ولا یؤخرہ وإن البدر لا یأخیر

وإنما بمنسخر جہ من التخیل۔ (اندرجہ البخاری: ۱۵۷/۴ مسلم

رقم ۱۶۱۰ باب النہی عن التسفر وإنه لا یؤخر شیئا)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نذر ماننا کرو کیونکہ نذر کی وجہ سے جو چیز تقدیر میں مؤخر ہے مقدم نہ ہوگی اور جو مقدم ہے وہ مؤخر نہ ہوگی اور نذر سے کوئی خیر حاصل نہیں ہوگی اس کے ذریعہ تو فقط تخیل سے مٹا نکالا جاتا ہے۔ (بخاری)

ولی کے نام پکراؤ ذبح کرنے کی نذر ماننا:

خیر اللہ کے نام پر نذر ماننا حرام ہے اس صنف و رکا استعمال کرنا اس سے کسی قسم کا استفادہ بھی

حرام ہے اس کے بارے میں نیک نام سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے:

سوال: ایک شخص نے اس طرح نذر مانی کہ "اے بزرگ میرا لکھا کام ہو جائے گا تو میں آپ کے نام پر بکرا ذبح کروں گا آپ کے حزار پر اٹھائیں گا۔ پھر اس کا کام ہو گیا تو اس نے حزار پر بکرا ذبح کیا اور خود کو کئی گھنٹے ملا لٹا کیا اس کی بیوی اس کے ساتھ حزار پر نہیں جا رہی تھی لیکن اس کو بھی نذر بدستی لے گیا، اب سوال یہ ہے کہ ایسا تو بی سلسلہ رہا نہیں؟ اس کی بیوی سے اس کا نکاح نوٹ کیا جاتا ہے؟ اگر نکاح نہیں رہا تو کیا وہ نکاح کرنا ہوگا؟ اگر نکاح نہیں رہا تو ایسا آدمی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا اس طرح کی نذر اور منّت کا حزار پر بکرا ذبح کرنا بخیر و کوالت کا جائز ہے؟ چنانچہ جواب:

جواب: صورت مسئلہ میں نذر صحیح نہیں کہ یہ امور معصیت ہیں اور معصیت کی نذر منعقد نہیں ہوتی اس نذر کا پورا کرنا جائز نہیں بلکہ حرام میں ہے:

وإن لا یحکم لہ معصیۃ لذلک (در مختار: ۹۶/۲)

یعنی نذر منعقد ہونے کی شرط یہ ہے کہ گناہ کی نذر نہ ہو۔

شاید اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سوال: چھل و حجم: نذر کردن یا میں طور کہ اگر حاجت من بر آرد بزرگ و غلام دلی این قدر از نقد و جنس معام بخت برسانم یا تمام و شال بکلم کنانم چه حکم دارد، چنانچہ گناہ کبائر گنہ؟

جواب: نذر کردن یا میں طور کہ اگر حاجت من خدا بر آرد بزرگ و غلام دلی این قدر از نقد و جنس معام بخت برسانم درست نیست زیرا کہ در نذر کردن خدا کے تعالیٰ چند شرط است اگر ہر حققی شوند نذر نازا زمی شود والا لازم نیست... الی قولہ... چہارم؟ نذر دینی نفسہ گنہ واجبہ اگر گناہ و خواہ شد اصلاً و نذر کردن بزرگ و لازم خواہ شد چنانچہ در فتاویٰ عالمگیری مرقوم است الأصل ان النذر لا یصح الا بشرط... اسی قولہ... و الرابع ان لا یحکم العتدور معصیۃ باعتبار نفسہ انھی چون انہیں عبارت معلوم شد کہ در نذر کردن چند شرط ضرور است، پس در سوال کہ مرقوم است کہ بزرگ و غلام این قدر از نقد و جنس معام بخت برسانم رسائی ان عبارت نیست بلکہ نذر صحیح خواہ شد۔

الخ۔ (مفت مسائل ص: ۸۱ تا ۸۴ غلامی)

ترجمہ: سوال: چھل و حجم: نذر مانی کہ اگر خدا میری حاجت بر لائیں تو غلام دلی کے

مزار پر اس قدر نقدی اور کھانا پہنچاؤں گا یا ان سے نامی تکلیف لگاؤں کیسا ہے؟ جائز ہے یا مکہ؟

جواب۔ اس طرح منٹ مانا کہ اگر خداوند تعالیٰ میری حاجت بر لائیں تو فلاں ولی کے مزار پر اس قدر نقد و جنس اور کھانا پہنچاؤں گا نیز نہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی منت ماننے میں چند شرطیں ہیں اگر تمام شرطیں پائی جائیں گی تو نذر لازم ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ الی قول۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جو چیز منٹ میں لائی جائے وہ فی نفسہ کھانا نہ ہو اگر وہ فصل نکاح ہو تو منٹ کا پورا کرنا اس پر کبھی بھی لازم نہ ہو گا چنانچہ خدا کی عاصیگیری میں ہے۔ تاہم یہ ہے کہ نذر بھیج نہیں ہوتی ہے مگر چند شرطوں کے پائے جانے پر۔۔۔ الی قول۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ منذور فی نفسہ کھانا نہ ہو۔ اگلی۔ جب اس عبادت سے معلوم ہو گیا کہ نذر ماننے میں چند شرطیں ضروری ہیں تو سوال میں جو صورت مرقوم ہے کہ فلاں ولی کے مزار پر اس قدر کھانا پہنچاؤں گا مزار پر کھانا پہنچانا عبادت نہیں ہے اس لیے اسی صورت میں نذر بھیج نہ ہوگی اگر اس طرح کہا جائے کہ اگر خداوند تعالیٰ میری حاجت بر لائیں تو فلاں حزار کے فقیروں اور بھادروں کو کھانا کھلاؤں گا تو نذر بھیج ہو جائے گی اور اس کی وفا لازم ہوگی لیکن فقراء و حزار، بھادروں کی تخصیص نذر کے پورا کرنے میں ضروری نہیں جس فقیر کو بھی دے دے گا نذر پوری ہو جائے گی اور اگر اس طرح کہے کہ اگر میری حاجت بر آئے تو فلاں ولی کے لیے یا فلاں ولی کے نام پر اس قدر نقدی و غیرہ دوں گا تو انکی منت ماننا بلا جہاد باطل ہے اور وہ کھانا حرام ہے چنانچہ مستبر کتابوں کے حوالہ سے لکھا جائے گا اور اسی قسم سے ہے اگر یہ کہے کہ یہ چیز اس ولی اور سید کے نام کی ہے (تو یہ بھی حرام ہے) مگر عاصیگیری میں ہے وہ نذر میں جو اکثر عوام ماننے ہیں کہ صلاہ کی قبر پر جاتے ہیں اور غلاف اٹھا کر مٹکایا کہتے ہیں کہ میں اس قدر مال اب قبر پر چھادوں گا اسے میرے سید اگر پوری فرمائیں میری حاجت کو تو یہ بلا جہاد باطل ہے۔ الی قول۔۔۔ اور جب تم نے یہ سمجھ لیا تو یہ بھی سمجھ لو کہ وہ مال اور اس کے مثل اور چیزیں جو اولیاء کے حزار پر ثواب کے لیے لے جایا کرتے ہیں وہ بلا جہاد حرام ہیں بسبب تک کہ مذہبناہوں پر قریح کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے اور اس پر سب متفق ہیں اور اس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں۔ (حاکمیری) مگر ائمہ اربعہ میں ہے وہ نذر میں جو اکثر عوام ماننے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ کسی عاصی آدمی کے لیے یا کسی بیمار کے لیے یا خود اس کو کوئی حاجت درپیش ہو تو وہ صلاہ کے مزار پر جاتا ہے اور حزار کے

ناف کو سر پر رکھ کر کہتے ہیں کہ اب میرے قلندر سید! امر آجائے میرا غائب آدمی یا اچھا ہو جائے میرا مرض یا پھر مری ہو جائے میری حالت تو آپ پر اس قدر مال اس قدر رکھا، اس قدر پانی یا اس قدر تیل یا اس قدر صابون یا اس قدر چرخ چڑھاؤں گا تو اسکی منت چندہ جوہ سے بالا جاتا باطل ہے۔ اول تو اس لیے کہ یہ منت مخلوق کے لیے ہے اور مخلوق کے لیے منت ماننا کسی صورت میں جائز نہیں۔ دوا میں وجہ سے بھی کہ نذر و رد میں ہے اور یہ کسی شی کا مالک نہیں ہوتا۔ اور اس وجہ سے کہ اگر گمان ہو کہ اللہ کے سوا اور نیا میں بہت بھی متصرف ہے تو یہ اعتقاد کفر ہے۔ اہل آخرت۔ (امداد المستائل ترجمہ مائتہ مسائل - صفحہ ۹۰، ۹۱، ۹۲)

مانا بدعت میں ہے ”بجہ و کرون۔ جوئے قیور بخیا و دویہ و دھوپ گرد قیور کرین و دعا نذر آنہ خواستہ و نذر برائے آنہ قبول کرین حرام است بلکہ چیز بازاری بہ کفری در سائنہ شیعہ رحمہم اللہ بر آنہ لعنت گفت و از اس منع فرمودہ و گفت کہ قیور بہت نہ کنند۔“

یعنی انبیاء و اولیاء کی قبروں کی طرف بجہ و کرون اور ان سے دعا مانگنا اور ان کی نذر ماننا حرام ہے بلکہ بعض چیزیں کفر تک پہنچانے والی ہیں جیسے طلحہ السلام نے ایسی چیزوں پر حنت لگائی ہے اور فرمایا کہ میری قبر کو بہت نہ بٹکانا۔ (مانا بدعت - صفحہ ۸)

لہذا اس طرح منت نہ کرنا کہ ”اے بزرگ میرا ظالم ہو جائے گا تو آپ کے کام پر کھراؤں کروں گا“ آپ کے حمار پر لٹا لٹکوں گا۔“ ختم گناہ اور حرام ہے اور مشرک کا نہ فعل ہے یہ نذر مستعد ہی نہیں ہوئی یہ چیز بجاہت سے سرفرا ہوئی ہے اس لیے تو یہ استغفار لازم ہے اور ایسی صورت میں احتیاطاً ہر تجدد پہ کلام کا ٹکڑا کیا جائے۔ شامی میں ہے

نعمہ مبدعہ الخراج الا ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والکفر... وجہ خلاف یزید بالاستغفار والتوبة وتحذیر النکاح وضاہرہ... (حج نظامی: ۲/۳۹۹ باب التمرید)

(ما یحذر العنای و حبیہ ۲/۵۶)

جس جانور کے ذبح کرنے کی نذر مانی کیا اس کو بدلنا جائز ہے؟

نذر۔ ہاں۔ ہر حال میں کیونکہ یہ نذر نامی صورت کا حکم یہاں سوال و جواب کی صورت میں پیش یا جاتا ہے۔

حواں بعد سلام مستنون ایک مسئلہ دریافت طلب ہے، وہ یہ ہے کہ سایک شخص نے نذر مانی کر اگر پھر غفلت کام ہو جائے تو میں اپنے دو بکروں میں سے ایک صدقہ کروں گا اور ابھی کام ہو نہیں ہے لیکن امید ہے کہ آئندہ دو کام ہو جائے تو کیا ابھی اس بکرے کی قربانی کر سکتا ہے؟ اس کا خیال یہ ہے کہ بکرے کی قیمت لگا کر قیمت محفوظ رکھ لے اور جب کام پورا ہو جائے تو اس قیمت کا بکرا خرید کر صدقہ کر دے اور جو بکرا سوچا ہے اس کی قربانی کر ڈالے، شرعاً اس کی اجازت ہوگی؟

پیشوا تو جروا

جواب: شخصوں سے متوال میں بہتر یہ ہے کہ دو بکروں میں سے جو اچھا ہوا سے رکھ لیا جائے، دوسرے کو فروخت کر دیا جائے یا قربانی کر دی جائے اور یہ بھی درست ہے کہ دونوں کو فروخت کر دیا جائے یا قربانی کر دی جائے اور جب کام پورا ہو جائے تو ایک بکرے کی قیمت صدقہ کر دی جائے، یا اس کا بکرا خرید کر صدقہ کر دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اس قسم کے سوال کے جواب میں حکیم ہالامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے ارقام فرمایا ہے، یہ بھی اختیار ہے خواہ وضع کر کے تقدق کر دے یا بکری کی قیمت کا تقدق کر دے اور فروخت کر دینے کے بعد بھی دونوں اختیار ہیں کہ خواہ دوسری بکری خرید کر وضع و صدقہ کر دے یا وہ قیمت صدقہ کر دے۔

(لواء الفتاویٰ: ۲/۴۹۶)

روزہ کی نذر کی صورت میں نذریہ ہوا کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: ذیل سے نذر مانی کر اگر میرے بھائی کی طبیعت ٹھیک ہوگی تو میں تیس روزے رکھوں گا، ذیل کے بھائی کی طبیعت کچھ ٹھیک ہوگئی ہے اور اب دوا جی نذر پوری کرنا چاہتا ہے لیکن ذیل تاجر شخص کو روزہ رکھنا مشکل ہوگا اور پابندی نہ ہو سکے گی تو وہ ان روزوں کا نذریہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا روزہ ہی رکھنا ضروری ہے؟ پیشوا تو جروا

جواب: صورت مسئلہ میں ذیل کے بھائی کی طبیعت ٹھیک ہو جانے پر ذیل پر ایک ماہ کے روزے رکھنا ضروری ہیں، مسلسل رکھنا ضروری نہیں مگر قریب بھی رکھ سکتا ہے، اتفاقاً حال گیری میں ہے:

وقد روي عن محمد قال لا يعلق النذر بشرط بريد كونه كقولہ

ان شفى الله مريضهسي كورد غائبهسي لا يخرج عنه مالم يكره كذا في

المبسوط ويذكره عن ما سمي كذا في فتاوى قاضي حبان .

الاحکام مذکورہ بالا سے ہیں کہ اگر لڑکی شریعت کے ساتھ حقیقی حیثیت سے ہو، جو بے نیازی سے تمنا ہے جیسے یوں کہاں اور اللہ تعالیٰ میرے پیار کو شفا عطا کرے ماسیہ کے ہم شعور اور چاہنے والے تو میں یہ کہہ کر دے گا کہ اللہ کا کافی ہے، اور میں چیری لڑکی رہا مانی ہے اور پورا اگر بنا لازم ہوگا۔

(فتاویٰ عالمگیری ۲/۲۲۳) (معدنہ انجیل، ۱۹۶۲ء)

وہ مری قہر ہے۔

ولو قضی لہ عسی ان یصوم شہر امثل شہر رمضان ان یوجی
المعاذلة فی التبع بالمرہ صوم شہر متابعاً وین یوجی السانفہ فی
العدد اولم یکنی لہ میة بفرمہ ان یصوم ثلثین یوماً ان شاء صام متفرعاً
و اذا شاء متتابعاً کذا فی المعوض

یعنی اگر اسی طرح لڑکی میں ماہ رمضان کی طرح ایک ہیئت کے روزے اللہ کے واسطے رکھوں گا اگر اس سے مراد یہ ہو کہ رمضان کے مانند مسلسل ایک ماہ کے روزہ رکھوں گا تو اس کو لگا ہوا ایک ماہ کے روزے لازم ہوں گے اور اگر یہ نیت ہو کہ رمضان کے روزوں کے بعد (یعنی) کے مطابق روزے رکھوں گا یہ نیت نیت نہ ہو تو اس کو تیس روزے لازم ہوں گے جو بے متفرق رکھے یہ مسلسل۔

(تکذیب الجیہظ، فتاویٰ عالمگیری: ۱/۳۵۱) کتاب الصوم، کتاب السانفہ فی التبع بالمرہ صوم شہر متابعاً وین یوجی السانفہ فی العدد اولم یکنی لہ میة بفرمہ ان یصوم ثلثین یوماً ان شاء صام متفرعاً

حیاز کا حکم:

دارے ہاں بعض لوگ یہ کرتے ہیں بھی اس کو مختلف ناسوں سے یہ دکر رہتے ہیں، نیاز رسول، نیاز حسین، نیاز امیر یا نیاز اللہ وغیرہ نیاز کا حکم بیان کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس نیاز کی دو صورتیں ہیں ایک صورت میں اس کا کرنا حرام اور سخت گناہ ہے اس کے کھانے کا بھی جہی حکم ہے، دوسری صورت میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہے اور اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر نیاز نہیں بزرگوں سے، مرنے پر یعنی اس سے ان بزرگوں کا تقرب مقصود ہو تو یہ حرام ہے اور اس کا کھانا بھی حرام کیونکہ یہ خدا پر غیر اللہ ہے جس کی سرترا ممانعت اعلیٰ ہے صحیح میں دارا ہے۔ منہ انی و انوش حدیث ہے

لا تدر الا فيما ينبغي به و حد الله .

نذر منعقد نہ ہوگی گمراہی کی چیز کی جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو۔
اور، غمرائی میں ہے۔

السدر الذي يقع للأموال من أكثر العوام وما يوحد من السبع
والزيت ونحوها التي ضرائب الأولياء الكرام تغرب اليهم فهو مباح
حرام اني قوله لانه حرام بل مباح ولا يجوز لحداوم الشيخ احده الا
ان يكون ففسر الخ .

اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے نام کی اور اس کی رضا تقرب کے لیے ہو صرف اٹھا کیا جائے کہ
ایصال ثواب کسی بزرگ کو کر دیا جائے تو یہ مشروع و جائز ہے۔

۱۔ کوئی مرنے پر ہمیشہ کے لیے مقرر نہ کرے۔

۲۔ جو کچھ کھانا ہو اس میں انقراء کو کھلائے اغذا واد صاحب نصاب لوگوں کو اس میں
سے کچھ نہ کھائے۔

۳۔ اس کو لازم و واجب کی طرح چلانے نہ کرے اور ان لوگوں پر کوئی طعن نہ کرے
جو ایسا نہیں کرتے۔

۴۔ قرض لے کر اپنی وسعت سے زیادہ خرچ نہ کرے۔

۵۔ اور بھی کوئی خلاف شرع کام اس کے ساتھ نہ ملے۔ اس صورت میں یہ نذر
جائز بلکہ ثواب ہوگی اور اس کا کھانا بھی فقراء کے لیے جائز ہوگا۔ (نحوۃ ازامہ و الفہمین ۷۸۱)

استطاعت سے نذر ادا کرنے کی ایک صورت کا حکم:

کسی شخص نے نذر دانی کیا اس چیز کی قیمت حج پر صرف کر دیا اور اس کی استطاعت میں حج
کی رقم نہیں اور قیمت بھی حج کے مصارف سے بہت کم ہے، کیا اس پر اس نذر سے حج فرض ہو
جائے گا یا اگر فرض نہ ہو تو وہ منذور قیمت فی سبیل اللہ دینی پڑے گی یا نہیں؟ اس بارے میں
معتز مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قال في البحر الرائق عن الخلاصة نو الترم بالندار اكثر مما يملكه

هو المستحار كما إذا قال ان فعلت كذا فله ، وهو من مالي صدقة

فعلی رہو لا مہام لا العاقبة لا سرمہ لا العاقبة لا

(بخاری ۳۴۱۱۵) (ومثله فی مدار المحتار والاسامی ۷۳)۴

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ صورت مسنورہ میں کسی شخص پر حج تو واجب نہیں لیکن کسی چیز کی جو قیمت حاصل ہو اس کو حج کے مصارف میں خرچ کرنا واجب ہو گا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ یا تو کہ مسنورہ میں کسی شخص کو بے ادبی جائے وہاں کے کوئی شخص اس رقم سے حج کر لیں اور یا کسی ایسے شخص کو جس سے وہی جائے جو حج کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کی رقم میں کمی ہے۔

عمرہ کی غرض یہ ہے:

مگر کوئی شخص عمرہ اگر کسی نذرانے کو نیتاً منعقد ہوگی اور اس کا اہتمام واجب ہوگا۔

ذہل فی الہندیۃ عن المسبوط و لو جعل عنہ حطۃ او عمرۃ او

صومۃ او حبوۃ او صدقۃ او ما شہ ذلك مساھو طاعة وان فعل کفنا

افعل برمۃ دللت الذی جعلہ علی نفسه اھـ (عالمگیریہ : ۶۵/۲)

نہاں سے کبے بغیر نذر نہیں ہوتی:

انقرضت ذر کے لیے نہاں سے نذر کے اتفاق کہ شرط ہے صرف دل میں نیت کرنے سے نذر منعقد نہیں ہوتی۔

فی المسکات الشعلاتیۃ واجب بالذکر بلسانہ او فی الضامیۃ فلا

یکفی لا یحتاج بہ النیۃ صحیح عن شمس الانعمۃ۔ رد المحتار : ۶۵/۲

او فی صوۃ الضامیۃ تحت (قوله ولو نذر النج) فیال فی المستمسک والمثلیر

عمل المساک۔ (رد المحتار : ۶۵/۲)

باب الیمین

قسم کا بیان

قسم کسی بات کو بخیر کر کے بیان کرنے کے لیے کھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول میں کسی بات کو لے کر قسم کھانے سے بات بچتے ہوئے ہے، اور مقابل کو بات پر یقین آجاتا ہے لیکن یہ ضرورت بات بات پر قسم کھانا پڑتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے، اس کی

انتہائی بے حرمتی ہے جاسا لیے جہاں تک۔ ہو سکے ہر بات پر بھی قسم نہ کھا، چاہیے۔

قال می السمحیط الا فضل فی الیمین باللہ تعالیٰ نقلمہا لان فی

تکفیر الیمین المصافاة بالی المستقل تعرض اسم اللہ تعالیٰ لہنت۔

(خططوی علی الدر: ۳۷۵/۲)

غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں:

اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی قسم شفا باپ کی قسم، بچے کی قسم، اپنے پیاروں کی قسم وغیرہ اس سے قسم منقذ نہیں ہوتی لہذا اس طرح قسم کھا کر اس کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ وهو

یحلف بایہ وکان فی سفر، فقال له صلی اللہ علیہ وسلم: إن اللہ

عمر وحلی بندھا کہم أن نحلعلوا یا ما کہم، فمن کال حانفا قلب حلف باللہ

أو لیصمت۔ ای لیسکت، فقال عمر: فواللہ ما حلفت بها منذ

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عنها ذاکرا ولا انرا۔

(أخرجه مسلم وفہ ۱۶۴۶ والترمذی رقم ۱۵۲۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ دوران سفر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے آباء کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، لہذا جس کو قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے، یا خاموش رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ کی قسم جب سے غیر اللہ کی قسم کا متوجہ ہونے میں نے زبان بولتے سے سنا اس کے بعد کبھی غیر اللہ کی قسم نہیں کھائی، نہ قصد اندکی۔ سے حکایت۔

کار غیر پر قسم کا حکم:

اگر کسی کار غیر کو آئندہ مستقبل میں انجام دہی کے متعلق قسم کھائے تو اب اس کو پورا کرنا ہی مناسب ہے، اسی طرح کسی مباح کام کے متعلق قسم کھائے تب بھی اس کام کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ قسم کا لٹا کر رہے۔

گناہ پر قسم کھانے کا حکم:

اگر کسی نے گناہ کرنے کی قسم کھائی مثلاً سینہ دیکھے گا یا ماں باپ سے بات نہیں کرے گا یا نحوذ

بائتھ نازکس پڑھے گا تو اس پر واجب ہے کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے۔

ثُمَّ لَمْ يَصِلْ إِلَيْهِ وَ سَمِعَ مِنْ حَتَفِ عَمِي بَعِيْن . فَرَأَى غَيْرَهَا
حَرَامًا . فَلَيَاتُ الَّذِي هُوَ غَيْرُ وَابِكْفَر عَنْ رَجَبِهِ

(لا خسر للموسى ۴۸:۱۵ والحديث أخرجه مسلم رقم ۱۶۵۰)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی بات پر قسم کھائے پھر اس کے خلاف میں
بہتری نظر آئے تو قسم توڑ دے پھر کفارہ ادا کرے۔

وَفِي التَّسْوِيرِ مَنْ حَلَفَ عَلَى مَعْصِيَةِ كَعْلَمٍ ثَلَاثًا مَعَ بَوْبِهِ أَوْ
قَالَ فُلَانٌ لِيَوْمٍ وَحْدٍ وَالثَّكْلَرِ (رد المحتار : ۳/۶۵۱)

حرام چیز کو حرام کرنا بھی قسم ہے:

کسی حلال چیز کو، اپنے اوپر حرام کرنا قسم ہے اسی طرح پہلے سے حرام چیز کو حرام کرنا بھی قسم
ہے، جیسے شراب اور خنزیر وغیرہ اب اگر کوئی شخص چوں قسم کھائے کہ مجھ پر سینما دیکھنا حرام ہے، سینما
دیکھنا تو پیسے سے حرام تھا اگر وہ اس قسم کے بعد دوبارہ سینما دیکھے تو سخت گناہ کے علاوہ قسم کا کفارہ
بھی لازم ہوگا۔

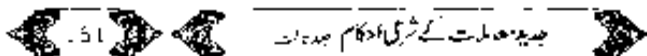
قَالَ فِي التَّسْوِيرِ : مَنْ حَرَّمَ شَيْئًا فَعَلَهُ كَفَرٌ . وَفِي الشَّرْحِ : وَلَوْ
حَرَّمَ : أَوْ مَسَّكَ غَيْرَهُ . كَقَوْلِهِ الْحَرَامُ لَمْ يَنْزِلْ فُلَانٌ . عَلَى حَرَامٍ فَبَعِيْن
مَالِكٍ يَرُدُّ الْأَخْبَارَ مَا فِيهِ . (رد المحتار : ۳/۹۶۱)
وَقِيَهُ أَيْضًا : لَمَّا تَقَرَّرَ أَنَّ ضَرْبَهُمُ الْحَلَالُ بَعِيْن .

(رد المحتار : ۳/۹۵۱)

جھوٹی قسم کا حکم:

روایات ہو چکی ہیں اس پر جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے جیسے کسی نے نماز نہیں پڑھی، اور جب کسی
نے چم چھا تو کبہ دیا کہ خدا قسم میں نماز پڑھ چکا ہوں، یا کھانا کھا چکا تھا جب کسی نے پوچھا تو کبہ دیا
خدا کی قسم میں نے ایک قدم بھی نہیں چھلکا۔ تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اس کا کوئی کفارہ تو نہیں لیکن اس پر
نہم ہے کہ خوب توبہ، استغفار کر کے اپنا گناہ اللہ تعالیٰ سے معافی کروائے۔

فَالْعَمُوسُ هُوَ الْحَلْفُ عَلَى أَمْرِ حَاضِرٍ يَنْعَمُ بِالْكَذِبِ فِيهِ مَهْدَاهُ



نعمین۔ اتمہ فیہا صحت۔ لا یتعارف فیہ الا لہ۔ لا الا سغفیر۔

(حدیث: ۵۵۷/۲)

قسم کا کفارہ:

اگر کسی شخص نے قسم تو۔ دینی تو اس کا غاروب ہے کہ اس میں متغیر ہو۔ وہ دقت عین بھر کر صحت کھائے یا اس میں اضافی مقدار نہ ہو۔ یا اس میں غیروہ۔ دینے یا نقد۔ اگر دینے سے حساب یا اس مسئلوں کو جوڑا دینے سے نقد دینا چاہے تو اس شرط کی مقدار دینے ہوگی۔

کفارے کا روزہ:

اگر کسی کو اور کسی کیوں یا تو اس میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ملے۔ سو اس پر روزہ ہے کہ۔
نعمین۔ ان سب سے بڑا کفارہ روزہ ہے۔

وان اتم۔ عمار علی۔ احد الانشاء اللہ صلاہ لہ۔ نام منہ صحت

(حدیث: ۵۵۷/۳)

علاج و معالجہ کا بیان

بیماری کا علاج کرنا سنت ہے:

اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اس بیماری سے صحت پانے کے لیے علاج کرانے کا حکم کیا ہے۔ اگر علاج نہ کروائے اور بیماری کی وجہ سے انتقال ہو جائے تو اس پر عذاب کیا ہے؟ تو سمجھ لیا جائے کہ۔ صحیح ایک خط یہی سبب ہے۔ وہ صحت ملے گا تو بیمار کوئی بیمار نہ رہا۔ اس لئے کہ اس کی وجہ سے مر جائے تو عذاب کا نہیں ہوگا۔

۔ حدیث ابی ایوب الانصاری۔ ابو جابر۔ حدیث ابی ایوب۔

بما یصلح حتی یصلح۔ یا تم بحلاف اللہ علی ما یصلح یا تم حتی یصلح

بما یصلح یا تم۔ (فتاویٰ ابن کثیر۔ ص ۱۰۰) کتاب التکرہیہ

علامہ محمد تقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو۔ اور علاج نہیں کروایا۔ یا جب اس کا حکم کیا تو علاج نہ کروانے کی وجہ سے اس کا مرتبہ ہوگا۔ بخلاف بھوکے شخص اگر اس کو کھانا کھائے۔ جو اس نے یا دہ نہ کھائے یہاں تک بھوکہ نہ ہے۔ سے مر جائے تو اس کا مرتبہ ہوگا۔

فإن العلامة ابن البرار انكر دعي رحمه الله : امتنع عن الأكل حتى مات جوعاً ثم راف عن الشغل حتى تنفجر جرحاً لا لأن عدم الهلاك بالأكل مقطوع ، والتنفاد والمعالجة مطلقون .

(فتاویٰ البراریہ عینی ہامش الہندیہ : ۳۶۷/۶ نوع فی الشغلی ، کتاب انکراہیہ)
 پر مسئلہ فی الاعتبار عن تعبيل المحنار : ۱۷۴/۲۰ کتاب انکراہیہ)
 و فی الہندیہ قال : إما الأكل فمعي مراتب فرض وهو ما يدفع به
 لہلاک قالہ نزلہ الاکل والشرب حتی ملئت فقد عصی . . ولا يجوز
 رياضة بتفليل الاكل حتى ضعف عن أداء الغرائض . ولو جاع
 ولم يأكل مع قدرته حتى مات بآثم .

(عالمگیریہ ۱۰۲/۴ کتاب انکراہیہ)

حمل گرانے کا حکم :

شب تو لید اور اسقاط حمل کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

جواب : شب تو لید اور اسقاط حمل دونوں کی مجموعی طور پر چار صورتیں ہیں :

(۱) قطع نسل یعنی کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس کی وجہ سے دائمی طور پر قوت تو لید

ختم ہو جائے۔

(۲) منع حمل : یعنی ایسی صورت اختیار کرنا کہ قوت تو لید باقی رہے ہوئے حمل قرار

نہ پائے۔

(۳) حمل ظہر جانے کے بعد چار ماہ پورے ہونے سے پہلے کسی ذریعہ سے اس کو

ساقط کرنا۔

(۴) چار ماہ گزرنے کے بعد حمل گھوٹنا۔

لہذا : پہلی صورت بالاتفاق حرام ہے ، خواہ اس میں کتنے ہی فوائد نظر آئیں اور خواہ اس کے

دوائی بظاہر کتنے ہی قوی ہوں۔

دوسری صورت کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ چار عذر یہ صورت اختیار کرنا مکروہ و تنزیہی ہے اور

درج ذیل اعذار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔

- (۱) عورت اپنی کمزور ہے کہ بارس کا عمل نہیں کر سکتی۔
- (۲) عورت اپنے وطن سے دور کسی ایسے مقام تک سے جہاں اس کا مستقل قیام و قرار کا ارادہ نہیں اور سفر کی ایسے ذریعہ سے ہے کہ اس میں بیٹنوں لگ جاتے ہوں۔
- (۳) زوجین کے باہمی حقوق و سوا دہ ہونے کی وجہ سے طہرہ کی کاشت ضروری ہے۔
- (۴) پیسے سے موجود بچے کی صحت خراب ہونے کا شدید خطرہ ہے۔
- (۵) یہ خطرہ ہو کہ نسبا و زبان کی وجہ سے بچہ بد اخلاق اور والدین کی رسوائی کا سبب ہوگا۔

اگر کوئی ایسی غرض کے تحت حمل روکے جو اسلامی اصول کے خلاف ہے تو اس کا عمل بالکل ناجائز ہوگا مثلاً کثرت اولاد سے نفی رضی کا خیال ہو یا یہ ہم ہو کہ بچی پیدا ہو گئی تو عار ہوگی۔ تیسری صورت بلا عذر، چتر اور خرم ہے اجتہاد بعض ائمہ کی وجہ سے اس کی منجوش ہے، مثلاً:

(۱) حمل کی وجہ سے عورت کا ۱۰۰ روپے ختم ہو گیا اور دوسرے ذرائع سے پہلے بچے کی پرورش کا انتظام ناممکن دھند رہو۔

(۲) کوئی زچہ دار و ذوق طیب عورت کا مزینہ کر کے یہ کہہ دے کہ اس حمل باقی رہا تو عورت کی جان یا کوئی عضو ضائع ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

چوتھی صورت مطلقاً حرام ہے، کسی بھی عذر سے اس کی کوئی مجبائش نہیں۔

(احسن الفتاویٰ، ۳۴۷/۵)

قال الشافعي رحمه الله . بحسب رايها من فم طر حم كما نفعه
ان شاء مخالفا لما بعنه في البحر من ان يهني ان يكره حرما يغير
ادن الزوج قبا ساعتي عزله بغير ادنها يكن من الترابه ان له مع امراته
عن العزل الح نعم المظر يبي فساد الرمان يقيد الحوا من اذعابين فما
في البحر ميني على ما هو اصل المذهب وما في اسهر على ما قاله
المشايخ . (تسامية مصري ، طب سكاك الرفيق : ۳۹۱۲)

اولاد کی کثرت نعمت الہیہ ہے:

بعض لوگ شادی کے بعد اس فکر میں پڑے رہتے ہیں کہ اولاد کم سے کم ہو بعض لوگ تو اس لیے

اولاد سے بیز اور بچے ہیں کہ اور دانا کی عیاشی میں غفلت ہو اور بعض کا یہ خیال ہو تا ہے کہ خود باللہ اولاد پیدا ہونے کے بعد خرچہ کا بندوبست کیسے ہو گا؟ بعض لوگ غیر مسہوس کے اس پر قریب نگر سے میں آ جاتے ہیں کہ ”بچے دو ہی اچھے“ تاہم نیک سب باتیں شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں، اس کے برخلاف جناب نبی کریم ﷺ نے اولاد کی کثرت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت بتایا ہے۔

كَقَوْلِهِ عَالِيَهُ الْوُثْنُ وَالْوَدَادُ الْوَدَادُ عَالِيَهُ مَكَانَهُ مَكْمُ

الامہ . (مشکوٰۃ : ۲/۲۷۶)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہی عورتوں سے شادی کرنا جو زیادہ محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے جنمنے والی ہو، کیونکہ میں (قدیمت سے روزِ اپنی امت کی کثرت کے ذریعہ اور امتوں پر فخر کروں گا۔

لہذا اولاد کو عذابِ الہی سمجھنے یا تنگیِ رزق کا ذریعہ سمجھنے یا ہی عار و خیر کا ذریعہ سمجھنے کی بجائے نعمتِ الہیہ سمجھنے ہونے اس کی پیدائش کے اسباب بند کیا جائے بلکہ فطری طریقہ پر جنسی اولاد ہو جائے اللہ کا شکر بجالائیں۔

شیٹ شوپ بے بی کا حکم:

شریعت اسلامیہ نے انسان کی طبعی اور فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے نکاح کا پاکیزہ اصول رکھا ہے۔ اسی طرح حصولِ اولاد کی فطری خواہش کی تکمیل کے لیے ازواجی قانون کا نظام رکھ دیا ہے۔ انہیں اصولوں و روئے کار لانے کے لیے غیر منکوحہ اور غیر ملوک عورتوں سے زنا و جھڑپ، خواہ مخواہ یا غفینہ و رضا و رغبت سے ہو یا جبر واکراہ سے، و اجرت کے ساتھ ہو یا بغیر و اجرت حرام قرار دیا ہے اور اس کے لیے خست سے خست ترین سزا سو سو کوڑے یا رجم کی سزا رکھی جیسا اور آخرت میں عذابِ جہنم کی وعید بھی ہے۔ اسی طرح لواطت اور انعامِ بازی کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے، دنیا میں اس نے لیے زنا کی طرح کوڑے، قتل، سنگسار، جہاز کے اوپر سے لڑا کر ہلاک کر دینے کی سزائیں رکھی ہیں جہنم کے عذاب کی وعید ملگ ہے۔

نیز یہ کہ جرمِ زانی اور زانیہ کے لیے پر دہی کو ممنوع اور حرام قرار دیا ہے، مستحکم ان سارے احکام سے یہ ہے کہ انسان کی طبعی اور فطری ضرورت پوری کرنے کے لیے پاکیزہ معاشرہ صبر ہو اور اس کی اذی شرافت اور پیدائشی کرامت بحال رہے۔ اصول شریعت کے مطابق تو اللہ

تاسل کا سلسلہ بھی یوں ہی چلا رہا ہے لیکن انسان اگر مذکورہ اصول شریعت اور حدود و الہیہ کی پابندی نہیں کرتا اور جانوروں کی طرح آزادانہ طور پر ہر عورت سے جب چاہے جس طرح چاہے جنسی لاپ تاحم کرتا ہے اور طبی اور فطری خواہش کو پورا کرنا چاہتا ہے، حصول اولاد کے مقررہ اصول سے ہٹ کر اپنی مرضی سے کوئی طریقہ اختیار کرتا ہے تو یہ اپنے خالق کائنات کے قانون سے کھلی عداوت کرتا ہے اور محسنِ انسانیت، قانے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ شخص مصلحت مستقیم سے نکل کر شرابی اور شیطان کا راست اختیار کرتا ہے۔ جنت کے راست کو چھوڑ کر جہنم کا راست اختیار کرتا ہے جو کہ انسان کے لیے ہلاکت اور جہنم کا سوا کچھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دین و شریعت کا فہم عطا فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نہیتِ نوح بے بی کی اصولی طور پر دوسو تیس تھی ہیں یا تو مرد کے مادہ منویہ نے کرای مرد کی بیوی کے رحم میں غیر فطری طور پر پھینکا یا جائے گا یا غیر مرد کا مادہ منویہ کسی عورت کے رحم میں پھینکا جائے گا دونوں کا حکم الگ الگ لکھا جاتا ہے:

۱. نہیتِ نوح بے بی کی پہلی فصل غیر فطری طریقہ ہے جس میں مرد کے مادہ منویہ اور اس کے جڑ سے حاصل کر کے دوسری غیر منکوحہ عورت کے رحم میں غیر فطری طریقے سے ڈالے جاتے ہیں اور یہ جڑ سے مدتِ حمل تک اس اجنبی عورت کے رحم میں پراورش پاتے ہیں اور مدتِ حمل پوری ہو جانے کے بعد جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو عورت کو مدتِ حمل کی بار برداری اور تکلیف اٹھانے کی معقول اجرت دے کر مرد بچہ لے لیتا ہے، اس طرح کی خواہش پوری کی جاتی ہے اور یہ ازدواجی شرع ناجائز حرام ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں حصولِ اولاد کے لیے دو مثل اصول مقرر کر دیے ہیں کہ انسان اپنی منکوحہ بیوی سے فطری طریقہ سے جماع کرے اور اولاد اولاد کی پیداوار کا کرے۔

﴿فَالَا تَبْشُرُوهُنَّ بِالنَّكَاحِ﴾ (سفرہ: ۱۸۷)

”اور تم اپنی منکوحہ بیویوں سے جماع کرو اور اولاد کا کرو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے لکھ رکھا ہے۔“

فطری طریقے سے تفصیل اولاد اس سے کہنی خاکہ میں ایک تو مرد اور بیوی دونوں کی فطری

شہوت پوری ہو جائے گی، دونوں کی شرمگاہیں کسی غلط راستے میں مستعمل ہونے سے محفوظ رہیں گی، دونوں کی نگاہیں بھی اجنبی مرد اور عورت سے پاک رہیں گی۔ اس لیے کہ فطرت کا تقاضہ ہے کہ مرد اور عورت فطرت کے طریقے سے خواہش پوری کریں، جب مرد غیر فطری طریقہ سے مادہ منویہ نکالے گا تو عورت کی فحش خواہش باقی رہے گی تو وہ ضرور کسی غیر مرد سے اور غیر شرعی طریقے سے خواہش پوری کرنے کی کوشش کرے گی، ایسے بہت بڑا نیلہ اور شرعی نقصان ہے اور اخلاقی ضرر ہے، دیگر یہ کہ مذکورہ بالا طریقہ پر پیدائش میں یہ فرمایاں بھی ہیں:

(۱) اولاد کے خواہش مند مرد نے جس اجنبی عورت کے رحم میں اپنا مادہ منویہ ڈالا ہے وہ عورت اس کا منکوحہ محسوب نہیں ہے جب کہ قرآن وحدیث کی رو سے منکوحہ یا منکوحہ عورت کے سوا کسی بھی عورت کے رحم میں انسان اپنا مادہ منویہ داخل نہیں کر سکتا خواہ فحش طریقہ پر ہو یا غیر فحش طریقہ پر یہ ایسا ہے کہ انسان اپنی بیوی (نکیت کی زمین) چھوڑ کر دوسری عورت (غیر منکوحہ زمین) میں نکلتی کرنے کی خواہش سے مل چلا تا ہو یا بغیر مل چلائے بیچ ڈالتا ہو، جس طرح غیر منکوحہ زمین میں نکیت و زنا و زنا کے راستے بیچ ڈالنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ حیوانی اور بے غیرتی کی بات ہے، اس طرح غیر منکوحہ یا دوسرے کی منکوحہ عورت کے رحم میں مادہ منویہ (جو کہ نسل انسانی کا بیج ہے) کا ڈالنا ناجائز نہیں ہے بلکہ انتہائی رنج ہے غیرتی اور زنا کی بات ہے۔

پھر یہ کہ نسل انسانی کی پیدائش کے واسطے شریعت نے عورت کے رحم کو کرائے یا اجرت پر دینے یا لینے کا کوئی طریقہ نہیں رکھا۔ نہ ہی کسی عورت کو عاریت پر لینے یا دینے کی اجازت دی ہے بلکہ یہ سمجھ دیا ہے کہ اولاد کی خواہش پوری کرنے کے لیے شرعی اصول کے مطابق کسی بے حجاب عورت سے نکاح کرو، بلکہ عدیت میں ہے کہ زیادہ اولاد چھنے والی عورت سے نکاح کرو، پھر اس سے فحش طریقہ سے مباشرت کرو اور فحش راستے سے نسل انسانی کا مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچاؤ اور مباشرت کرتے وقت دل میں اولاد کا ارادہ بھی کرنا، اس ہدایت پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اگر چاہا تو اور دیکھی خواہش پوری فرما دے گا اور اولاد حاصل ہوگی۔

غرض یہ کہ محبتِ نوب ہے بنی کے مذکورہ طریقہ سے اجنبی عورت کے رحم میں کسی اجنبی مرد کا مادہ منویہ اور بچہ دے داخل کرنا اولاد حاصل کرنے کی سنی کریمہ قرآن وحدیث کی رو سے ناجائز نہیں۔ اس سے قرآن وحدیث کی بے شمار اصول کی خلاف ورزی اور شریعت کے بے شمار اصولوں

سے انحراف اور اللہ و رسول اللہ ﷺ کے کانون سے بغاوت لازم آتی ہے، اس کے علاوہ ہے شمار معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

مثلاً: (الف) جس انجینی حورت کے رحم میں مرد کا مادہ منویہ بذریعہ انجکشن یا پیکاری داخل کیا جائے گا خود مرد داخل کرے گا یا اکثر، تو ان کے سامنے بے حیائی کا مظاہرہ ہوگا، حفاظت شرکاء اور حفاظت نگاہی پابندی ختم ہو جائے گی، غیرت اور حشیت باقی نہیں رہے گی۔

(ب) بھرپا کیز و حورت اور اس کی شرکاء بکاؤ اور کرائے کا مال بن جائے گی جب اس کو ضرورت ہوگی اپنے عضو خصوص کو ذریعہ معاش بنائے گی یہ سلسلہ انسانی معاشرے میں بہت بڑے فساد کا ذریعہ ہوگا۔

(ج) مگر جب اولاد پیدا ہوگی اس کی نسل اور نسب قرآن وحدیث کے لحاظ سے اس مرد سے ثابت نہ ہوگا جس کا مادہ منویہ حورت کے رحم میں ڈالا گیا ہے کیونکہ شریعت کے اصول میں ثبوت نسب کے لیے حورت کا منکوحہ یا مملوکہ ہونا ضروری ہے اور یہ انجینی حورت اولاد کے خواہشمند مرد کی منکوحہ یا مملوکہ نہیں ہے بلکہ یہ انجینی حورت اگر کسی مرد کی منکوحہ ہے تو بچہ کا نسب اس حورت کے شوہر سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الولد للفرش والمعاشر المحجر . (مشکوٰۃ شریف : ص ۶۸۸)

یعنی اولاد کی نسبت حورت کے شوہر کی طرف ہوگی اور زنا کرنے والوں کے لیے سنگسار کرنے کی سزا ہوگی۔

جس کا مطلب یہ ہوا جس کا فرشاء (بیوی) ہے بچہ اس کا ہوگا اور جس انجینی مرد نے انجینی حورت کے رحم میں اپنے مادہ منویہ کو داخل کیا ہے اگر قطعی طریقہ سے دلی کر کے داخل کیا ہے تو یہ یقین زنا ہے اور غیر قطعی طریقہ سے داخل کیا ہے تو یہ اگرچہ یقین زنا تو نہیں ہے لیکن غم زنا میں ہے۔ اس لیے کہ کسی مرد کو اپنی منکوحہ یا مملوکہ حورت کے سوا اور سری حورت کے رحم میں مادہ منویہ داخل کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں حدیث کے حوالے سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی مرد کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنی منکوحہ یا مملوکہ حورت کے سوا کسی حورت کے رحم میں پانی ڈالے (یعنی مادہ منویہ داخل کرے) اس لیے کہ اس سے جو بچہ ہوگا وہ منی کے جوڑے داخل کرنے والے کا نہ ہوگا بلکہ جس کی حورت ہے اسی مرد سے نسب ثابت ہوگا۔

نہیں اور دوسری عورت اگر بے شوہر عورت ہے چھر بھی اجنبی مرد جس کے جڑے سے بی بی چہ ہوا ہے اس سے نسب ثابت نہ ہوگا بلکہ عورت ہی سے بچہ کا نسب ثابت ہوگا یعنی بچہ کی نسبت عورت کی طرف کی جائے گی اور اجنبی مرد کی کسی کا داخل کرنا جو عقد نامے قسم میں ہے اس سے عورت سے نسب کا ثبوت نہیں ہوگا اس کی قانونی حیثیت ولد زانی کی ہوگی۔

نیز چونکہ شرعی کسی عورت کے رحم یا شرمگاہ کو عاریت یا اجارہ پر لینے کا کوئی جواز یا اس کا تصور اسلام میں نہیں ہے جیسا کہ ائمہ عباسی و مکی و شافعی و حنفی کے حوالہ سے گزر چکا ہے اس لیے کسی بھی صورت میں اور وکے خواہش مند مرد کے جڑے سے ہونے والے بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا جب کہ مرد کے جڑے سے جنسی عورت کے رحم میں داخل کیے گئے ہوں۔

کتاب فقہ میں تصریح ہے۔

ویدب ولد امرنا واللعان سحبة الأم مساقنعا انه لا اب له .

(رد المحتار . ۵/۷۰)

کہ ولد امرنا اور ولد غلوں کو ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ ہم نے اس سے قبل لکھا ہے کہ ماں کا باپ نہیں ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ زانی زانیہ کے جو جڑے سے طریق کے رحم میں داخل کرے گا بچہ اسولی اور غیر قانونی طور پر داخل کرنے کی وجہ سے شریعت نے زانی کے جڑے کی کوئی حیثیت نہیں دی اس لیے قیمت اور کا مہم قرار دیا ہے۔ اسی لیے نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ بچہ کی نسبت شرعاً ماں کی طرف ہوگی۔

اس طرح لعان کے بعد کہ شوہر نے بیوی پر زنا کا دعویٰ کیا تو کوئی گواہ نہیں ہے اور دعویٰ پر اس نے شرعی طریقہ سے عداوت میں قسم کھا کر کہہ کر اس کی بیوی نے زنا کیا ہے۔ ہونے والے بچہ یا صل اس کا نہیں ہے تو اس صورت میں لعان کے بعد ہونے والا بچہ کو ولد اللعان کہا جائے گا، اس کی نسبت ماں کی طرف ہوگی نہ کہ باپ کی طرف، اس کو وراثت ماں سے ملے گی۔ اگرچہ مرد جس کے جڑے سے تھے اس سے کول وراثت نہیں سے گی اس طرح صورت مستولہ میں بچہ کی نسبت بے شوہر عورت کی طرف ہوگی اس جنسی مرد کی طرف نہ ہوگی جس کے جڑے سے عورت کے رحم میں داخل کیے گئے ہیں اس طرح یہ بچہ معاشرہ میں محبوب اور مطمئن بن کر رہے گا۔ اس کو دیکھتے ہی

لوگوں کے ذہنوں میں غلط حرکتوں فحاشی پر مبنی جملہ افعال مختل ہو جائیں گے جو کہ فساد معاشرہ کا ایک حصہ ہے۔

(۵) اور اس طریقہ ولادت سے یہ بھی نقصان ہوگا کہ مرد نے ایک صحیح النسب بچہ کی جگہ ایک ولد الزنا کو جنم دیا ہے گویا اس نے اپنی مٹی کے جرثوموں کو ضائع کیا ہے جن سے ولد الزنا پیدا ہوا ہے جب کہ ان جرثوموں کو اگر وہ منکوحہ عورت کے رحم میں داخل کرتا تو صحیح النسب بچہ پیدا ہوتا، اس سے صالح معاشرہ پیدا ہوتا، دنیا میں بھی عزت و شرافت والا نسب نصیب ہوتا، آخرت میں سرخروی حاصل ہوتی جب کہ ولد الزنا کی خود دنیا میں رسوائی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی جب کہ اسے باپ کی ولدیت کی جگہ ماں کے نام سے پکارا جائے گا رسوائی ہوگی، زانی کی رسوائی تو ہے ہی۔

(۶) اس جرثومے سے ہونے والے بچہ کی نسبت چونکہ ماں کی طرف ہوگی اس لیے جملہ اخراجات نان و نفقہ وغیرہ بھی ماں کے ذمہ واجب ہوں گے، نہ کہ اس مرد پر جس کے جرثومے تھے، یہ دوسری بات ہے کہ مرد اسے قبول کرے اور اس کی ذمہ داری اٹھائے، لیکن جب شرعاً اس پر لازم نہیں ہے تو یہ بہت ممکن ہے کہ جب مرد یہ دیکھے گا کہ بچہ اس کی خواہش کے مطابق نہیں یا ناقص ہے تو اس کو لینے سے انکار کر دے گا جب کہ قانون شرع اسے مجبور نہیں کرتا، تو اس سے بلاوجہ عورت پر ایک بوجھ ڈالنے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کیونکہ بچہ کا رشتہ ماں سے ہوگا اور اس کے سارے اخراجات کا بوجھ بھی اس پر ہوگا۔

(۷) نیز نمیت ثوب کے ذریعہ اولاد پیدا کرنے کا گناہ اجنبی مرد اور عورت دونوں پر ہوگا۔ دونوں شرع اور قانون فطرت سے بغاوت کے مرتکب ٹھہریں گے لیکن چونکہ اس میں حقیقی زنا کی صورت (مرد کا آلہ تناسل غیر منکوحہ کی شرمگاہ میں داخل کرنے کی صورت) نہیں پائی جاتی، اس لیے زنا کی حد تو ان پر جاری نہ ہوگی، البتہ اسلامی حکومت ان پر تعزیری سزا عائد کر سکتی ہے اور آخرت کی سزا الگ ہوگی۔

۲۔ نمیت ثوب کے ذریعہ اولاد پیدا کرنے کا دوسرا طریقہ جس میں مرد اور عورت دونوں میاں بیوی ہوں مگر فطری طریقہ سے ہٹ کر غیر فطری طریقہ سے مرد کے جرثومے اور عورت کے جرثومے کو نکالنے کے بعد خاص ترکیب سے بیوی کے رحم میں داخل کرتے ہیں۔ اس کا حکم پہلے

سے مختلف ہوگا، کوئی بات تو یہ ہے کہ شہر کا ادوہ منویہ عورت کے رحم میں داخل کیا گیا جو کہ ناجائز نہیں ہے، اس طرح اس سے حمل ٹھہرانا بہت مناسب ہوگا اور اس میں کوئی تعویذی حکم نہیں ہوگا، اس وجہ سے کہ زنا کے حکم میں نہیں ہے اور اس میں گناہ بھی نہیں ہوگا، جب کہ دونوں کے جڑوں سے نکالنے اور داخل کرنے میں کسی اجنبی مرد اور عورت کا عمل داخل نہ ہو، بلکہ سارا کام بیوی اور شوہر خود ہی انجام دیں لیکن شوہر اور بیوی کے جڑوں کو غیر فطری طریقہ سے نکالنے اور عورت کے رحم میں داخل کرنے میں اگر تیسرے مرد یا عورت کا عمل داخل ہوتا ہے اور اجنبی مرد یا عورت کے سامنے شرمگاہ دیکھنے یا دکھانے لہذا اس نے لہو میں کرنے یا کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس طرح بے حیائی اور بے پردگی کے ساتھ بچہ پیدا کرنے کی خواہش پوری کرنے کی اجازت شرعاً نہ ہوگی، کیونکہ بچہ پیدا کرنا کوئی فرض یا واجب امر نہیں ہے، نہ ہی بچہ پیدا نہ ہونے سے انسان کو بیان یا کسی عضو کی ہلاکت کا خدشہ ہوتا ہے تو گویا کہ کوئی شرعی ضرورت یا خطرہ ہی کیسے نہیں پائی جاتی جس سے بدن کے مستور حصے خصوصاً شرمگاہ کو اجنبی مرد یا عورت ڈاکٹر کے سامنے دکھانے کی اجازت دے۔

لہذا فیثت نجس بے بی کے دورے طریقہ کو اگر کسی اجنبی مرد یا اجنبی عورت ڈاکٹر کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے تو جائز نہیں ہے بشرطی گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوگا، تاہم بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، اس کو باپ سے وارثت ملے گی۔ صحیح اولاد کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔

یہاں اور چند مزید محکم صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں جن کی طرف توجہ نہیں دی گئی، لہذا فائدہ کے طور پر ان صورتوں کا حکم بھی اجمالاً بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں ہے، لہذا یہ کہ فیثت نجس بے بی کے ذریعہ اولاد حاصل کرنے کا قیصر طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔

اولاد (۱) کو کوئی شخص نکاح کیے بغیر اولاد حاصل کرنا چاہتا ہو تو وہ کسی عورت کو اولاد حاصل کرنے کے لیے کرائے پر لے کر اس سے فطری طریقہ سے زنا کرے یا غیر فطری طریقہ سے فیثت نجس بے بی کے نظام سے اپنے جڑوں سے کوئس کے رحم میں داخل کر کے اولاد حاصل کرنے کی کوشش کرے، اس کا حکم بھی زنا کا ہے اور اس سے ہونے والا بچہ بھی ولد باطلا ہے۔

اور (۲) بچہ فطری طریقہ سے یہ کہ اولاد حاصل کرنے کی سعی کرنے والا مرد نہ ہو بلکہ عورت ہو کہ وہ بلا نکاح کسی مرد کو کرائے پر لے کر اس سے فطری طریقہ سے زنا کر کے بچہ پیدا کرے یا کسی اجنبی مرد کے ذریعہ منویہ کو غیر فطری طریقے سے اپنے رحم میں داخل کر کے بچہ پیدا کرے۔ یہ بھی زنا

کے عہد میں ہے۔ اس میں بچہ تو عورت کو مل جائے گا لیکن اس کو مدد نہ ملے گا۔ اس طرح بچہ حاصل کرنا شرعاً جائز نہ ہوگا۔

(۲) پانچواں طریقہ یہ ہے کہ اوپر دو حمل کرنے کے خواہش مند میاں بیوی ہوں لیکن ان کے جڑو سے ناقص یا اولاد پیدا کرنے والے نہ ہونے کی بناء پر ہی ایسے اجنبی مرد کے جڑو سے کوٹا کر بیوی کے رحم میں داخل کر دیں جس کے جڑو سے میاں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہو یا میاں بچہ یا دونوں کے جڑو سے کسی اجنبی عورت کے رحم میں داخل کر دیں۔ ان صورتوں میں فقط نسب کے شبہات پیدا ہوتے ہیں، تاہم جس عورت کے بطن اور حمل سے بچہ پیدا ہوگا۔ بچہ کی نسبت اس کی طرف ہوگی اور وہ اگر شوہر والی عورت ہے تو اس کے شوہر سے بچہ کا نسب ہوگا، خواہ جس مند عورت سے نہ ہوگا اور اگر عورت بے شوہر ہے تو صرف اسی عورت سے نسب ثابت ہوگا، جس کے بطن میں حمل ٹھہرا اور جس عورت کو اولاد کی خواہش تھی اور اس کے جڑو سے بھی مانے گئے ہوں پس سے نسب کا ثبوت نہ ہوگا۔

بہر حال اس میں مزید صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں لیکن ہم نے جو اصول بیان کر دیے ہیں اور جس تفصیل سے اصول اور مسائل کو دلائل سے ذکر کیا ہے اس سے مزید پیدا ہونے والے مسائل پر حل بھی انشاء اللہ ملے گا، ایک اور نئی وجہ کی عقل رکھنے والے بصیرت و علم کے لیے اتنا کافی ہے۔

مشعرہ:

واضح رہے کہ جس مرد کو اللہ تعالیٰ نے قوت مردانیت کی عفت سے نوازا ہے، اگر اس کی بیوی کے اندر کسی کمی کی وجہ سے اولاد نہیں ہوتی تو وہ دوسری، تیسری، چوتھی شادی کر کے اولاد کی خواہش پوری کر سکتا ہے، اس طرح مرد اور عورت دونوں اولاد سے مالا مال ہو سکتے ہیں۔ کسی غیر شرعی فعل کا ارتکاب کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور اگر مرد کے اندر مردانیت نہیں ہے یا کوئی خامی ہے اور عورت کا حال درست ہے تو ایسے موقع پر مرد کو چاہیے کہ ممکنہ علاج کر کے اپنے قوت مردانیت کو بحال کرنے کی کوشش کرے اور اگر علاج بالکل مفید نہیں ہے، تو ایسے حالات میں عورت کے فطری جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے اسے طلاق دیے اور اس کے فطری جذبات کو قربان نہ کرے، ایسے موقع پر طلاق نہ دینا گناہ ہے۔ یہ چند نکات لکھ دیے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے اور لوگوں کے لیے نافع اور سبب موعظت بنے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و الحمد لله والصلوة والسلام علی

سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و سلم

(مباحثہ و مباحث : جواہر الفتاویٰ : ۱/۲۶۸)

بدن پر داغ دے کر مرض کا علاج کرنا:

یہ طریقہ علاج کا بالکل بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے اونٹوں کو داغ دینا ثابت ہے۔
انہوں نے تحقیق کیا کہ جو کچھ اس بارے میں احادیث تو یہ مختلف ہیں۔ بعض میں داغ دینے کی
ممانعت وارد ہے اور بعض میں جواز اور فعلی حدیث میں بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی ایسا
علاج نہیں کیا۔ (کے صرح یہ الفاظ فی الفتح الباری)

اور توفیق بین الروایات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر محمول ہے اور جواز الی اصل پر۔

كما ذكره الإمام القسطلاني في المواهب، ونقطه حاصل الجمع

ان الفعل بدل على الحيوان وعدم للفعل لا يذلل على الجمع بل بدل

عنى ان تركه ارجح من فعله ولذا وقع البناء على تركه وما لم يمتنع

فما على سبيل الاحتياط والتنبه وما لا يتعين ضرباً إلى الشفاء

موهبة اديبه، ۱/۲۶۶

اس لیے فقہاء و فقیہ نے اس بارے میں یہ اختیار فرمایا ہے کہ یہ علاج فی نفسہ جائز ہے مگر بلا
ضرورت تب شہ یہ خلاف اولیٰ ہے اور چہ و چہ اس کا عمل کرنا مکروہ ہے۔

قال في المعالم الكبرى (۲۳۶/۴) كشودي - في الباب الثامن

عشر من الكراهية ما صبه ولا يمس على الصبيان إذا كان لعداء

اصحابهم وكذا لا يمس على النساء لمعاملة كذا في المحيط

نشر عسى ويكره الكلى في الوجه كذا في المعالم في العصابة - انتهى .

(مخود از إمداد المعنيين)

حکیم کی اجرت کا حکم:

جو حکیم اپنے مریضوں سے فیس لے کر علاج کرتے ہیں شرعاً اس طرح فیس لے کر علاج کرنا
جائز ہے کیونکہ یہ حکیم کی اجرت جانے اور تنگیوں مرض اور تجویز فیصلے کی ہے اس میں کسی قسم کی

کراہت نہیں ہے بلاشبہ جائز ہے بشرطیکہ تقسیم ملیم ہو۔ یعنی کسی مازق ضعیف نے اس کو ملائے کرنے کی اجازت دی ہو درنہ ملائے کا پیش اختیار کرنا جائز نہیں۔

اس طرح بہت سے لوگ باقاعدہ ذائنی پرستے کی بجائے معمولی انگریزی پنہ کر ملائے کا پیش اختیار کر لیتے ہیں اس سے بہت سے مریضوں کو سخت نقصان پہنچتا ہے بلکہ بعض لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ شرعاً یہ جائز نہیں۔ نیز اس میں حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کا بھی گناہ ہے۔ اس لیے قانون کے مطابق امتحان اسے کر مند حاصل کی جائے اس کے بعد یہ پیش اختیار کرنا جائے۔

فان العلامة الحسکمی رحمه الله تعالى: مل یمع مفت ما حسن
بعلم السجل السافلة کتعلیم الزدة لنس من روحها لا یتلف عنها
لوکاف و طیب جاهل .

علامہ حسکمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ایسے جاہل مفتی کو فتویٰ دینے سے روکا جائے گا جو لوگوں کو باطل چلے سکھاتا ہے جیسے عورت کو شوہر سے ہدائی کے لیے مرد بونے کا مشورہ دینا یا زکوٰۃ ساقط کرنے کا حیلہ سکھانا، اسی طرح جاہل طبیب پر ملائے کے سلسلہ میں پابندی ناکہ کی جائے گی۔

وفان العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالى: (فوله طیب جاهل)

بان یمفہم دواء مهلكا اذا قوي عليهم لا يغدر علی نذالة ضرره

زیلعی . (رد المحتار : ۹۳/۵)

تعویذ کا حکم:

بعض لوگ قرآن مجید کی آیات کریمہ کو کافذ میں لکھ کر مریضوں کو یا ضرورت مندوں کو دیتے ہیں جیسے دو گے بازو پر باندھتے ہیں، اس سے انہیں کافی آرام ملتا ہے۔ الغرض یہ عمل ایک کاروباری صورت اختیار کر گیا ہے۔ اب شریعت مطہرہ کی رو سے تعویذ کا کیا حکم ہے؟ اس پر اجرت لینے کا کیا حکم ہے اس کو تفصیل سے لکھتے ہیں:

ابو دیرتہ جو صحیحہ کثیرا سے رقیہ (ذم) کا ثبوت ہے غبار ہے، یعنی بکثرت روایات سے ثابت ہے ہائی تمہ (تعویذ) کی سند جو ذیل صورتیں، جائز ہیں۔

۱۔ نوکا جو پتیل، تانبے یا لوہے وغیرہ کے ٹکڑے کو باندھ کر کیا جاتا ہے۔

۲. تعویذ کو مذمت بالذات سمجھا جاے۔ جیسا کہ زمان جاہلیت میں تھا اور اب بھی بعض خیال پر مبنی سمجھتے ہیں۔

یہ سورتیں بالاشہاد جائز اور اہم و شریف ہیں۔

تمیذ میں انا واللہ تعالیٰ، آیات قرآن اور اعیان ماثورہ و مہولہ تو یہ جائز اور ثابت ہے، اس کو ناجائز کہنا جہالت ہے کہ لوگوں قسم کے تعویذ میں مؤثر بالذات صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ ہر تعویذ کے سینے میں شواظ ہیں

(۱) نکتہ مذکور ہو۔

(۲) الفاظ ماثورہ و مہولہ ہوں۔

(۳) اس کے تالی بالذات ہونے کا اعتقاد نہ ہو۔

و کما قال عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، یعلمہن من عین من

سہ وس سم یعقل کتھ فاعقلہ علیہ۔ (امو داؤد : ۹۷/۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے ہاتھ پر جو کلمات لکھتے تھے اور جو غیر لکھتے تھے، کبھی کبھی ان کے ہاتھ میں لکھتے تھے۔

(۴) کسی غیر شرعی مقصد کے لیے نہ ہو جیسا کہ وہ مسلمانوں کے درمیان نفرت اور

عداوت پیدا کرنے کے لیے ہو، کسی ارضی مرد یا عورت کے ساتھ ناجائز تعلق کے لیے تعویذ کیا جاتے۔

باقی تعویذ لکھنے کا عمل اگرچہ خود رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا لیکن اس سے یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ

عمل ناجائز ہے سمجھ نہیں، روایت مذکورہ بالا میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا گیا ہے جو اس عمل کے جواز کے لیے کافی ہے، ہر عمل شرعی کا روایت متواتر سے ثابت ہونا ضروری نہیں۔

اس عمل پر اجرت لینا نفی جائز تو ہے جیسا کہ روایت میں اس کی تصریح ہے۔ تفصیل کتاب الاجارہ میں گزر چکی ہے، لیکن اسے مستقل طور پر پیشہ بنا کر اختیار کرنے والوں سے لیے مناسب نہیں۔

کیونکہ آج کل اکثر عوام بے شمار گناہوں میں مبتلا ہیں، بھروسہ کسی چیزوں کو سہارا بنا کر اور زیادہ دین سے دور ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مافرمائی چھوڑنے کی ضرورت نہیں، اس کے بغیر

یہی اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو کر دے جس کو اس سے ان کے دین کا نقصان ہوگا۔

اس مسئلے سے فائدہ ہونا چاہی نہیں، کبھی فائدہ ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ اس کی مثال دیکھو؛ اگر کوئی دوائی طرح ہے کہ اس سے کبھی کسی مریض کو فائدہ ہو جاتا ہے اور کبھی فائدہ نہ پہنچتا ہے۔ نقصان بھی ہوتا ہے۔

اس وقت مسلمانوں پر ایسا ہی طور پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، یہ دین پر گناہ کرنے کی وجہ سے آیا ہے۔

فَعُولُهُ تَعَالَى وَ مَا لَصَالِحُكُمْ مِنْ مَصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ

یعنی انسان جن فحاشی و معاصی کا شکار ہوتے ہیں وہ ان کے بد اعمالیوں کا نتیجہ ہیں۔ اگر تیرے بھی سر سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے تھام لیں گناہوں سے اجتناب کرنے کی کوشش کریں تو ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی وہی مدد آسکتی ہے جو کہ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کے ساتھ کی تھی۔

وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ وَالْكَفَّةَ مَوْلَانِ

یعنی تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان پر قائم رہو گے۔

تداویٰ بالمحرّمات:

یعنی کسی حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر حالتِ اضطرار کی ہو، یعنی وہ محرم استعمال کیے بغیر جان کا بچنا مشکل ہو تو بقدر ضرورت تداویٰ بالمحرّم و باحتیاط جائز ہے، لیکن اگر جان کا خطرہ نہ ہو بلکہ مرض کو دور کرنے کے لیے تداویٰ بالمحرّم کی ضرورت ہو تو اس میں حذر کا احتیاط ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں بھی تداویٰ بالمحرّم مطلقاً جائز ہے، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں تداویٰ بالمحرّم مطلقاً جائز ہے، امام حنبلی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام مسمکات سے تداویٰ ناجائز ہے، جبکہ باقی عمرات سے جائز ہے، حنفیہ میں سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ کی طرح مطلقاً حرام جواز کے قائل ہیں، جبکہ امام حمادی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ غیر کے علاوہ باقی تمام عمرات سے تداویٰ جائز ہے، حنفیہ میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی طبیہ حادّیہ فیصلہ کرے کہ تداویٰ بالمحرّم کے بغیر بیماری سے چھڑکا نہیں جاسکتا ہے تو

اس صورت میں تہاوی بالحرم جائز ہوگا۔

حضرت مولانا ظفر عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تہاوی بالحرم اس وقت جائز ہے، جبکہ کوئی عیب مسلم حاذق یا مسلمان ذائقہ حاذق یہ سمجھ دے کہ اس مرض کے لیے صرف ایک دوا ہے اس کے قاتم مقام کوئی دوا نہیں، اگر اس کے قاتم مقام کوئی دوا ہو مگر اس سے شفاء ہی نہیں ہوگی اور ترام میں جلدی ہوگی تو اس میں رد قول ہیں:

قال في الهندية : وإن مريضاً اشترى إليه الطيب يشرب منه
روي عن جماعة من أئمة نفع أنه ينظر في كان معلوم يقيناً أنه يصح
له المتناول له يجوز لعليل شرب البول والدم والكل الحية لتلدوي إذا
اعبره طيب مستعمل من شفاء فيه ونم يجد من مباح ما يقوم مقامه
وإن قال الطيب يتعجل شفاء له فيه وجهان هل يجوز شرب القليل
من الحمر لتلدوي إذا لم يجد شيئاً يقوم مقامه فيه وجهان . اهـ .

(۲۳۶/۶)

جس جن دواؤں میں بڑی یا ختم فزیر کا ہونا معلوم ہو ان کا استعمال بدوئی شرطہ کو رکے جائز نہیں اور چوالا ما اضطررتم الیہ مجھے میں اس کو داخل کرنا عجیب قسم ہے۔

اضطرار اسباب عقیدہ میں ہوا کرتا ہے اور تہاوی دماغ اسباب مخلوطہ میں سے ہے۔

فلا اضطرار فيه أصلاً حتى لو ترك الدواء ومات لم يأثم ، ولو
شرب الحمر وهو عطشان ومات أثم لقتل زوال العطش بشربه
وعدم يفتن زوال السر من به فحتماً .

فقال في الهندية : وأكل التبر باليسكره إذا كان فيه شيء من

الحیات وإن باع ذلك حازر . اهـ . (۲۳۶/۶)

اس سے ان ادویہ کا جواز صحیح مفہوم ہوتا ہے جن میں شی محرم ملی ہوئی ہے مگر نہ نص محرم کی نہ جائز ہے جیسے خالص شراب یا خالص غم فزیر اور مخلوط بالحرام کی صحیح جائز ہے۔

کالمسرفین المسخوط بالشراب يجوز بيعه .

باقی پر طے لگتا ہے کہ مسلمان تہاوی بالحرم میں کفار کے محتاج ہوں گے۔ آخر کون سی تجارت

ہے۔ جس میں کفار سے مسلمانوں کو امتیاز ہے جس امتیاز انی اسلام میں حرج کیا ہے جبکہ ہم سباحت میں بھی ان سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ (ماخوذ از ۱۰ احکام نکلے میر)

الحدود والتعزیرات

حدود و تعزیرات کے احکام

قرآن کریم اور احادیث متواترہ نے چار جرائم کی سزا اور اس کا طریقہ خود متعین کر دیا ہے کسی قاضی یا امیر کی رائے پر نہیں چھوڑا نہیں متعین رہا ان کو اصطلاح شرع میں "حدود" کہا جاتا ہے ان کے علاوہ باقی جرائم کی سزا کو اس طرح متعین نہیں کیا گیا جسکا امیر یا قاضی مجرم کی حالت اور جرم کی حیثیت ماحول وغیرہ سے مجموعہ پر نظر کر کے جسد سزا دینے کو اعداد جرم کے لیے کافی سمجھے وہ سزا دے سکتا ہے۔ ایسی سزائوں کو شریعت کی اصطلاح میں "تعزیرات" کہا جاتا ہے۔ حدود و تعزیرات چار ہیں:

- (۱) حد رقت: بیوی کرنے پر حد۔
- (۲) حد زنا: زنا کرنے پر
- (۳) حد قذف: جیسی کسی پاکدامن عورت پر جہت دیکھنے کی سزا۔
- (۴) حد شرب الخمر: جیسی شراب پینے پر سزا

حدود کی مشروعیّت کی حکمت:

ان جرائم میں سے ہر جرم اپنی جگہ براعت اور دنیا نے امن کو تباہ کرنے والا اور بہت سی خرابیوں کا مجموعہ ہے۔ ان برائیوں پر قہر نہیں لگانے کے لیے اور امت مسلمہ کو نجات دہکن برائیوں سے بچانے کے لیے اور امت کی جان و مال و عزت و آبرو و اماں جنوں کی عزت و عصمت کو بچانے کے لیے شریعت مطہرہ نے اسلامی سزائیں مقرر کیں تاکہ ان سزائوں کو دیکھ کر لوگ ایسے جرائم کے ارتکاب سے باز آجائیں۔ معاشرہ میں امن و سکون قائم ہو جائے کوئی یہ جلت کسی کی ماں بیٹوں کی عزت نہ لوٹنے کوئی ظالم سخت دس کسی کی جان سے نہ کھپے کوئی لاپبی حریف کسی کے مال پر مالحق ہاتھ نہ ڈالے۔

مجران جرائم میں نہ ماحول پر ایسا جرم ہے کہ اس کے انجام اور نتائج بہت ہی برے ہیں۔

کسی شخص کی بیٹی بہن، بیوی پر بائیسہ انسان کی ہلاکت کے مترادف ہے، بشرطیکہ انسان جسم میں شریعت حیات اور غیرت موجود رہے اس کو سارا مال و جائیداد اور غناسب پھو قریان کر دینا متامثل نہیں جتنا اپنے حرم کی غفلت پر ہاتھ ڈالنا۔ یہی مہ ہے کہ دنیا میں روزمرہ یہ واقعات پیش آتے رہتے ہیں کہ جن لوگوں کے جسم پر ہاتھ ڈالنا حرام ہے وہ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر زانی کے قتل و غنا کے اور چہ ہوتے ہیں یہ جو شرعاً منظر مطلوب میں چلتے ہیں اور نہ انہوں کو تباہ کرتا ہے اور جس قوم میں زمانہ مہر ہو جائے وہاں کسی کا نسب محفوظ نہیں رہتا، ماں بہن، بیٹی وغیرہ جن سے نکاح حرام ہے جب یہ رشتہ بھی غائب ہو گئے تو اپنی بیٹی اور بہن بھی نکاح میں آ سکتی ہے، جو نہ اسے بھی بدتر لگتا ہے۔

نور کیا جائے تو دنیا میں جہاں کہیں بدامنی اور فتنہ و فساد ہوتا ہے اس کا بیشتر وجہ عورت اس سے کم و لہو ہے۔

یہ اسلامی سزائیں اسن عالم کا ضامن ہیں، مگر چار اعلیٰ مغرب و یہود و نصاریٰ اور مغرب زدہ لوگ جو مغرب کی ذاتی غلامی میں مبتلا ہیں، وہ مادہ پرستی، نفس پرستی میں مبتلا ہیں ان کو یہ سزائیں یکہ آنکھ نہیں بھاتی اس لیے وہ ان سزائوں کو ظالمانہ قرار دیتے ہیں، مگر ان کے خلاف نہایت رازمی کرتے ہیں اپنی نجی مفنوں میں حکومتی ایمانوں میں جہاں کہیں ان کو دیرہ دہلی کا موقع ملے وہ خدا کی تو انہیں کے خلاف بیان بازی کر کے اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرتے ہیں اور لٹائی و حرابی اور نہ تا جیسے شرمناک حیا سوز عذاب الہی کو دعوت دینے والے گناہ کرنے والوں کی پشت پناہی کرتے ہیں اور ان کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ الَّذِي هُوَ نَدَىٰ بِكُمْ وَأَنْتُمْ مُسَيِّمُونَ﴾

(سورۃ الإسراء: ۳۶)

یعنی زنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور ہمیشہ ہی برا راستہ ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ نہ ناکاری اور اس کے سبب درد و دیگر ذرائع سے اپنے آپ کو دور رکھے اور جہاں کہیں یہ بے حیائی کا کام ہو ان کو دور کرنے کے لیے انفرادی اور اجتماعی کوشش کرے اب ہم زنا کی سزا کا تفصیلی ثبوت احادیث مبارکہ سے پیش کرتے ہیں:

حدیث احادیث کی روشنی میں:

عمر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال ان الیہود و جاثوا، رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم قد کثر انہ ان رجلاً مہمہ وامرأۃ ربہا فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما نلحدون فی الت رات فی سفل الرحم فعالوا بعضہم ویحفظون فان عبد اللہ من سلام کما تم ان فیہا الرحم فساتوا جائنورات فشر وھا فوضع احدہم ہدہ علی آیت الرحم ففرأ ما قبلہا وما بعثہا فقال لہ عبد اللہ بن سلام رفع یدک فرفع ہدہ فابذا فیہا آیت الرحم فالوا یدق باء محید فیہا آیت الرحم فالمرأ ھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا مرأیت الرحم یحنا علی الامرأۃ یقبہا المحظرة .

(بخاری: ۱۰۱۱/۲، ترمذی: ۲۷۳/۱، مؤطا إمام مالک:

ص ۶۸۳، مسلم: ۶۹۱۱)

عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ ان میں سے ایک شادی شدہ مرد نے ایک عورت شادی شدہ کے ساتھ زنا کیا ہے اس کی سزا کیا ہوئی چاہیے؟ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تمہاری کتاب تورات میں رجم کے بارے میں کچھ نہیں؟ انہوں نے جواب دیا اس میں جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان کو سوا کرتے ہیں اور ان کو کوڑے مارے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا ہے تورات میں رجم کی آیت موجود ہے اس پر ان میں سے کوئی تورات لے کر آیا اس کو کھولا اور ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور آیت رجم سے آگے اور پیچھے پڑھ کر سنایا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے اس یہودی سے کہا جس نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا تو تم اپنا ہاتھ اس جگہ سے اٹھاؤ اس نے ہاتھ اٹھایا۔ دیکھا کہ آیت رجم موجود ہے تو انہوں نے قرار کر لیا کہ ہاں اسے محمد! یہاں پر آیت رجم موجود ہے۔ عبداللہ بن سلام نے سچ کہا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں کے رجم (-تنگار) کا حکم فرمایا اور دونوں کو رجم کیا گیا۔

حدیث مذکور سے امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ نے استدلال کیا ہے کہ غیر مسلم ذمی اگر زنا کرے اور دونوں شادی شدہ ہوں تو رجم کیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے رجم کے بارے میں من سے سوال کرنے اور آپ کے رجم کے حکم دینے سے معلوم ہوتا ہے۔

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عندوا عسی عفو عسی لا وقد جعل اللہ لهن سیلاً لا ینیب بالثیب جلد مائتہ ورمی بالحجارة والیکم بالکمر جلد مائتہ ونفی سنۃ .

(مسلم : ۶۷۲۲، ابوداؤد : ۶۰۶۲، المفطہ المستقیم)

عبادۃ ابن الصامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے من لو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بحصل اللہ لهن سیلاً کا وعدہ پورا فرمایا اور زانیہ مرد اور زانیہ عورت کا حکم متعین فرمایا۔ ان کے لیے شرعی راستہ بیان فرمادیا وہ کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے تازہ پر سو کوڑے اور سنگسار اور غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے صرف سو کوڑے اور ایک سال شہر بدر کرتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حدیث مذکور میں غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے سو کوڑے اور شہر بدر کرنے کا شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے رجم کے علاوہ سو کوڑے کا ذکر بھی ہے لیکن یہی کریم ﷺ نے شادی شدہ مرد اور عورت کے بارے میں صرف رجم پر اکتفا فرمایا۔

عس ایسی مبرورۃ انہ تجزحل من المسلمین انی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و هو فی المسجد فناداه فقال یا رسول اللہ عسی اللہ علیہ وسلم انی رنبت فاعرض عنہ فتنحی تلقاء وجہہ فقال لہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی دیت فاعرض عنہ حتی نئی ذلک عیہ اربع مرات فلما شہد علی بعضہ اربع شہادات دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایل جنون قال لا قال فقال احصت قال نعم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھوا بہ فارحموا وفيہ یقول حابر فکنت فیس رحمہ فرجضہ .

(المصنوی : مسلم : ۶۶۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ مسلمانوں میں سے ایک شخص مسجد نبوی میں آیا جبکہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اس شخص نے آواز دے کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے تمہارا کیا آپ نے اس کی طرف توجہ کی پھر یہ شخص آپ کے سامنے کی طرف سے آیا

اور کہا یا رسول اللہ میں نے ذرا کیا آپ نے کوئی تہیت دی اس طرح وہ پیر یا رکعت پر واجب اس نے اپنے لوہے چار مرتبہ شہادت دی تو آپ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تجھے جنوں تو نہیں اس نے کہا نہیں پھر آپ نے پچھتاوا ٹھنڈی شدہ ہے اس نے کہا ہاں پس آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اس کو لے جاؤ اور رجم یعنی سنگسار کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رجم کرنے والوں میں میں بھی تھا ہم نے اسے عید گاہ میں جا کر رجم کیا۔ حدیث مذکور کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جو کہ صحیح حدیث میں مسلمان ہوئے تھے اور دور رجم کا یہ چشم دید واقعہ بیان فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم کا حکم دیا اور رجم کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ رجم کا واقعہ سورۃ نور کے بعد ہوا ہے کیونکہ سورۃ نور کی آیت الزانیۃ والرائیۃ ہجری میں واقعہ کرب کے موقع پر اتری البتہ ایہ اعتراض غلط ہوگا کہ رجم کے واقعات سورۃ نور سے قبل ہوئے ہیں۔

یہود عید انشا میں فلی لوفی کا یہ کہنا کہ رجم کے واقعات سورۃ نور سے قبل ہیں یا بعد مجھے معلوم نہیں ہمارے استدلال کو مشتبہ نہیں بنا سکتا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جرم و یقین کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں رجم ہوا ہے۔

عن عبد اللہ ابن مسعود قال فلما رجم ماعز بن مالک فحالت الضامدية فحالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اني قد زنت فظہرتني وانه رجم فلما كان الغد قالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لسا نردني لعنك ان تردني كما ودت ما عزا فوالله اني لعنك قال الان فاذہبي حتى تلدني . قال فلما هذا ولد ولدتہ قال اذہبي فارضعيه حتى نطعمه فلما فطمته ائتہ بالصبی فی یدہ کسرة صبر فقالت هذا يا نبی الله قد فطمته وقد اكل الطعام فدفعت الصبی الی رجل من المسلمين ثم امر بها فحقنلها الی صخرہ وامر الناس فخرصوها فقبل خالد ابن ولید یحمر فرمی رأسہ تنتضح الدم علی وجهه خالد فسمع النبي صلى الله عليه وسلم سبه اياها فقال مهلا يا خالد فوالذي نفسي بيده لقد تابت نوبة لو تابها صاحب مكس لغفر له ثم امر بها فصلي عليها ودفنت .

(مسلم: ۲۸۸۰، ابوداؤد: ۹۱۶-۹۱۷)

عبداللہ ابن بریدہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ماخر بن مالک اسکی گودم کیا گیا تو غامدیہ کی عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میں نے زنا کیا مجھے پاک کیجئے آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس عورت کو واپس کر دیا دوسرے روز پھر آئی اور گزشتہ روز کی طرح بات کی آپ ﷺ نے کوئی توجہ نہیں دی تو عورت نے عرض کیا آپ مجھے کیوں واپس کر رہے ہیں۔ مجھے شہ ہے کہ آپ ماخر بن مالک کی طرح مجھے بھی واپس کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے یقیناً زنا کیا ہے چنانچہ اب میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا ابھی حد قائم نہیں کی جائے گی یعنی جاؤ وضع حمل تک انتظار کرو جب وضع حمل ہو گیا پھر عورت پید کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی نہیں بچے کو دودھ پلاؤ۔ دودھ پھرانے کا انتظار کرو۔ جب بچے کی مدت رضاعت ختم ہو گئی اور روئی کھانے کے قابل ہو گیا وہ عورت بچے کو لے کر پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرے بچے کی مدت رضاعت ختم ہو گئی اب دوا کھا آٹھانے لگا ہے میں رسول اللہ ﷺ نے بچے کو کسی مسلمان کے ہاتھ پرورش کے لیے دے دیا اور عورت کو درجہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ صحابہ کرام نے سیدہ نکاح کھوکھور کی عورت کو اس میں داخل کر دیا۔ خالد بن ولید نے ایک چمڑے کر اس کے منہ پر مارا جس سے خون نکل کر حضرت خالد کے پہرے سے پڑا حضرت خالد نے اس کو گالی دی رسول کریم ﷺ نے من ایما اور حضرت خالد سے فرمایا چپ رہ (اے خالد) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کی اگر اس طرح کی توبہ قیلاً نکلیں رسول کرنے والا کرتا تو اس کا ستارہ بھی محاف ہو جاتا اور پھر آپ نے اس پر نماز پڑھا وہ پڑھائی اور اس کو دینا دیا گیا۔

عن حمران بن حصین ان امرأه من جهينة انت النبي صلى الله عليه وسلم وهي حبلى من الزنا فقالت يا نبي الله صلى الله عليه وسلم اصمت حدثاً فقامه علي فدعا نبي الله صلى الله عليه وسلم وليها فقال احسن اليها لئلا وضعت فانتى بها فقبل ما مر بها نبي الله صلى الله عليه وسلم فشددت عنقها ثيابها فرجعت ثم صلى عليها فقال له عمر نضلي عليها يا نبي الله صلى الله عليه وسلم وقد زنت

قال لغدا ذات نومة فوجدت في سبيل من اهل المدينة لو سجنهم.

(الاعتصام: ۶۹۱۲، ابو داؤد: ۶۰۹۱۲)

مؤلفین حصین سے روایت ہے کہ ایک عورت یعنی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی جبکہ وہ زمانہ سے حاضر تھی اور آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے زنا کیا اور مجھ پر حد لازم ہو گئی لہذا آپ مجھ پر حد قائم کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کے ولی کو بلایا اور کہا کہ اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو جب وضع حمل ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آؤ۔ اس عورت کے ولی نے ایسا ہی کیا۔ جب عورت کو لایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم (سنگسنگ کر کے) کا حکم دیا اور مضبوط کر کے اس پر کپڑے باندھ دیے گئے تاکہ رجم کی حالت میں بے پردگی نہ ہو بلکہ رجم کر کے اسے ہلاک کر دیا گیا اور تکفیرت ﷺ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے تو زنا کیا ہے آپ اس کی نذر جنازہ دوا کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس عورت نے تو ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ نہ دے کے سزا دیوں تو تقسیم کی جائے تو کافی ہے۔

یہاں پر ایک وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ قاعدہ یہاں عورت کے متعلق نبی کریمؐ نے فرمایا کہ بچہ کو دودھ پلا کر جب وہ کھانا کھانے کے قابل ہو جائے پھر آٹا تاکہ تمہارے اوپر حد قائم کی جائے اور عہدہ والی عورت کے متعلق فرمایا کہ وضع حمل کے بعد اس کو لایا تاکہ حد قائم کی جائے دونوں کے حکم میں فرق کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر زانیہ عورت کے وضع حمل کے بعد بچہ کی پرورش کرنے کا انتظام ہے پرورش کرنے والا کوئی موجود ہے پھر وضع حمل کے بعد ہی حد قائم کی جائے گی اور اگر بچہ کی پرورش کے لیے کوئی انتظام نہیں ہے تو دودھ پھرانے تک انتظار کیا جائے گا۔

عن حابر بن رجا رفا بأمره فلم يعلم باحصانه فحلفه رسول الله

صلى الله عليه وسلم ثم علم باحصانه فرجم . (ابو داؤد: ۶۰۹۱۲)

حضرت حابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کئی عورت سے زنا کیا حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس کا احوال ثابت نہ ہوا اس لیے آپ نے کوڑے کی سزا دی بعد میں معلوم ہوا کہ شادی شدہ تھا تو آپ نے رجم کیا۔

عن علي بن رجم المرأة يوم الجمعة قال رحمتها يست رسول

الله صلى الله عليه وسلم . (بخاری: ۶۰۰۶۱۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہوں نے اپنے مہر خلافت میں ایک عورت کو رجم کیا تو فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق رجم کیا ہے۔

عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحمل دم امرء مسلم بشہداء لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الخشب الرانی والنفس والنفس والشارک لہینہ المقارل للجماعۃ روتہ ہاتشہ فیہ رجل رسی بعد احصان فانہ برجم .

(الخ للفظ لاسی داؤد: ص ۵۹۸، بخاری: ۱۰۱۶/۲، مسلم: ۱۶۱/۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس مسلمان کا خون چرائے گا تو ایک ہونے اور چاروں (خشب) کے رسول ہونے کی گواہی دے گی دوسرے مسلمان کے لیے حلال نہیں مگر تم میں سے کوئی ایک ہوتا حلال ہے:

(۱) بیکر شادی شدہ نہ کرے۔

(۲) کسی نے دوسرے کو ناحق قتل کیا ہو۔

(۳) جس نے دین کو بدلا یعنی مرتد ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ جس نے احصان کے بعد رجم کیا اسے رجم کیا جائے گا۔

عن عمر بن خطاب قال رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجسہم اوسکر ورجسیت ولو لا انی اکره ان ازید فی کتاب اللہ لکتہ فی المصحف فانی قد خشیت ان یحیی اقوام فلا یجدونہ فی کتاب اللہ فلیکفروا نہ فی الذنب عن علی حدیث عمر حدیث حسن صحیح (رواہ من غیر وجہ عن عمر - (ترمذی: ۱۷۲/۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رجم کیا اور ایو بکر نے رجم کیا اور میں نے رجم کیا۔ اگر میں اس بات کو برا نہ جانتا کہ کتاب اللہ میں اضافہ کیا جائے تو رجم کی آیت (النسج والنسجۃ الحج) کو مصحف قرآن میں لکھ دیتا کیونکہ مجھے تو قوی اندیشہ ہے کہ کچھ دنوں

کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کہ کتاب اللہ میں دیکھ کر واضح طور پر انہیں سمجھنے سے منکر ہو کر کافر ہو جائیں گے۔ یہ حدیث حضرت علیؓ کے ساتھ دہرے سے بھی روایت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تو بے شمار طرق سے روایت ہے۔

عَمَلٌ بِالرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، الرَّحْمَنُ الَّذِي هُوَ اللَّهُ تَعَالَى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجِبَ لِيُكْرِمَ رَحْمَتَهُ وَكَدَا عَنِ عَطِي .

رجم پر غصہ اور شہ میں سے عمل کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رجم کیا اور میں نے رجم کیا۔ یہی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (میں نے اہل بیت علیہم السلام سے سنا ہے کہ)

جاری اخبار سے مہذب رسالت میں کئی افراد پر رحم کیا گیا اور خلفائے راشدین نے اپنے
برائیاں میں رحم کیا۔

امام ترمذی نے حدیث پر رحم کے بارے میں جن روایوں کے نام ذکر کیے ہیں وہ سب صحیح ہیں۔

— 12 —

وفي الباب عن أبي بكر، عباد بن الصامت، وأبي هريرة، وأبي

سميد، خديري، وائين عباس، حابرين حمره، زهزال بومده، سلمه بن

المحقق، أبي بزرقة، عمرو بن حصين. (تمت في ١٢٦٦ هـ)

اور دیگر مختلف جگہ میں جن کا نام مذکور ہے ان میں عبد اللہ ابن مسعود، عبد اللہ ابن عمر، حضرت عمر، حضرت ابو بکر، حضرت عثمان اور حضرت طلحہ بھی ہیں۔ حضرت عائشہ، براء بن عازب، عمرو بن العاص وغیرہ شامل ہیں۔

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ عورت یا مرد کے بارے میں شرعی شہادت سے یا ان کے اقرار سے ثابت ہو جائے کہ انہوں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے تو ان کو بطور سزا سو گز زہ مارے جائیں گے اور اگر عالم شہادت محمد بن کرے تو ان کو چلا وطن بھی کر سکتا ہے اور اگر کوئی شادی شدہ جوڑا یا ایک سے بڑے گروہ ثابت ہو جائے تو اس کو بطور سزا سزا مار کیا جائے۔

زمانہ کی سزا چونکہ بہت سخت ہے اور اس کا احتمال ہے کہ سزا جاری کرنے والوں کو ان پر رحم

آپ نے دیکھا تو یہ بھی کہ غلو کر دیں اس لیے اس کے ساتھ غمزدگی یا کورین کے اس اہم فریضہ کی ہوائی میں جڑوں پر تر نور نہ کھانا پڑا نہیں۔ رافت رحمت و رفقہ کرہ ہر جگہ غمزدگی ہے مگر مجاہدوں پر غم نہ لگاتے تھے نہ مگھاتی کے ساتھ ہے یہی ہے اس لیے منور اور تاج نہ ہے۔

علاء اللہ علیہ السلام۔ قال: لا تروا من الغلو في الدين والحق والعدل والحد منهما مائة حلة و لا واحد منكم يروا رافة في دين الله إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر و لا تسفهوا حد الله من المؤمنين ﴿ (سورة النور: ۲۰)

یعنی اٹھا ہوا حق تعالیٰ ہے "نہا کرنے والی عزت اور نہ کرنے والا مردان میں سے ہر ایک کے سرور ہے۔ اور اور قوم کوئی کوئی ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا غم نہیں آتا چاہے اگر اللہ کی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی عزت کے وقت مسلمانوں کی ایک نہ عزت کو حاضر بننا ہے۔ اگر تاکہ ان کی رسائی ہو اور نہ تھکے۔ سننے والوں کو عجزت ہو۔

ثبوت زنا کا طریقہ:

نہی پر زنا کے جرم ثابت کرنے کے دوسرے تھے ہیں

(۱) چار ایسے مرد گواہی دیں جن کی زیادت و ایمان داری پر اجماع و کیا ہاں ملتا ہو کہ ہم نے ان کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مجرم خود عدالت کے سامنے اس کتاب لڑا کا اعتراف کرے۔

کار و کاری کا حکم:

یہ ایک مفہوم میں کار و کاری کا ایک روٹی ہے جس کے متعلق تفصیلی حکم کے لیے لکھا ہے۔ اس میں ایک مہل کیا اس میں جواب کو یہاں قس کی جاتا ہے:

یہ فرماتے ہیں کہ تمام مفتیان و عظامین مسائل نے بارے میں کہ سندھ و بلوچستان اور دہلی پنجاب کے بیشتر ملاقوں میں ایک رسم "کار و کاری" کے نام سے مروج ہے۔ جس میں عورت کا شوہر کسی غیر مرد سے زہوی کے جنسی تعلقات (زنا) ہونے یا جنسی تعلقات کے شبہ کے بنا پر لفظ "کاری" کہہ کر گھر سے نکال دیا ہے۔

لفظ "کاری" کے معنی اور زبان میں سیاد کے ہیں۔ یہ لفظ عورت کے کسی غیر مرد کے ساتھ

میں زنا یا شہوان کی بنا پر واجب ہے۔ (جبکہ یہ لفظ "عاری" لفظ "عاری" سے صرف میں گلی کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے)۔

جس مرد و عورت پر کار و کاری کا ذکر نہ کیا جاتا ہے ان مرد و عورت کو بھی "اوان" میں کر دیا جاتا ہے، جن کو بطور لہذا جنازہ اور کفن و دفن کے کسی نہ کسی دریا میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر وہ جس سے نکاح ہو گیا ہو مگر یہ معاملہ عدالتی جرگہ کے پاس چلا جاتا ہے تو اس میں ایک یا ایک سے زائد مرد و عورتیں شریک ہوتے ہیں۔

بناوالت یہ حرکت اسی لفظ "کار" کو حلاق نے جائز قرار دیا۔ عورت کو شہر سے طلاق دینا دیتا ہے اور عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور بعض مقامات میں اس خط "کار" کو حلاق کے قائم مقام نہیں سمجھا جاتا بلکہ طلاق کی صورت میں شوہر کے مستقل طور پر صریح الفاظ میں طلاق بھلا کر عورت کو شہر سے بھجوا دیا جاتا ہے۔

نیز جرگہ کی طرہ سے بری کر دیتا ہے اور اس صورت میں شوہر مرد و عورت کو بغیر کسی نکار کے بوی کی حیثیت سے اپنے پاس رکھ جاتا ہے اور کبھی جرگہ مرد و عورت کو مجرم ٹھہراتا ہے۔ (جرگہ جو کہ جرم زنا میں شرعی طریقہ کو مد نظر نہیں رکھ جاتا) جس کا کل درجہ سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ طلاق عورت کے سر والے والے مرد کے خاندان سے بعض جرم شریک نکاح میں لیتے ہیں جس کا نکار وہ اپنی مرضی سے اپنے خاندان کے کسی بھی فرد سے کر دیتے ہیں۔

۲۔ طلاق کے قبیلہ سے ہماری مانی جرمانہ وصول کیا جاتا ہے۔ جو طلاق کے سر والے کو بعض جرم دیا جاتا ہے اور ایک مقررہ حد مرد و عورت کو بھی دیا جاتا ہے۔

اس مذکورہ تفصیل کے بعد مندرجہ بالا رسم کے متعلق چند جدید مسائل کا شرعی حل مطلوب ہے:

۱۔ مستر غضب میں شوہر کا بوی کو غلط "کار" کہہ کر گھر سے نکال دینا طلاق ہے یا عقد؟

۲۔ اگر یہ لفظ طلاق ہے تو سرنگ ہوگی یا کناہ "من" طلاق؟ اور اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی یا طلاق بائنہ؟

۳۔ مذکورہ افراد کے عدم ثبوت پر شوہر کا اس عورت کو نئے نکاح کیے بغیر بوی کی

حیثیت سے پہنچے ہیں رکھنا یہاں ہے؟

۴. اگر شوہر بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ عین زنا کی عانت میں دیکھے تو ایسے شوہر کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ قیود اس زانی مرد اور بیوی کو قتل کر سکتا ہے یا نہیں؟ قتل کرنے کی صورت میں شوہر پر شرعاً کوئی سزا ہوگی یا نہیں؟

۵. موجودہ دور میں بینک سرکاری عدالتیں اور قنوناً موجود ہے تو مذکورہ جرم کو بچاؤیت کی شرعی حیثیت یہ ہوگی؟ آیا ان کو اس طرح کے معاملات کے فیصلے کرنے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ اور ان کے کیے ہوئے فیصلے پر عمل کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟

۶. جرم کا جرم ثابت کرنے کی صورت میں غیر مرد کے خاندان سے کسی لڑکی کو جرم کا عرض بنا کر نکاح کرنا شرعاً کیا ہے؟

۷. لزوم کے خاندان سے مالی جرمانہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس جرمانہ کا مصرف کیا ہوگا؟

۸. جہاں لزوم مرد و عورت کو بغیر غناز جنازہ اور کفن و کفن کے گڑھے وغیرہ میں ڈال دیا جائے تو علقہ دہاوی اور رشتہ داروں پر شرعاً کیا لازم ہوگا؟
ازراہ کرہما ان مسائل کا مدلل مفصل جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجر ہوں۔

جواب:-

۱۔ واضح ہو کہ کسی شخص کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے، قرآن و حدیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں:

لَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَوَّلُ مَا يَقْتُلِي بَيْنَ اَنْفُسِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَيُ

قَدْ مَاءٌ. (متفق علیہ)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا وہ خون ہے۔ (بخاری و مسلم)

وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فِسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَا لَمْ

يُغِيْبَ دَمًا حَرَامًا. (رواه البخاری)

یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک کوئی مسلمان قتل ناحق کا مرتکب نہ ہو وہ ہمیشہ

اپنے دین کی وقعت اور کشمکش میں رہتا ہے۔ چونکہ قتل عظیم گناہ ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے مرد و عورتوں کے غارتگوئوں کو زبردستی میں رہنے کی بجائے حاکم وقت کو مردار بنایا تاکہ مرد پر گناہ نفاذ نہ ہو، نیز زنا کاری بہت قبیح فعل ہے، لہذا وہاں ماہر ماہرین سے بچنا مسلمانی پر لازم ہے۔

لَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَقْرُبُوا الرِّفْثَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَاءً مَسِيًّا﴾

(سورۃ الاسراء)

اسی طرح محض شہد کی بناء پر بلا تحقیق کسی پر الزام لگانا بھی بڑا گناہ ہے، خصوصاً کسی پاکدامن خاتون پر زنا کا الزام لگانا۔

لَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْفَاضِلَاتِ الْحُرِّمَاتِ

لَعَنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (سورۃ النور)

(۳۱) اس وضاحت کے بعد صورت مسئلہ میں اگر کوئی شوہر فقط "کاری" استعمال کر کے عورت کو گھر سے باہر لے کر شرماس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس کا معنی "زانیہ" کا ہے، یہ طلاق کے لیے مستعمل نہیں ہے، اس کے بعد اگر دونوں میں صلح بھائی ہو جائے تو اس صورت کو گھر میں رہانے کے لیے منقطع کراہ کی ضرورت نہیں، البتہ بی زنا کی نسبت ہے، اس کا بڑا گناہ ہونا آیت بالا سے ثابت ہوا۔

(۳۲) اگر شوہر اپنی بیوی کو مین زنا یا جس و گناہ کی حالت میں دیکھے اور اس کو یقین ہو کہ یہی بھی راضی ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ یہی کو اسی زنا کی حالت میں قتل کر دے۔ اسی طرح زانیہ مرد کو بھی اسی حالت میں قتل کرنا جائز ہے۔ یہ قتل تعزیری ہے، نہ نہیں، کیونکہ عدالت صرف حاکم کا حق ہے، نیز تعزیری قتل کا جو از بین اسی حالت کے ساتھ خاص ہوا اس تک محدود ہے۔

لَمَّا فِي التَّوْبَةِ مِنْ بَابِ التَّعْرِيبِ: وَيَكُونُ بِالْقَتْلِ كَسْرٌ وَحَدٌّ رَجُلًا

مَعَ امْرَأَةٍ لَا تَحِلُّ لَهُ إِنَّ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَنْتَهِي بِصَبَاحٍ وَضَرْبٍ بِمَا دُونَ

السَّيَاحِ وَالْإِلَّا لَا وَإِنْ كَانَتْ الْمَرْأَةُ مَطَاوِعَةً قَتْلَهُمَا، وَلَوْ كَذَانَ مَعَ امْرَأَتِهِ

وَهُوَ بَرَزِي بِهَا أَوْ مَعَ مُحْرَمَةٍ وَهِيَ مَطَاوِعَةٌ قَتْلَهُمَا جَمِيعًا مُطْلَقًا۔

(شرح المختار مع: دال مختار باب التعریر: ۶۶۹)

باقی اس قتل کی وجہ سے کوئی طلاق لازم ہوگا یا نہیں؟ یہ اس پر موقوف ہے کہ اگر وہ شخص زنا کو

کہانوں کے ذریعہ عداوت کرانے کی یہ اس وقت رہائش جہاد قحطہ میں قائل پر کوئی ضمان نہیں ہے۔
۴۔ اور ان سے قصاص لیا جائے گا۔

وأيضا فيها ممرها إلى الحجازي الرضا عن أبي الحسن رضي الله عنه
أما رأيي رحمه الله أو بدله أو غيره مني نفسه وهي مطبوعة عنه أو
منه أو لا ضمان عليه ولا بحره من ميراثها لأنه عليه أو بالقرار
وغيره رضي الله عنه في مقابلة حاكمه أو رده مع محاربه حاكمه أو
بغيره أو الرد أو بدله أو غيره من من أشابع : حل قتلها وفاء بعقوبتهم لا
بحل حتى يبري منهما العسل في لونا ودواعيه وماله في غرامة
الفتاوى (رد المحتار : ۴/۲۳ باب التعزير)

(۵) جرم اور پناہیت کی حیثیت "حکم" کی ہے، ان کو تحریر کا تو حق ہوتا ہے لیکن حدود
و قصاص کے نیچے کرنے کا حق نہیں، اگر فیصلہ کر دیا تو نافذ العمل نہیں ہوگا، البتہ پناہیت کو فریقین
کے درمیان مع صفائی کرانے کا اختیار ہے، مگر اس میں کسی پر سختی کا اور ضرورت ہے تاکہ جہاں
شرعی مسائل میں رہنمائی کی ضرورت ہو اور صفائی کر سکے اور پناہیت کا فیصلہ شریعت کے مطابق
ہو سکے۔

(قولہ : يستألف الإمام) استألف إلى ما في البحر عن القية من أنه
ليس لخاصة الرضا أو فقيه أو أئمة الساجد إقامة
حد الشرب • إلا بتولية الإمام .

(رد المحتار : ۴/۲۴ باب حد الشرب)

وفاء لعلامة المرحوم أبي رحمه الله : ولا يقيم مولی الحد على
عبده إلا بوفاء الإمام وقال : استألفي رحمه الله : أنه أن يقيم لأن
ولاية مطلقة عليه كالأمام ، بل أولى لأنه يملك من تصرف فيه مالا
يملكه الإمام كالتعزير وناقوله عليه الصلوة والسلام : ارجع إلى الولاية
وذكر منها الحد ، وأن الحد حق الله تعالى لأن المقصد منها
إخلاء العالم عن الفساد ، ونهذه لا يسقط بإسقاط العبد فيستوفيه من

هو، انك عن الشرع و هو الامانة له والله جواد... انحراب لانه حق العند
والله عز وجل انصبي وحق الشرع موضوع عنه.

(ہدایہ مع فتح الخدیجہ ص ۲۲۴/۲)

(۶) اس جرم سے محض میں خاندان کی کوئی لڑکی نکاح میں دینا عہم اور فحش گناہ ہے، کیونکہ شریعت نکاح کو مقصد یہ ہے کہ میراں بیوی کے درمیان خوشگوار ازدواجی زندگی قائم ہو اور اولاد کا نسل کے ذریعے نسل انسانی کو بڑھا یا جائے، اس کے لیے شریعت نے نکو، مبرا، فقہ، فیر و بہت نئی باتوں کا خیال رکھ کر لڑکی محض کے طور پر نکاح میں دینے سے یہ حقوق کف ہوتے ہیں اس لیے ایسا فیض شریعت کے خلاف ہے۔

(۷) مالی جرمانہ، قصور قراآئید، احادیث صریحہ اور اصولی شریعہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے حرام ہے اس لیے جرکہ المول کا یہ فعل شریعت کے خلاف ہے۔

قال العلامة البعلانی رحمہ اللہ: عالی (لا بأخذ مال فی
المعذوب) معرو و بیه عن الرزاقیة: وقیل یجوز ومضاه أن یمسک مدۃ
لیس جرم نم بعیدہ لہ فہون ایس من توبتہ صرفہ الی ما یرى . ومی
المعذوب: إیہ کان فی ابتداء الإسلام ثم نسخ .

(رد المحتار ۶/۱۱۱) (والتفصیل من أحسن امتداد ص ۵۹۱/۵)

(۸) اگرچہ شخص کا انتقال ہو جائے یا کوئی جس کو کفن کر دے تو اس کی لاش کی بے حرشی جائز نہیں بلکہ اگر سب سے کہ اس کو ہر مسلمانوں کی طرح کفن دیا جائے اور جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے، جرم ثابت ہونے کے بعد بغیر توبہ کے مرنے کی صورت میں صلۃ کا بڑا عالم یا دینی اعتبار سے مرتبر رکھنے والا شخص اس کے جنازہ میں شریک نہ ہوتا کہ دوسروں کے لیے عبرت ہو۔

قال العلامة المصرغینہ: ر... ھ اللہ تعالیٰ: ویغسل ویکفن
ویصلی علیہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی ما عز: "اصعبوا بکمما
نصنعون یسروا کم" (ہدایہ مع فتح الخدیجہ ص ۲۱۴/۵ کتاب الحدود)

حیوان سے بد فعل کی سزا:

اگر کسی نے بیہوش سے بد فعل کی تو اس کا یہ عہم ہے کہ اس شخص پر قہر ہے جس کی مقدار کم کی

رہے اور پھینکس دان کر کے اُن کر دیں یا جلاد یا مندوب ہے۔ فعلی کرنے والا شخص پھینکس کی قیمت کا مالک کے لیے شامی ہوگا، ذبح کرنے اُن کرنا ضروری اور واجب نہیں، صرف اس لیے مندوب ہے کہ تباہی یا امارت کو ختم کرنے سے فعلی کرنے والے سے عازا اکل ہو جائے، اس لیے اگر ذبح نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں، اس کا گوشت اور دودھ وغیرہ بلا حرج حلال ہے، اس نہ ریش ذبح کو ضروری اور واجب سمجھتے ہیں، اور ایسے جانور کے گوشت اور دودھ کو حرام تصور کرتے ہیں، لہذا اس نہ ریش ذبح کرنا حرام نہیں، اس لیے کہ مندوب کو ضروری سمجھنا حلال کو حرام قرار دینا سخت گناہ ہے، ایسے موقع پر مندوب پر عمل کرنا بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔

و الدلیل علی کل ما اذعننا صاعی غسل الشامیة تحت (قوله ولا عند وضاء ہیمة الخ) وفی التعلیة برمر الحذر : لا یطفی فرج البهیمة کتبها لا یغسل فیہ بغیر إنزال ویمرر بدمج البهیمة وتحرق علی وجه الاستحباب ولا یحررہ اکل لحمها بہ احد وسیائی فی الحدود .

(رد المحتار : ۱)

وقال فی الحدود (حوئلہ وندبح ثم تحرق) ای لقطع امتداد التحدث بہ کتفا رؤیت ونیس بواجب کما فی التہذیبة وغیرہا وهذا إذا كانت مسا لا یلوکل مؤذ كانت فواکل حار اکثھا عدہ وقالوا تحرق ایضاً ، (قوله المظاهر انه یطالب ندباً الخ) ای فلولہم یطالب صاحبھا ان یدفعھا : ای الواطیء لیس علی طریق الحبر وعبارة النہر : المظاهر انه یطالب عنسی وجه الندب ولذا قال فی المعانیہ کان لصاحبھا أن یدفعھا إلیہ بالتیمۃ لد وعبارة السمر والمظاهر انه لا یحیر علی دفعھا . (رد المحتار : ۳)

وقال فی شرح التنویر وکل ما یؤدی إلیہ (ای الوجوب) مذكورہ . (رد المحتار : ۶) انصراب مسعود للتلاوة ، وقال الطیبی فی شرح مشکوٰۃ تحت حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی الترام الانصراف عن الیمین بعد الصلوٰۃ ان من اصر علی مندوب وجعلہ

فرما وسم یعنی بسم اللہ لعلہ الحمد للہ

(مراجعہ دار احیاء سنت و سیرۃ ص ۱۵۰)

کسی مسلمان کو کافر سے تشبیہ دینے کا حکم:

یہ مسئلہ میں ایک سوال و جواب نقل کیا جاتا ہے

سوال ایک مولوی صاحب نے ایک صاحب کو مخاطبہ کیا کہ تجھ سے الٹا اہل ایچا ہے، اس مولوی صاحب کے بے شرع کیا سزا ہے؟ اس کی امامت بھیجے؟ وہ نہیں؟ اس کا کالج کمرہ ہے یا نہیں؟

جواب: ہرگز

جواب بقدر معلوم ہوتا ہے کہ ان مولوی صاحب نے کسی نہ کسی علت میں الٹا اہل کو بھڑکایا ہوگا اس میں کوئی گناہ نہیں بلکہ عرواقی ہے کہ بعض اوصاف میں بعض کافر جہنم مسلمانوں سے ملتے ہیں، اگر مولوی صاحب کا یہ مطلب نہیں بلکہ ہر حیثیت سے الٹا اہل کو چھوڑتا ہے تو اس میں رواج نہیں:

- ۱۔ جس کو بڑھ چل کہا اسے فقہی کافر نہیں سمجھا صرف: اکبر اور گناہ و بیعت قصود ہے۔
- ۲۔ اس کو واقعہ کافر اور بوجہ چل کی طرح جہنم کی الزام بھی، صورتہ نولی شرع یہ لفظ کہنے والا فاسق ہے اس کی امامت خروہ و تحریک ہے، اور حاکم سے مراد یہ ہے کہ خود دے گا اور دوسری صورت میں یہ شخص کافر ہے، نہ اسے اس کا کالج یا محل پرشیا، فریڈ کسی خاص صفت میں تشبیہ سے نہ لاتی اور نہ کافر و اگر گالی کی نیت سے نہا تو فاسق اور چھینٹا کافر سمجھا تو خود کافر ہو جائے گا۔
- ان اہتمام استاذ کے بارے میں خود حکمران تحقیق کی جائے کہ اس کی کیا مراد ہے، ہو مراد خود بیان کرے گا ہی کے مطابق اس پر حکم دیا جائے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سب المسلمین سوف وقتلہ کفر۔

(معاری کتاب الآداب ص ۸۹۳)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں میں گالی دینا فسق کی علامت ہے اور کفر

کفر ہے۔

وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ سمعہ انسی صلی اللہ علیہ وسلم

بقولہ لا یومی ریحاً و لا حبلاً و لا یغشی و لا یرم بالکفر إلا زندقۃ علیہ

و اسم یکن صاحبہ کذبت۔ (حدیث مالا)

اور رسول اللہ ﷺ نے رشاد فرمایا کہ کوئی عورت کی طرف فسق یا کفر کی نسبت کرتا ہے اور وہ شخص کفر یا زندقہ نہ ہو تو یہ قول غلط ہے، اے کی طرف اس وقت کفر ہوتا ہے۔

وفی شرح التوبہ و غیر الشانم یا کافر و هل یکفر ان اعتقد المسلم کافر اعمی و الا لانه یعنی شرح و ہبانہ ولو احبہ لیک کفر خلاصہ، و فی الشامی ای یکفر ان اعتقده کافر الا بسبب مکفر قال فی البہر و فی الحدیث المخرار للفتویٰ انہ ان اراد الضہ و لا یعتقده کفر الا یکفر وان اعتقده کفر؛ مخاطبہ بهذا، علی اعتقاده انہ کافر یکفر لانہ لما اعتقده لما اعتقد المسلم کفراً فقد اعتقد دس الاسلام کفراً اعم۔ (رد المحتار باب التعزیر: ۲/۲۵۳)

تسامہ (رد المحتار: ۱۸۷/۳) و فی التوبہ قال الاخر یا زانی فزع ال الاخر و مل است حدا۔ خلاصہ لو قال لہ مثلاً یا حیث فقال بل انت، و فی الشامی (قواء مثلاً) ای من کل لفظ غیر موجب لحد۔

(رد المحتار ۱۷۸/۳)

شاگرد کو مراد اپنے کاظم:

استاذ اپنے شاگرد کو تحریر دے سکتا ہے، شاگرد خود باطل ہو یا باطل رہا باطل کو اس لیے کہ اس کے دل نے استاذ کو تادیب کا مالک بنا دیا ہے اور باطل کو اس لیے کہ اس نے خود استاذ کو اس کا اختیار دیا ہے۔

شیخ بھی اسی لیے مرید کو تحریر دے سکتا ہے کہ مرید برکت کے ضمن میں شیخ کو ہر قسم کا اختیار دیتا ہے۔

قال العلاء بن رحمہ اللہ تعالیٰ: و فی القنیۃ لہ: اکراه طلقه علی تعلم قرآن و ادب و علم لغزہ صغریٰ علی الوالدین و لہ ضرب للیمیم فیما یضرب و یندہ، و فی الشامی (قوله و فی القنیۃ الخ) و فیہا عن الروضۃ

وَلَمْ يَمْرُءٌ سِرٌّ بِحَرْبٍ عِدَّةٍ مِنْ لَيْلٍ أَوْ يَوْمٍ بِحِلَافٍ الْبَحْرِ قَالَ فَهَذَا
 الْحَرْبُ عِدَّةٌ مِنْ لَيْلٍ أَوْ يَوْمٍ بِحِلَافٍ الْبَحْرِ وَالْمَعْلُومُ أَنَّ
 الْمَعْلُومَ بِحَرْبِهِ بِلَيْلٍ عَنْ رَأْيِ الْمُصَاحِفَةِ وَالْمَعْلُومَ بِحَرْبِهِ بِحُكْمِ الْمَعْلُوكِ
 سَبَلَتْ أَيْلَهُ مَصْلُحَةُ الْوَلَدِ أَدَّ (۱۹۵۲)

طرح شدنی فرماتے ہیں کہ "فقیر" میں ہے کہ باپ کو حق و صلہ سے کراچی و لاؤ کو قرقا،
 اور درمختار سمجھنے پر مجبور کرے۔ اور جن صورتوں میں اپنی اولاد کو بٹائی کر سکتا ہے تقیم کی بھی
 کر سکتا ہے۔ آٹے، ملا، شامی فرماتے ہیں کہ استاد شامی کو سزا دینا ہے باپ کی طرف سے تادیب کا
 مالک ہونے کی بناء پر۔

طلبہ کو سزا دینے کے متعلق دارالافتاء علامہ غوری تائید اور حامی دارالعلوم کراچی کا ایک
 مصدق فتویٰ بھی مع کچھ اضافہ کے ملاحظہ فرمائیے
 "کر کوئی طالب علم سخی ہو نہیں سکتا اور دھتکے خاشاک کرتا ہے تو اس طالب علمی اصلاح کے
 ارادہ سے اس کی مصلحت کو بد نظر نہ سمجھئے ہوئے استاد طالب علم کو ضربِ قفیف یعنی ہلکی پٹائی کر سکتا
 ہے۔"

تکملاً ذکرہ صاحب بحر الرائق : وَلَوْ أَمَرَ بِبَصْرَةٍ عِدَّةٍ حَلَّ
 لِلْمَعْلُومِ ضَرْبَهُ بِحِلَافٍ الْبَحْرِ . قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هَذَا تَصْلِيحُ عَمِّي
 عِدَّةٌ جَوَازُ ضَرْبٍ وَلَنْدَ الْأَمْرِ بِأَمْرِهِ بِحِلَافٍ الْمَعْلُومِ أَنَّ الْمَعْلُومَ بِبَصْرَةٍ
 بِجَانِبِ عَمِّي رَأْيِ الْمُصَاحِفَةِ وَالْمَعْلُومَ بِبَصْرَةٍ بِحُكْمِ الْمَعْلُوكِ بِتَعْلِيلِ أَيْلَهُ
 لِمَصْلُحَةِ الْوَلَدِ أَدَّ (۱۹۵۲)

لیکن استاد کا طالب علم کو ذمے سے داراجاز نہیں، بلکہ اس سے تین ضربات قفیف پٹائی
 کر سکتا ہے زیادہ پٹائی کی ممانعت ہے۔ تاکہ حضور ﷺ نے امر اس مسلم کو فرمایا جب تعلیم کے لیے
 بھیج رہے تھے تین ضربات سے زیادہ نہ مارا اگر آپ نے تین ضربات سے زیادہ کسی طالب علم
 کی پٹائی کی تو اس کا اللہ تعالیٰ آپ سے قصاص لے گا۔

اہلِ اُمرطاب علم نہ تو میں سستی کرتا ہے تو تیرے پاس کو بجکے معمولی ذمے سے تین ضربات
 قفیف پٹائی کر سکتے ہیں تاکہ شریعت محمدیہ میں جہاں بھی کسی جرم پر سزا عائد ہوتی ہے تو وہاں پر

شریعت محمدیہ کا مقصد انسانہ و فطریہ ہے۔ اضرار انسان نہیں ہوتا اور نماز کے علاوہ کسی اور جرم کے ارتکاب میں استاد کے لیے غمے کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ غمے سے اس جرم کو مارا جاتا ہے جس نے کسی کی مالی یا جانی نقصان کیا ہو۔

کذا فی الشامی: قوله بيد اي: لا يحاور الذلالت و كذلت المعلم
ليس له ان يحاور. ما قال عليه الصلوة والسلام: المردس معلم يراك ان
تضرب فوق الثلاث فانك اذا ضرب فوق الثلاث اغتصب الله منك اهد
اسما عجل عن احكام الصغار لا تستروني وظاهره انه لا يضرب
بالمصافي غير الصلاة ايضا قوله لا يحضه اي عصا مقتضى قوله بيد
ان يراد بالخشية ما هو الاعم منها ومن الموطأ اهد ط قوله لخدمت
استدلال على الضرب المطلق و اما كونه لا يستبى فلا الضرب بها
ورد في جنابة فمكلف اهد. (رد المحتار: ۳۵۳/۱)

نیز یہ کہ طالب علم کو اس کے چہرے پر غم نہ لگنی چاہئے، کیونکہ حضور ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

كذا في المشكوة: عن ابي هريرة رضي الله عنه عن ابي صلي
الله عليه وسلم قال اذا ضرب احدكم فليشق الوجه.

(رواه اب داؤد ص ۳۱۶)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی کو (تقریراً) مارے تو چہرہ پر نہ مارے۔

پھر استاد کو طلباء کے ساتھ تیسرا سوک کرنا چاہیے یعنی کڑے پر بعض کی پٹائی کرنا اور بعض کو چھوڑ دینا بعض کے ساتھ سختی اور بعض کے ساتھ نرمی کرنا غرض تربیتی سلوک کرنا چاہئے نہیں ہے۔

كذا في الهندية: ان يعامل بين التلميذان اذا تارعا او يعصف
بعضهم من بعض ولا يحيل الى الامداد الاعياء دون الفقراء.

(عالمگیری: ۳۷۹/۵)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ جب طلبہ کے درمیان جھگڑا ہو جائے تو اس وقت سے جوئے انصاف سے کام لیں، ورنہ نہ ہو کہ فقراء کے بچوں کو نظر انداز کر کے انبیاء کی امانت کی طرف جھکاؤ کا رتا ہو۔
ہے دینی اور ایسی فتنی سے مارنا بھی جائز نہیں ہے۔ جس سے نہس میں زخم آجاتا ہو یا فتنات پڑ جاتے ہوں کیونکہ اس کا قیامت کے دن حساب ہوگا۔

كذاهى الحد فله بحاسب يوم القيامة : ان لا يضرب احدكم ضربا مبرحا ولا

يعاوز الحد فله بحاسب يوم القيامة . (عائدگیری . ۳۷۹: ۵)

اور اگر ایسی فتنی کے ساتھ چلائی گئی جس کی کوئی نظیر شریعت میں نہیں ہے تو ایسی تاہل چلائی کرنے میں پادشاہ فقہاء استاذ پر عمل آتا ہے۔

كذاهى شرح النفاة : ولو ضربه ضربا شديدا لا يضرب مطلقا

للأديب بعض بإجماع الفقهاء . (۳۹۹/۷)

نیز اگر طالب علم دروس کی تاب نہ لا سکا شدید زخمی ہو کر بیمار پڑ گیا یا اس سے مر گیا تو ایسی صورت میں طمان اور وصیت آئے گی۔

كذاهى فتح القدير : وكذا المعلم إذا أودى بحسب فمات منه

بعض عندنا والمشافعي . (۱۱۹/۵)

اس دور میں جبکہ دنگ اسلام کی بجائے اور ازموں کے درپے تیرا اور لوگوں کی ذہنی مغرب کے سانچے میں ڈھل چکی ہے، ان حالات میں ایک مسلمان کا اپنے بچہ یا بیٹی کو دینی تعلیم کے لیے بھیجنا اور بچہ یا بیٹی کو علم دین کے لیے وقف کرنا جو فی فاضل تہذیبات ہے۔

بائیں جبہ مدرس یا منتظم کے سبب جا علم و استعداد کرنے سے طالب علم اگر علم دین سے محروم ہو گیا تو اس کے دہان کا سبب اس مدرس یا منتظم کے سر پر ہو گا جو بچہ یا بچہ کو علم و استعداد دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام مدرسین کو اس اور اساتذہ علوم دینیہ کو صحیح طریقہ تعلیم کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
درمیں بدھ کی سزا:

یہ غیبت فعل زنا سے بھی بدتر ہے، شریعت کے علاوہ عقلاً اور لمعا بھی یہ فعل بہت ہی غیبت ہے، اس غیبت فعل کی ابتداء حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے کی تھی، اس لیے لوگ اس خیانت کو نواہت اور اس کے فاضل غیبت کو کوئی کہتے ہیں۔ یہاں نہیں آنا چاہیے اسے غیبت فعل اور غیبت

فصل و اللہ تعالیٰ نے دونوں حضرت لود علیہ السلام کے ذمہ کی طرف منسوب کرنا خلافِ آپ ہے۔ اس کی نہایت اہم ذمہ سے کہہ دینے میں کوئی خبیث سے خبیث چند بھی ایسی خبیثت کی رحمت نہیں رکھتا۔ یہ ایسا نکرہ اور تہذیب کا فصل ہے کہ گندے سے گندے جانور اس کو بھی اس سے نفرت ہے۔ اسی ہے اللہ تعالیٰ نے ایسی خبیثت تو رکھنا یہ خبیث مذاہب و کائنات کی ہستی کو اور پادھ کرانہ کر نے پھینک دیا اور پھر اس پر پتھروں کی بارش برسائی۔ وہاں کے قصہ کو قرآن کریم میں بیان فرما کر واقعی وہی تک ان کو بھائیادار ہوا کہ ایسے خبیث لوگوں کی اصل سزا یہی ہے مگر کوئی حکومت یہ سزا دینے پر قادر نہیں۔ اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو آپ کے بعد بعض فقہاء و مہتمم اللہ نے اس سے ملتی ہوئی سزا تجویز فرمائی ہے کہ ایسے خبیث کو کسی بلند مقام سے سر کے بل اتار کر اس پر پتھر برسائے یا گھبراہٹ کر دیا جائے۔

حضور آرم علیہ السلام کا ارشاد ہے:

فمنہم افاض و لم یفعلوا ۹۰

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا خبیث نکل کرنے والے اور کرنے والے دونوں کو (تجزیاً) قتل کرو۔

دوسری حدیث میں ہے

فاز جندہ الاعسی والاصفل لصبہ الیوم بحمصا۔

یعنی اگرچہ دونوں کو سنگسار کرو، جھن ہو یا تہ ہو۔ (یعنی شادی شدہ ہو یا نہ ہو)

پہلی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفہ مروی ہے۔ یہ حدیث مطلق ہے، یعنی اس میں تیسرا حصہ ان کا ذکر نہیں۔

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، علاوہ ازیں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفہ ایسے مجرم کے لیے حد نامزد کی ہے۔

چونکہ یہ حکم غیر مذکورہ بالقیس میں ہے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عدم رفیع بھی حکم رفیع ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایسے نبی سے مجلس کا حال لکھ کر اس کی سزا اور یافت کی، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ لیا، حضرت عمر، حضرت علی اور دوسرے سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بالاتفاق آگ میں جلا دینے کا مشورہ دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی فیصلہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا، انہوں نے اس حکم کے مطابق اس کو جلا دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے دور خلافت میں ایسے شخص کو جلا دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اور اس کی تائید میں حضرت ابوجہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سن کر حد ذاتہ کے تحت غیر حصن کو سوکڑے لگوائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجم کروایا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حصن کو رجم کروایا اور غیر حصن کو سوکڑے لگوائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث قتل کے راوی ہیں مگر آپ کے ہاں طریق قتل یہ ہے کہ کسی بہت بلند مقام سے سر کے بل اٹھا کر اس پر پتھر برسائے جائیں، اس کی جہاد پر جان کی جائیگی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط علیہ السلام کو جس عذاب سے ہلاک کیا اس کے ساتھ حتی الامکان مشابہت ہو جائے۔

یہ سب تفصیل چاہیہ اور ایہ نصبہ المرایہ اور بھٹی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر سخت عذاب، حضور اکرم ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے ہلاک کرنے کے مختلف طریقوں کے بیان اور ان کے مطابق حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیصلوں کی بناء پر حضرات فقہاء و مجتہدین نے بھی اس عجیب و غریب قسم کی بہت ہی سخت سزا نہیں بیان فرمائی ہیں۔ ان سزاؤں میں سے جن میں جان سے مراد سب کا حکم ہے یہ شرط ہے کہ کم از کم دو بار یہ فعل کیا ہو۔

البتہ مسامحین رحمہم اللہ اس پر حدوتہ کے قائل ہیں اس لیے ان کے ہاں رجم کے لیے گھراؤ فعل شرط نہیں، ایک بار نکلنا سب سے بھی رجم کیا جائے گا اور حدوتہ کے ساموت کی دوسری سزاؤں میں شادی شدہ ہونا شرط نہیں، غیر شادی شدہ کے لیے بھی موت کی سزا ہے اس لحاظ سے...

کے علاوہ سزاؤں کی نوعیت سے لحاظ سے بھی اس شخص غیبت کی سزاؤں کی سزا سے بھی بہت سخت ہے، حضرت فقہاء رحمہ اللہ کی بیان فرمودہ سزاؤں کی تفصیل یہ ہے۔

۱. رجوعاً رچہ شادی شدہ ہو۔
۲. حد زنا لگائی جائے یعنی شادی شدہ ہو تو بدیعہ، جم ہلاک کر دیا جائے ورنہ سو کوڑے لگائے جائیں۔
۳. آگ میں جلا دیا جائے۔
۴. ان پر دھار و غیرہ گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔
۵. کسی بلند مقام سے انہما کے ٹکر کر اوپر سے پتھر برساتے جائیں حتیٰ کہ مر جائیں۔
۶. قتل کیا جائے۔
۷. سخت سزاؤں سے کر قید میں رکھا جائے حتیٰ کہ قید کر کے یا قید عی میں مر جائے۔
۸. بہت بد بودار جگہ میں قید رکھا جائے۔

قال في الشعلانية ولا يحد بوطء دم ولا ان فعل في الاجاب
حد وان في عماده او منه او زوجته فلا حد احصا على يعزر قال في
الدرر بنحو الاحراق بانحر وهدم الجا . و السكيس من محل مرتجع
يتابع الا حصار وفي الحاوي والحد اصح : في الفتح يعزر ويسجن
حتى يموت او يثوب ولو اعتاد المراجعة فقله الامام سبابة (يلى قوله)
وفي البحر حرمتها اشد من لئنا لحرمتها عفا و شرعا و جبا و نرنا
ليس بحرما طبعا و نزول حرمة تزوج و شراء بخلافها و عدم الحد
عنده لا لاختفائها بل للتغليظ لانه مطهر على قول و في الشامية (قوله
حد) فهو عندنا كالتزنا في الحكم فيحد جلدا ان لم يكن احسن
ورجما ان احسن بهر (قوله نحو الاحراق الخ) متعلق بقوله يعزر
وعيازة الدرر عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى تعزير بالقتال هذا الامور
واعترضه في النهر بان الذي ذكره غيره تقييد بما اذا اعتاد ذلك

(سی قیومہ) قیام سرری و المظاہر انہ یقبل فی الشجرة الثانیة لعصی
الذکر اربعاً و اربعاً و اربعاً و اربعاً (قوتہ و فی حیوی و جسمہ فی انش
بقیة المسحاة: ۱۶۰/۳) (ماخوذ من احسن الفتاوی)

ہنجائیت کی طرف سے تعزیر:

اگرچہ ہنجائیت کسی جرم کی شرعی سزا دینے پر قادر نہیں سمیتہ اس پر حسب قدرت تفسیر المنکر
فرض ہے، نیز تا دہما کارروائی کے لیے جرم پر شرعی نصاب شہادت ضروری نہیں، بلکہ قرآن قویہ کی
بغداد: باب شریعہ جائز ہے، البتہ ہنجائیت تاویب و تنبیہ کے لیے ناقص شہادت اور قرآن و آثار قویہ
کی بناء پر بھی معاشرتی مقلد کا فیصلہ کر سکتی ہے اگرچہ شرعی نصاب شہادت موجود نہ ہو۔
بالغ اولاد کو تعزیر:

باپ کی طرف سے بالغ اولاد کو بھی تعزیر دی جاسکتی ہے، بکد اللہ نہ ہو تو دوسرے اقارب بھی
تعزیر دے سکتے ہیں۔

فان العلامة للحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: فی الحضایة والغلام
إذا عقل واستغنی برأیه لیس للاب ضمة الی نفسه إلا إذا لم یکن
مأموراً علی نفسه فله ضمة لیلع فتنة و عار و قاذبہ إذا وقع مہ شیء
و فی الشامية تحت قوله و الغلام یأ عقل الخ المراد الغلام البالغ لأن
الکلام بما بعد الطرخ و عبارة الزیلمی ثم الغلام إذا بلغ وشيلاً فله ان
یفرده إلا ان یكون مغسداً عوفاً علیہ الخ

علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب لڑکا بالغ ہو جائے اب باپ اس کو اپنے ساتھ رکھے
تے ہے مجبور نہیں کر سکتا بلکہ اس کو اختیار ہوگا کہ کھانا، پینا، رہائش باپ کے ساتھ رکھے یا الگ
رکھے، یاں بلبہ نہ لڑکا اپنے نفس پر مامون نہ ہو لکن کاندیشہ و تو باپ کو حق ہوگا تختہ اور عار سے بچے
اور ادب کھانے کے لیے اس کو اپنے گھر میں رکھے۔

(مولف فہم ضمة) ای للاب و لایة ضمة فیہ و المظاہر ان الحد
کذلت بل غیرہ من العصاة کالاح و العم و لم ار من صرح بذلك
و علیہم المصدوا علی ان الحد کم لا یسکھ من المعاصی و ہذا ہی

زمانہ انگریز واقعہ انہیں الاہتمام پر لایا۔ ذمہ انکل میں یارہیں عیبہ میں
انصار و مقدس عسی حنفیہ فان دوح الشکر: احب علی کل من قدر
عملیہ لا سیمما میں یمحرفہ عارہ و ذللت ابصار میں اعظم صلہ الرحم
و الشدیع اور حصانہا و بمع المعکر ما امکن ذل: تعالیٰ ﴿ین اللہ ہامہ
بالعدل والاحسان و ابتاء دی الغری و ہنی عن الفحشاء و المنکر
والغی یعطکم نعلکم تلکوفہ ﴿ ثم رأیت فی حاشیۃ البحر الرمانی
ذکر ذلت سحا ابصار الخ .

(ردال: ج ۱: ۶۷۶) (مأخوذ از احسن الفتاویٰ)

قصاص کے احکام:

قصاص کے فعلی معنی ممانعت کے ہیں، مراد یہ ہے کہ جتنا ظلم کسی نے کسی پر کیا اتنا ہی بدلہ لینا
اور اس کے لیے جائز ہے، اس سے زیادتی کرنا جائز نہیں۔

كقوله تعالى: ﴿واعتدوا عليه مثل ما اعتدى عليكم﴾

(۲۶: ۱۹۴)

اس لیے اصطلاح شرع میں قصاص کہا جاتا ہے قتل کرنے دھم لگانے کی اس سزا کو جس میں
مساوات اور ممانعت کی رعایت کی گئی ہو۔

قتلِ عمد کی تعریف:

قتلِ عمد وہ ہے کہ ارادہ کر کے کسی کو اپنی ہتھیار سے یا ان چیز سے جس سے گوشت پوست
سنت کر خون بہہ سکے قتل کیا جائے، قصاص یعنی جانی سے بدلہ جان لینا ایسے ہی قتل کے جرم کے
ساتھ مخصوص ہے۔

قانونِ قصاص:

﴿يا ايها الذين امنوا كتب عليكم القصاص في القتلى الحر

بالحر والعبد بالعبد والأنثى بالأنثى﴾ (سورة البقرة: ۱۷۸)

”اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے، مقتولین کے بارے میں (یعنی ہر) آزاد
آزادی (قتل کیا جائے جو دوسرے) آزاد آدمی کے عوض میں اور اسی طرح غلام غلام کے عوض میں

اور عورت عورت کے عوض میں۔

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جس نے قتل کیا ہے اسی قصاص میں قتل کیا جائے جو عورت ہو یا قاتل عورت اور غلام کے بجائے بے گناہ مرد یا آزاد کو قتل کر دیا ہو (سورۃ القرآن) **قصاص کے قواعد و اصول:**

۱. اگر وارث قاتل پر حاضر نہیں تو حکومت پر لازم ہے۔ قاتل کو چھڑ کر دینی مقتول کے خاندان کے۔

۲. اگر کسی ایک وارث نے قاتل کو قتل کر دیا تو بھی قصاص اور بیعت باقی وارثوں کو حق و عراض نہیں، یعنی جبکہ کسی وارث نے معاف نہ کیا ہو معاف کرنے کی تفصیل آگے نمبر ۱۳۱۳ میں آ رہی ہے۔

۳. اگر وارثوں میں بعض چھوٹے ہوں اور بعض بڑے تو قتل مرد موجب قصاص میں بڑوں کو قصاص لینے کا حق ہے۔ چھوٹے وارثوں کے بطور ضمانت نظر نہیں کیا جائے گا۔

۴. اگر سب وارث چھوٹے ہوں یا بچوں و مستند ہوں تو کوئی اجنبی شخص قاتل کو قصاص قتل نہیں کر سکتا، بھائی اور چچا اگر وارث سے محروم ہوں تو وہ بھی اجنبی کے حکم میں ہیں اور اس صورت میں حاکم قصاص لے گا۔

۵. قصاص لینے کا حق ان لوگوں کو ہے جن کو میت کے ترکہ سے حصہ ملتا ہے۔

۶. دلیا میں قاتل کا والد موجود ہو تو بونستیہ اخذ قصاص اولیاء میں سے کسی دوسرے کا موجود ہونا ضروری نہیں اور اگر والد موجود نہ ہو تو سب اولیاء کا موجود ہونا ضروری ہے۔

۷. توکیل کی صورت میں بونستیہ قصاص سوکل کا موجود ہونا ضروری ہے، دلی قصاص کسی کوکیل یا کر مجس قصاص سے مایب ہو گیا تو قصاص لینا جائز نہیں۔

۸. قاتل موجب دیت میں دیت وارث میں بقدر حصہ حصہ تقسیم ہوگی۔

۹. قاتل موجب دیت میں اگر وارثوں میں سے بعض چھوٹے ہوں تو بڑے کو پوری دیت لینا جائز نہیں، وہ صرف اپنا حصہ لے سکتا ہے۔

۱۰. اگر دینی متحون نے کسی اجنبی کو قتل کر دیا اور اس قتل پر گواہ موجود ہوں یا لوگوں میں عل و علان قتل ہو تو دینی کی موجودگی میں قاتل کو قتل کر سکتا ہے۔

عن الصغير فلا يملك القود حتى يبلغ الصغير اجماعا ريلعي فليحفظ.
وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله خلافا لهما)
فعندهما ليس لهما ذلك إلا ان يكون الشريك الكبير بالصغير نهاية و
فاساده على ما إذا كان مشتركا بين كبيرين و احدهما غائب (قوله
والاصل الخ) استدلال لقول الإمام قال في الهداية وله انه حق لا
ينحيزي لشوته بسبب لا ينحيزي وهو القرابة و احتمال العفو من
الصغير منقطع اي في الحال فيست لكل واحد كسلا كما في ولاية
الانكاح بخلاف الكبيرين لان احتمال العفو من الغائب ثابت بعد.

(رد المحتار: ۳۴۷/۵)

قاتل کے رشتہ دار کو قتل کرنا:

اگر کسی نے کسی شخص کو ناحق قتل کر دیا اب وہ قاتل ہاتھ نہیں آ رہا ہے اس لیے اولیاء مقتول
قاتل کے کسی رشتہ دار کو پکڑ کر قتل کر دیتے ہیں تو یہ شرعاً بہت بڑا گناہ ہے، شرعاً یہ جائز نہیں کہ قاتل
کے بدلہ میں کسی اور کو قتل کر دے۔ قصداً ایسا کرنے کی صورت میں قصاصاً اس قاتل ثانی کو بھی قتل
کیا جائے گا۔

کتاب الديات والمردود

کسی کو خطا ظلمی سے قتل کر دے یا ہو جائے تو قصاص کے بجائے مقتول کے اولیاء و دیت
وصول کرنے کے حقدار ہوتے ہیں۔ یہ دیت قاتل کے عاقلہ پر واجب ہوتی ہے۔ اس کی
تفصیلات ذکر کی جاتی ہیں:

دیت عاقلہ کی تفصیل:

دیت کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ دس ہزار درہم چاندی یا اس کی قیمت، ایک درہم: ۳۰۰۳ گرام، دس ہزار درہم:

۳۳،۲۰ کلو گرام۔

۲۔ ایک ہزار دینار سونا یا اس کی قیمت، ایک دینار: ۸۶ گرام، ہزار دینار: ۸۶،۰۰۰

کمتر ہے۔

۳ سوونت یا ان کی قیمت، میزائت یا نفی قسم کے ہوں گے:

- (۱) یکہ سالہ بیس اونٹیاں۔
- (۲) یکہ سالہ بیس اونٹ۔
- (۳) دو سالہ بیس اونٹیاں۔
- (۴) تین سال کی بیس اونٹیاں۔
- (۵) چار سالہ بیس اونٹیاں۔

تعداد اور مذکور مرد کی دیت ہے، عورت کی دیت اس سے نصف ہے، اس میں اختلاف ہے کہ دیت کی ان اقسام میں سے کسی ایک کی تحسین کا اختیار حامل کو ہے یا قاضی کو؟ قول اول رائج معلوم ہوتا ہے، وجہ: قول ثانی کے مطابق قاضی نے تحسین کر دی تو جائز ہو، تالف ہے۔

عاقہ کی تفصیل:

اگر قاتل اہل دیان سے ہو تو اس کے عاقہ اہل دیان ہیں، یعنی وہ قاتل، بالغ، مرد، جن کے نام سرکاری دفتر میں اس لیے درج ہوں کہ وہ کسی خدمت کے عوض یا بوجہ ضرورت سرکاری خزانہ سے وظیفہ پارہے ہوں، اس لیے ان کو اہل عطا بھی کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے اہل دیان کی وہ جماعت جس سے قاتل کا تعلق ہو۔ دیت وصول کرنے کی آئندہ تفصیل کے مطابق اگر یہ جماعت کافی نہ ہو تو اس سے اوپر کی جماعت کو شامل کیا جائے گا، پھر اس سے اوپر کی جماعت کو۔

اس دور میں سرکاری دفاتر میں عورتوں کی ملازمت عام ہے، بشرط تعلقہ ان دیوانی عورتوں کو عاقہ میں شمار کرنا چاہیے۔

عاقہ کا مدار قاتل پر ہے، اس زمانہ میں قاتل کی صورت میں ہیں، مثلاً سیاسی جماعتیں، اہل حرفت، صنعتکاروں، تاجروں اور مزدوروں وغیرہ کی تنظیمیں، لہذا اگر قاتل کسی سیاسی جماعت یا کسی تنظیم کا رکن ہو گا تو اس کی عاقہ یہ جماعت یا تنظیم ہوگی۔

اگر قاتل اہل دیان سے نہ ہو اور کسی تنظیم یا سیاسی جماعت کا رکن بھی نہ ہو تو اس کے عاقہ: اس سے عصبہ ہیں اور ان پر جو ب دیت بھی نہ تہیب الارث ہے، پہلے انہیں پھر آباء پھر بھائی، پھر بیٹے پھر بیٹے پھر بیٹے پھر بیٹے۔

قائل سے بھی مصدقیت وصول کیا جائے گا، خواہ وہ اہل دیوان سے ہو یا نہ ہو۔

ولفطر طرقت لغوال الفقهاء رحمہم اللہ تعالیٰ فی ذات ولادہ وجوب

ما حرونا۔

نساء حیوان وکائنات پر دیت نہیں، اگرچہ قائل ہوں۔

اگر قائل کے عاقل نہ ہوں تو بیت المال سے تین سالوں میں دیت ادا کی جائے گی، بشرطیکہ قائل مسلم ہو، اور اس کا کوئی وارث معروف نہ ہو، مثلاً قبط ہو یا کوئی حربی اسلام لے آیا ہو، اگر قائل ذی ہو یا اس کا کوئی معروف وارث ہو، خواہ کتنا ہی بید ہو یا بوجہ رقی یا کفر عروم ہی ہو تو دیت بیت المال میں نہیں بلکہ قائل کے اپنے مال میں ہے، اسی طرح بیت المال میں دیت ہونے کی صورت میں اگر بیت مال موجود نہ ہو یا اس میں محتاجات نہ ہو تو دیت قائل کے مال میں ہوگی جو تین سالوں میں وصول کیا جائے گی۔

دیت وصول کرنے کا طریقہ:

دیت تین سال میں وصول کی جائے گی، ایک شخص سے ایک سال میں ۵۳۶ مگرام سے زیادہ نیکھ لے جائیں گے۔

بچہ سال کے پچھرب کر مر گیا:

ایک عورت بچے کو ساتھ کر سگئی، سوتے میں غیر شعوری طور پر اس کے پہلو کے نیچے دب گیا اور سانس بند ہو کر مر گیا تو اس کے احکام کی تفصیل یہ ہے کہ:

۱. ماں بچے احتیاطی کی وجہ سے بہت سخت گناہ کا دعویٰ اس پر تو واجب ہے۔
۲. گناہ یعنی ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا، اس پر قدرت نہ ہو تو دوا کے مسلسل روزے قریب ماہ کی پہلی تاریخ کو شروع کرے تو پانچ کے حساب سے ۱۰۰ شہر ہوں گے اور نہ ساٹھ روزے پورے کرے۔

۳. ماں بچی میراث سے محروم ہے، دیت بھی بچی کی میراث میں داخل ہے۔

۴. اس کے عاقل پر دیت واجب ہے۔

شادی کی تقریب میں غائب:

سوال: شادی کی ایک تقریب میں کچھ لوگوں نے دعائی غائب کی، اتفاق سے ایک شخص کو

کوئی تک نہی اور دوسرا یہاں لکھی حکم سے اس کی دیت واجب ہے یا نہیں، اگر پوری دیت کی بجائے پچھلے دنوں اور اوپر پڑا ہوا دینے والی دینے والی صاحبہ تبتہ ہیں کہ دیت یا پچھلے قریب صبح کا ختم میں دیت ہے اس جان یہ جو کر مارا دوا کر جائیو جو کر نہیں مارا تو روپے لینا دینا ہاں نہیں، شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نکل خطا ہے جس کے احکام یہ ہیں۔

۱۔ عاقلہ پر دیت۔

۲۔ قتل پر کفارہ۔ یعنی ایک مسلمان غلام کو آزار کرنا اس کی قدرت نہ ہو تو دوا کے مسلسل روزے۔

۳۔ توبہ و استغفار۔

سوال میں صبح کی نہ کو رو صورت جائز ہے لیکن وہ اپنے مجلس صلح ہی میں دینا ضروری ہے۔

قال العلامة الحفصی رحمه الله تعالى: وهو جبهه اي موجب

هذا النوع من المعص وهو الحفظ وما جرت محرمه الكفارة والعبدية على

العاقلة ولا تلزم دون انفس اذ الكفارة تؤخذ بالانفس لترك العبرة.

(رد المحتار ۳/۴۷۵)

و قال في المصالح: لو منعت معبر مفادير صاحب كيف ما كان

بشرط المحل لم يخلو بكون دينا مدبر۔ (رد المحتار ۳/۴۷۶)

باقی اس کے ساتھ کہیں اور ہے حقیقی کے ساتھ چلنا یا بھی بڑھنا ہے، جبکہ حدیث کی رو سے کسی مسلمان کی طرف الطیر سے اشارہ کرنا بھی منوع ہے، چہ جائیکہ اس طرح غلام استعلا کیا جائے جو کسی کی جان تک بونے کا سبب بنے اس سے خوب خوب احتیاط کی ضرورت ہے۔

پس سے کچلنے کا حکم:

پس وغیرہ گزریوں کے تصادم سے کوئی شخص مارا جائے تو یہ نکل خطا شمار ہوگا ورنہ دوا پر کفارہ اور اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی عاقلہ اور دیت کی تفصیل عنوان "دیت و عاقلہ کی تفصیل" کے تحت گزر چکی ہے۔

حدود و کفارہ و سبائات نہیں:

حد شرعی مثلاً حد قذف، حد شرب کرا، حد زنا جاری ہونے کے بعد مرتجب جرم بدو ان تو یہ

مذہب خود اُخردیہ سے نہیں بچوٹ سکتا اس کے لیے توبہ واستغفار ضروری ہے۔

کسی کے ہاتھ سے بچ کر کر گیا:

از روئی شخص شہادت دیا کہ اس نے اپنے بچے سے ٹھیکہ لیا ہوا کہ اس کا بچہ اس کے ہاتھ سے کر کر
بلائے ہوئے تو توبہ کی قیل جاوی مجرا نے خطا ہے اس کا حکم یہ ہے

۱ توبہ ۲ عاقبت توبہ
۳ کفارہ ۴ حرمان عن نامہ

قال العلامة المحقق رحمه الله تعالى: وانما يقع ما حرم معناه
انما محرمي الحفظ (بغير قول) ومعناه انما يجب هذا النوع من
العمل وهو حفظ ما حرم معناه الكفار والمذنب على العاقبة والائمه
دون اسم الف بوا الكفار يؤدون بالائمه لترك العزمه

(رد المحتار: ۵/۳۴۹)

وفي الهندية: وعن ابن القاسم في الذبيح: انما لم يتعاهد الصبي
بشيء يقطع من مطلق ومات او اعترف بالنار لا شيء عليه الا التوبه
والاستغفار واعتبار الفقيه ابي الليث رحمه الله تعالى على انه لا
كفارہ عليهما ولا على احدهما الا ان يقطع من يده والفتوى على
ما اشترده ابو الليث رحمه الله تعالى كذا في الطهيري.

(عالمگیری: ۶/۲۳)

تفاوتی ہندیہ میں ہے کہ ماں باپ نے بچہ کا خیال نہیں رکھا، یہاں تک وہ چھت سے تر مر مر
گیا، یا آٹک میں جل گیا، دونوں پر توبہ واستغفار لازم ہے اس سے زائد کچھ لازم نہیں دیکھو ابو
الیث فرماتے ہیں کہ اگر وہ صورتوں میں تو کفارہ لازم نہیں البتہ بے اعتنائی کی وجہ سے بچہ ہاتھ سے
تر کر مر جائے تو کفارہ لازم ہوگا اور فتویٰ علیہ ابو الیث کے قول پر ہے۔

جناح موجب استقامت کا حکم:

ایک شخص اپنی حاملہ بیوی سے جناح کرتا ہے جس سے حمل ساقط ہو جاتا ہے حالانکہ اس کو
معلوم بھی ہے کہ اس سے حمل ساقط ہو جائے گا تو اس شخص پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ حاملہ پر بھی

کنہ ۲۔ ہوگا یا نہیں؟ اس کا قسم یہ ہے کہ اگر جماع بھڑق مہر دلایا تو اس پر ضمان نہیں اگر غیر معترف طریقہ سے نکاح اور زوجہ نے کوئی ایسی حرکت کی جو عموماً موجب استقاط ہوتی ہے اور حیثیت استقامتی تو زوجہ کے عاقلہ پر ضمان غرہ واجب ہے جس کی مقدار یہ ہے:

۵۰۰ درہم: ۱۰۰ ماکوئرام چاندنی ایک ماہ میں۔

حاصل یہ کہ عاقلہ زوجہ پر وجوب ضمان کے لیے تین شرائط ہیں:

۱۔ ایسی حرکت کی جو عموماً مستطہ ہو۔

۲۔ بدولی اور زوجہ۔

۳۔ بیعت استقاط۔

اور اگر زوج نے ایسی حرکت کی جو عموماً مستطہ ہوتی ہے تو اس کے عاقلہ پر ضمان غرہ ہے، اس میں نیت استقاط شرط نہیں۔

باقی بعض لوگ حائضہ حمل میں جماع کو ناجائز سمجھتے ہیں یہ خیال غلط ہے، نیت قصد ایسا کوئی طریقہ اختیار کرنا درست نہیں جس سے حمل کو نقصان پہنچے گا اعتدائیدہ ہو، یا کوئی ماہرہ اکثر عورت کے معاینہ کے بعد جماع کو نقصان قرار دے تب بھی بجناب کیا جائے گا۔

عوام کا اجراء حد کا اختیار نہیں:

جتنی حدود ہیں، حدود نامہ سرحد، شرعہ، غیرہ، اجراء حدود کا اختیار امام یا اس کے نائب کو ہے، عوام کو اس کا اختیار نہیں۔

قال الإمام الحکامانی رحمہ اللہ تعالیٰ: واما شرائط جوار اقامتها فمنها ما يعم الحدود كلها ومنها ما يخص البعض دون البعض اما الذي يعم الحدود كلها فهو الامامة وهو ان يكون المقیم للحد هو الامام فوجز ولاه الاسام وهدا بمنسغا (وبعد سطر) وبيان ذلك ان ولاية اقامة الحد انما ثبت للامام لمصلحة العباد و هي صيانة انفسهم واموالهم واعراضهم لان القضاء يستحقون من التعرض خوفا من اقامة الحد عليهم والنووى لا يسنوي الامام في هذا المعنى لان ذلك يفتى على الامامة والامام قادر على اقامة لشركته ومنعه واقباله لمرعة له

فہرًا وحسرا ولا یحذف تبعۃ الجنۃ واتباعہم لانعدام المعارضۃ بینہم
وبیس الامام ونہضۃ الجبل والمحاباہ والنوائی عن الایامۃ منتفیۃ فی
حقہ فیقیم علی وجہہا فیحصل الغرض المشروع نہ الولایۃ یفین .

(بدائع الصنائع : ۵۷/۷) (ماحولہ ار احسن الفتاویٰ : ۵۵/۸)

حد قذف معاف کرنے سے ساقط نہیں ہوتی:

اگر کسی شخص پر تہمت لگائی گئی بعد میں شہادت وغیرہ کے ذریعہ ثابت نہ ہو سکی تو تہمت لگانے والے کو حد لگائی جائے گی، یہ حد مقدوف (یعنی مہم شخص) کے معاف کرنے سے ساقط نہ ہوگی۔ اس سلسلہ میں ایک سوال و جواب حسن الفتاویٰ ۵۵/۸ سے کچھ تفسیر کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے:

سوال: قرآن کریم کا حکم ہے کہ جو لوگ پاک و دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گولہ لے کر تہمتیں ان کو اس کوڑے مارو ورنہ ان کی شہادت قبول نہ کرو، وہ خود ہی فاسق ہیں، اگر کوئی پاک مردوں پر تہمت لگائے پھر مہم بت نہ کر سکے تو اس پر بھی حد جاری ہوگی کیا اس صورت میں مردوں کو عدالت میں فیصلہ دینے کا حق ہے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ جب مقدوف عدالت میں آئے تو قازف کو مجبور کیا جائے گا کہ انہیں مہم بت کرے اور مہم بت نہ ہونے کی صورت میں اس پر حد جاری ہوگی اور عدالت میں آنے کے بعد نہ عدالت اس کو معاف کر سکتی ہے اور نہ خود صاحب معاملہ نہ کسی مالی تاراج پر مہم ختم ہو سکتا ہے، نہ تو یہ کر کے اور نہ معافی مانگ کر سزا سے بچ سکتا ہے؟ بخلاف تہمیر

جواب سوال میں مذکور تفصیل صحیح ہے، مردوں کو بھی حد قذف طلب کرنے کا حق ہے اور مقدوف یا عدالت کے معاف کرنے سے حد قذف ساقط نہیں ہوتی، البتہ خود مقدوف کی صورت میں صاحب حق کی طرف سے عدم طلب کی وجہ سے حد نہیں لگائی جائے گی۔ خود مقدوف صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بعد اختتام اس کو طلبہ حد کا اختیار ہے، یعنی ایک دفعہ معاف کرنے کے بعد دوبارہ حد قذف کا مطالبہ کرنے تو شرعاً اس کو حق حاصل ہے۔

ہذاں لعلامۃ الحکمہ رضی اللہ تعالیٰ: ولا ارت قبہ خلافا

للسلیم ولا رجوع بعد لفرار ولا اعتیاض ای احد عوہ ولا صلح

ولا عفو وہ و عند نعم لو عفا المحذوف فلا حد لا نصیحة العفو بل

لشرک اس طلب حتی لو عفا و طلب حد شنی و لذل لا ینتم الحد الا

محصر نہ۔ (رد المحتار: ۱۷۳/۳)

ڈاکر ڈالنے کی مزا:

ہر مسلمان کی جان و مال محترم ہے، اس کو باطل طریقہ پر کھانا کھانا جائز اور حرام ہے، دوسرے کا مال، حق طور پر کھانے کی ایک صورت ڈاکر ڈالنے کی ہے، یہ اختیاری فتوح نفس اور سمیع علم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

من انتهب نوبة مشهورة فليس مني، رواه ابو داؤد

(مشکوٰۃ: ج ۳ ص ۳۰۳)

یعنی جس نے دوسرے کی کوئی چیز لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترجمہ)

وقوله عليه السلام: إلا لا تغفلوا إلا لا يحسن من لم يمس مسلم إلا

بطيب نفس منه، (مشکوٰۃ)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ، سو غفل مت کرو، سنو! کسی کا مال بغیر اس کی دلی رضامندی کے حوالہ نہیں۔ (یعنی)

لیکن اگر کسی شخص یا جماعت نے بہ جسارت کر لی تو یہ گناہ اور حرام ہونے، دور آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی جس پر حد بھی جاری ہوگی، اس حد کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إفساداً جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض

فساداً لا يفسلوا أو يصلحوا، نون قطع ايديهم وأرجلهم من خلاف أو

ينفوا من الأرض﴾

”یہی مزا ہے ان کی جو لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور روڑتے ہیں ملک میں لہذا دے گا کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا دور کر دیے جائیں اس جگہ سے۔ یہ ان کی رسوائی ہے، دنیا میں اور ان کے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ مگر جو لوگ کھل کر اس کے کہ تم ان کو گناہ نہ کرو تو پھر نہیں تو جانو یہ ہے“

شک اللہ تعالیٰ نشے والا مہربان ہے۔“

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنی مشہور آفاق تفسیر،

معارف قرآن میں لکھتے ہیں

یہاں ایک بات قابل غور یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جہاد یہ اور زمین میں فساد کا کیا مطلب ہے اور کون لوگ اس کے معنی میں ہیں؟ لفظ "جہاد" عربی سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی معرکہ کر کے اور چیمپئن بننے کے ہیں اور محاورات میں یہ لفظ سلمہ کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے، اس کے معنی امن اور سلامتی کے ہیں، تو معصوم ہوا کہ حرب کا مفہوم بد امنی پھیلانا ہے اور ظالم ہرے کرنا کا ذکر جہاد یا قتال و جہاد نبی سے امن عامہ میں نہیں ہوتا بلکہ یہ صورت بھی ہوتی ہے جبکہ کوئی طاقتور جماعت دہشت گردی اور قتل و غارتگری پر کھڑی ہو جائے، اسی لیے حضرات فقہاء نے اس سزا کا مستحق صرف اس جماعت یا فرد کو قرار دیا ہے جو مسلح ہو کر عوام پر ڈاکو بنے اور حکومت کے قانون کو قوت کے ساتھ توڑنا چاہے جس کو دوسرے غظون میں ڈاکو یا باغی کہا جاسکتا ہے، عام و انفرادی جرائم کرتے والے چور نہ کہ دہشت گرد اور دہشت گردی نہیں۔ تفسیر معمری

دوسری بات یہاں یہ قابل غور ہے کہ اس آیت میں جہاد کا لفظ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ ڈاکو یا بغاوت کرنے والے جو مسلح یا عادی یا غیر مسلح ہیں وہ انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ کوئی طاقتور جماعت جب طاقت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون کو توڑنا چاہے تو ان پر ظاہر میں اس کا مقابلہ عوام اور انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس کی جگہ حکومت کے ساتھ ہے اور اسلامی حکومت میں جب قانون اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نافذ ہوتا ہے محارب بھی اللہ اور رسول ﷺ ہی کے مقابلہ میں کہا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیت میں جس سزا کا ذکر ہے یہ ان ڈاکوؤں اور باغیوں پر نافذ ہوتی ہے جو اجتماعی قوت کے ساتھ حملہ کر کے امن عامہ کو برباد کریں اور قانون حکومت کو عداوت و توڑنے کی کوشش کریں اور ظاہر ہے کہ اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، مال لوٹنے، آبرو پر حملہ کرنے سے لے کر قتل و غارتگری تک سب اس کے مفہوم میں شامل ہیں، اسی سے مقابلہ اور محاربہ میں فرق معلوم ہو گیا کہ نظامہ ملکہ خوارج کی لڑائی کے لیے بولا جاتا ہے تو کوئی قس ہو یا نہ ہو اور گمشدہ مال بھی ہونا چاہئے اور غلام محاربہ طاقت کے ساتھ بد امنی پھیلانے اور سلامتی کو سلب کرنے کے معنی میں ہے۔ اسی لیے یہ لفظ اجتماعی طاقت کے ساتھ بد امنی پھیلانے اور سلامتی کو سلب کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جس کو دہشت گردی، ڈاکو اور بغاوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس جرم کی سزا قرآن کریم نے خود متعین فرمادی اور بطور حق اللہ تعالیٰ ہر کاری جرم کے نافذ کیا ہے جس کو اصطلاح شرع میں حد کہا جاتا ہے، اب سنئے کہ اہل اسلام و ربڑنی کی شرعی سزا کیا ہے؟ آیت مذکورہ میں دہڑنی کی چار سزائیں مذکور ہیں

﴿ اَنْ يَمُوتُوا اَوْ يَصَلُّوا اَوْ يُقَرِّعُوا اَبْهَدِيْهِمْ وَاَرْحَمُهُمْ مِنْ خِلَافٍ اَوْ

يَنْفُوا مِنَ الْأَرْضِ ۖ

یعنی ابن کوفل کیا جائے یا سولی چڑھا جائے ان کے ہاتھ اور پاؤں لٹکے جانوں سے کام لے جائیں یا ان کو زندہ من سے نکال دیا جائے۔

ان میں سے پہلی تین سزاؤں میں مبالغہ کا لفظ باب تحصیل سے استعمال فرمایا جو تکبر، افسوس اور شدت پر دلالت کرتا ہے اس میں صیغہ جمع استعمال فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ ان کا قتل یا سولی چڑھا دینا یا تھپاؤں کا ٹانغا عام سزاؤں کی طرح نہیں کہ جس فرد پر حرم ثابت ہو صرف اسی فرد پر سزا جاری کی جائے بلکہ یہ حرم جماعت میں سے ایک فرد سے بھی صادر ہو گیا تو پوری جماعت کو قتل یا سولی یا تھپاؤں کاٹنے کی سزا دی جائے گی۔

لہذا اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ یہ قتل و غلبہ وغیرہ قصاص کے طور پر نہیں کہلاوایا، مقتول کے مصافحہ کرنے سے مصافحہ ہو جائے بلکہ یہ حد شرعی عیشیت حق اللہ کے نافرمانی کی ہے جن لوگوں کو نقصان پہنچا ہے وہ مصافحہ بھی کر دیں تو شرعاً سزا مصافحہ نہ ہوگی۔ یہ دونوں حکم بیحد تکمیل ذکر کرنے سے مستفاد ہوئے۔ تفسیر مظہری وغیرہ

وہ جرنی کی یہ چار سزاؤں میں حرف اُد کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں، جو چند چیزوں میں اختیار ہے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور تقسیم کار کے لیے بھی، اس لیے فقہاء امت صحابہ و تابعین کی ایک جماعت حرف اُد کو تکبیر کے لیے قرار دے کر اس طرف مئی ہے کہ ان چار سزاؤں میں امام و امیر کو سزا اختیار دیا گیا ہے کہ اُد کو دس کی قوت و شوکت اور جراثیم کی شدت و قوت پر نظر کر کے ان کے مسہرہ حامل ہو چاروں سزاؤں میں ان میں سے کوئی ایک جاری کرے۔

سعد بن مسیب، عطاء رضی اللہ عنہ، اداؤد، حسن بصری، جنابک، نجی، وحماد اور امیر بعد رحمہ اللہ
میں سے امام مالک رحمہ اللہ کا بھائی محبوب ہے اور امام احنفہ، شافعی، احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور ایک
جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم واتباعین رحمہم اللہ نے حرف آؤ کو اس جگہ تقسیم کار کے معنی میں لے کر

آیت کا مفہوم یہ قرار دیا ہے کہ جہزوں اور ہزنی کے مختلف حالات پر مختلف سزائیں مقرر ہیں۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما مقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکرؓ سے معاہدہ صلح کا فرمایا تھا، مگر اس نے عہد شکنی کی اور کچھ لوگ مسلمان ہونے کے لیے یہ بیعت جاری کر دی تھے ان پر ڈاکہ ڈالا، اس واقعہ میں جبریل امینؑ یہ حکم سزا لے کر تازن ہوئے کہ جس شخص نے کسی کو قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا اس کو سولی چڑھایا جائے اور جس نے صرف قتل کیا مال نہیں لوٹا اس کو قتل کیا جائے اور جس نے کوئی قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا ہے اس کے ہاتھ پاؤں مختلف جانوروں سے کاٹ دیے جائیں اور جوانانہی سے مسلمان ہو جائے اس کا جرم معاف کر دیا جائے اور جس نے قتل و غارتگری کچھ نہیں کیا صرف لوگوں کو ڈرایا، جس سے امن حاصل ہو گیا اس کو جلا وطن کیا جائے، اگر ان لوگوں نے دارالاسلام کے کسی مسلمان یا غیر مسلم شہری کو قتل کیا ہے مگر مال نہیں لوٹا تو ان کی سزا ہے ان سے فسلسوا، یعنی دن سب کو قتل کر دیا جائے اگرچہ قتل ہوا واحد صرف بعض افراد سے صادر ہوا ہو اور اگر کسی کو قتل بھی کیا مال بھی لوٹا تو ان کی سزا ہے بصلبوا، یعنی ان کو سولی چڑھا دیا جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ ان کو تندرہ سولی پر لٹکا جائے، پھر نیزہ وغیرہ سے پیچ چاک کیا جائے اور اگر ان لوگوں نے صرف مال لوٹا ہے کسی کو قتل نہیں کیا تو ان کی سزا ہے ان سے قطع، ایدہم ورحلہم من خلاف، ہے، یعنی ان کے واسطے ہاتھ گنوں پر سے اور باتیں پاؤں تختے پر سے کاٹ دیے جائیں اور اس میں بھی یہ مال سونے کا ٹھل جلا واسطہ اگرچہ بعض سے صادر ہوا ہو، مگر سزا سب کے لیے ہوگی، کیونکہ کرنے والوں نے جو کچھ کیا ہے اپنے ساتھیوں کے تعاون واد کے بغیر نہ کر سکتے تھے، اس لیے سب شریک جرم ہیں اور اگر بھی تک قتل و غارتگری کا کوئی جرم ان سے صادر نہیں ہوا تھا، کہ پہلے ہی گرفتار کر لیے گئے تو ان کی سزا ہے ان سے عوا من اذہم، ہے، یعنی ان کو زمین سے نکال دیا جائے۔

جلا وطنی کی صورتیں:

زمین سے نکالنے کا مفہوم ایک جماعت فقہاء کے نزدیک یہ ہے کہ ان کو دارالاسلام سے نکال دیا جائے، اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ جس مقام پر ڈاکہ ڈالا ہے وہاں سے نکال دیا جائے، حضرت فداوق اعظم نے اس قسم کے معاملات میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر مجرم کو جہاں سے نکال کر دوسرے شہروں میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہاں کے لوگوں کو ستائے گا اس لیے ایسے مجرم کو

قید خانہ میں بند کر دیا جائے لیکن اس کا زمین سے لگانا ہے کہ زمین میں کیس چل پھر نہیں سکتا امام
اعظم رحمہ اللہ نے بھی یہی القیہ فرمایا ہے یعنی بیل بھی دیا جائے گا۔

ڈاکوؤں کی طرف سے عصمت دہری کا حکم:

ہا یہ سوال کہ اس طرح کے مسلح حملوں میں آج کل عام طور پر صرف مال کی لوٹ کھسوٹ و
قتل و غول ریختی ہی پر اکتفا نہیں ہوتا۔ بلکہ انصار عورتوں کی عصمت دہری اور افراد، قیدیوں کے
واقعہات بھی پیش آتے ہیں اور قرآن مجید کا جملہ ۷۰ و ۷۱ سمجھو نہ میرا دل ہے۔ ہمارا ہمارا جسم ہے
تو ہر فرد و شامل نہی ہے تو وہ اس سزا کے مستحق ہوں گے، اس میں غلابہ یہی ہے کہ امام و
اسے جانچنا ہو گا کہ یہ چاروں سزاؤں میں سے جو ان کے مناسب حال دیکھے رو جاری کرے اور
بہ کاری کا شرعی ثبوت، ہم پہنچے تو حد نہ جاری کرے۔

اسی طرح اگر صورت یہ ہو کہ کسی کو قتل کیا نہ مایا ہوگا مگر پچھو تو قتل کو زخمی کر دیا تو زخموں کے
تصاص کا قانون نافذ کیا جائے گا۔ تفسیر مظہری

اس میں فرمایا یعنی یہ سزائے شرعی جو دنیا میں ان پر جاری کی گئی ہے یہ تو دنیا کی رسوائی
ہے اور سزا کا ایک نمونہ ہے اور آخرت کی سزا اس سے بھی سخت اور دیر پا ہے اس سے معلوم ہوا کہ
دنیاوی سزاؤں حدود و قصاص یا تعزیمات سے بغیر تو یہ کے آخرت کی سزا معاف نہیں ہوتی، اس سزا
یا قصص دل سے تو یہ کر لے تو آخرت کی سزا معاف ہو جائے گی۔

دوسری آیت میں ایک استثناء ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکو اور باغی اگر حکومت کے گھبرے
میں آئے اور ان پر قابو ہائے سے پہلے پہلے جب کہ ان کی قوت و طاقت بحال ہے، اس حالت
میں ان کو یہ کر کے ہزنی سے خود ہی باز آجائیں تو ڈاکو کی یہ حد شرعی ان سے ساقط ہو جائے گی، یہ
استثناء عام قانون حدود سے مختلف ہے کیونکہ دوسرے جرائم چوری و زنا وغیرہ میں جرم کرنے اور
قاضی کی عدالت میں جرم ثابت ہونے کے بعد اگر مجرم بچے دل سے تو یہ بھی کرے تو کو اس تو یہ
سے آخرت کی سزا معاف ہو جائے گی مگر دنیا میں حد شرعی معاف نہ ہوگی، جیسا کہ چند آیتوں کے
بعد چوری کی سزا کے تحت میں اس کا تفصیلی بیان آئے گا۔

تخصیص اس استثناء کی یہ ہے کہ ایک طرف ڈاکوؤں کی سزا میں یہ شدت فتنہ کی گئی ہے کہ پوری
جماعت میں کسی ایک سے بھی جرم کا صدور ہو تو سزا پوری جماعت کو دی جاتی ہے، اس لیے دوسری

طرف اس استثناء کے ذریعہ معاملہ کو ہلکا کر دیا گیا کہ تو یہ کر لیں تو سزائے دنیا بھی معاف ہو جائے اس کے علاوہ اس میں ایک سیاسی مصلحت بھی ہے کہ ایک طاقت ور جماعت پر ہر وقت قابو پانا آسان نہیں ہوتا اس لیے ان کے واسطے ترفیب کا دروازہ کھلا رکھا گیا کہ وہ تو پہ کی طرف مائل ہو جائیں۔

نیز اس میں یہ بھی مصلحت ہے کہ قتل نفس ایک انتہائی سزا ہے، اس میں قانون اسلام کا رخ یہ ہے کہ اس کا وقوع کم سے کم ہو اور ڈاکہ کی صورت میں ایک جماعت کا قتل لازم آتا ہے اس لیے ترمیمی پہلو سے ان کو اصلاح کی دعوت بھی ساتھ ساتھ جاری رکھی گئی۔

ڈاکہ سے توبہ کا واقعہ:

اسی کا یہ اثر تھا کہ علی اسدی جو مدینہ طیبہ کے قرب میں ایک جھنڈ جمع کر کے آنے جانے والوں پر ڈاکہ ڈالتا تھا، ایک روز قافلہ میں کسی قاری کی زبان سے یہ آیت اس کے کان میں پڑ گئی۔

﴿يَعْبَادِي اسْرِفُوا عَلَىٰ انْفُسِكُمْ لَا تَقْضُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ﴾

قاری کے پاس پہنچے اور دوبارہ پڑھنے کی درخواست کی دوسری مرتبہ آیت سنتے ہی اپنی تلوار میان میں داخل کی اور رہزنی سے توبہ کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اس وقت مدینہ پر مروان بن حکم حاکم تھے، حضرت ابو ہریرہ ان کا ہاتھ پکڑ کر امیر مدینہ کے پاس لے گئے اور قرآن کی آیت مذکور پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کو کوئی سزا نہیں دے سکتے۔

حکومت بھی ان کے فساد و رہزنی سے عاجز ہو رہی تھی سب کو خوشی ہوئی۔

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں حارث بن بدر بغاوت کر کے نکل گیا اور قتل و غارت گری کو پیش بنالیا، مگر پھر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور توبہ کر کے واپس آ گیا، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر حد شرعی جاری نہیں فرمائی۔

حقوق العباد ادا کرنا لازم ہیں:

یہاں یہ بات قابل یادداشت ہے کہ حد شرعی کے معاف ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقوق العباد جن کو اس نے ضائع کیا ہے وہ بھی معاف ہو جائیں گے بلکہ اگر کسی کا مال لیا ہے اور وہ موجود ہے تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے اور کسی کو قتل کیا ہے یا زخمی کیا ہے تو اس کا قصاص اس پر لازم ہے، البتہ چونکہ قصاص حق العبد ہے تو اولیاء مقتول یا صاحب حق کے معاف کرنے سے معاف ہو جائے گا اور جب کوئی مالی نقصان کسی کو پہنچایا ہے اس کا ضمان ادا کرنا یا اس سے معاف

کرنا لازم ہے، امام اعظم رحمہ اللہ اور مسطور فقہاء کا یہی مسلک ہے اور اگر غور کیا جائے تو یہ بات پرانے ہی ظاہر ہے کہ حقوق العباد سے غلامی حاصل کرنا خود تو بہ کا ایک جزو ہے بدین اس کے تو یہی مکمل نہیں ہوتی، اس لیے کسی ذاکر کو تا سب ہی وقت مانا جائے گا، جب وہ حقوق العباد کو دایا معاف کرالے۔ (مسنو ذار معارف لغز: ۱۱۹/۳)

وَوَيْتِ الْبَحَارِي عَسْ نَسْ يَسْ مَالِكٌ ، اِنَّ رَهْطًا مِّنْ عَرَبِةٍ قَدِمُوا
الْمَدِيْنَةَ فَاسْلَمُوا ، فَاجْتَمَعَ الْحَدِيْثَةُ اَيِ اسْتَوْ حَمُوْهَا لِاَنْهَا لَمْ يُوَفَّقِ
مِنْ اَحَدِهِمْ فَاَمْرُوْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّخْرُجُوْا اِلَى اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَيِ
الزُّكَاةَ فَيَسْرِبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَبَالِيْهَا ، فَفَعَلُوْا ، فَلَمَّا صَحَّوْا قَتَلُوا الْمُرْعَاةَ
وَسَجَّجُوا طَعْمَ - اَيِ الْاَهْلِ - فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاتَى بِهِمْ ، فَقَطَّعَ اَبْدِيْهِمْ وَادْحَلَهُمْ ، وَفَعَلَ اَعْيَنَهُمْ - اَيِ قَتَعَهَا ثُمَّ اَلْفُو
صِ الْحَرَّةَ بِشَفَقُوْنَ فَلَا يَسْقُوْنَ ، حَتَّى مَاتُوْا ، وَفِيْهِمْ قَرْنٌ اَيُّهُ الْحِزَاءُ
وَهَذَا . (تُخْرِجُهُ الْبَحَارِي فِي كِتَابِ السَّحَابِيْنَ : ۱۷۵/۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ نقل فرمایا ہے کہ قبیلہ عریذہ کے ایک وفد نے مدینہ الرسول ﷺ حاضر ہو کر اسلام قبول کیا لیکن ان کو مدینہ کی آب و ہوا سونق نہیں آئی، ان کے پیٹ بھول گئے تو آپ ﷺ نے ان کو کھانا کھانے کے لیے کہا، ہر چہاں صدقات کے اونٹ چرتے ہیں وہاں جا کر قیام کریں اور ان اونٹوں کے دودھ اور چیشاب استعمال کریں، انہوں نے ایسا ہی کیا جب وہ تندہوت ہو گئے تو انہوں نے یہ حرکت کی کہ چھوٹے کو قتل کر کے اونٹ ہٹا کر لے گئے، رسول اللہ ﷺ کو خبر ہونے کے بعد گرفتاری کے لیے قافلہ روانہ فرمایا وہ جا کر ان مردوں کو گرفتار کر کے لے آئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے جرم پر یہ سزا نافذ فرمائی کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھیں نکال لی گئیں، پھر ان کو حرہ (یعنی گرم پتھروں، پھڑاں دیا گیا، وہ پانی مانگتے رہے لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا، یہاں تک کہ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئے، انہی کے بارے میں یہ آیت سزا نازل ہوئی۔ (بخاری)

چوری کی سزا:

چوری کرنا یہ بھی منکر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ جب خواہیں

ایمان پر بیعت کے لیے حاضر ہوا کریں جس عظیم گناہوں سے بچنے کا عہد لینا ہے ان میں سے ایک "انہی حرمین" کہہ چوری نہیں کریں گی۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

حضرت یحیٰ بن زید سے سہرشی اللہ عنہا نے سوال کیا: "یا رسول اللہ (ﷺ) ہمیں چوری کا حکم بتائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری کا مال ہے اسے کھایا یا شربہ اس کی چوری کے گناہ میں شریک ہو گیا۔ (مجمع القوائد)

چوری کرنے سے حقوق اللہ تلف ہوتے ہیں، اس سے معاشرہ کا امن تباہ ہوتا ہے، ناساد پہچان ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے اس پر دغوی سزا بھی مقرر فرمایا، جسے اصطلاح میں حد سرقہ کہا جاتا ہے، جسے قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

قوله تعالى: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاعْلَمُوا انهما جزاء بعدا

كسبا لئلا من الله والله عرير حكيم﴾ (سورة المائدة: ۳۸)

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ "چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دوان کے گردار کے بدلہ میں اور اللہ عز و ست حکمت والا ہے۔"

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ قرآنی احکام میں خطاب عام طور پر مردوں کو ہوتا ہے اور عورتیں بھی اس میں جوعا شامل ہوتی ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جملہ احکام میں قرآن و سنت کا یہی اصول ہے، لیکن چوری کی سزا اور زنا کی سزا میں صرف مردوں کے ذکر پر اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ دونوں صنفوں کو الگ الگ کر کے حکم دیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ معاملہ حدود کا ہے جن میں ذرا سا بھی شبہ پڑ جائے تو ساقط ہو جاتی ہیں، اس لیے عورتوں کے لیے ضمنی خطاب پر کفایت نہیں فرمائی، بلکہ تصریح کے ساتھ ذکر فرمایا۔

دوسری بات اس جگہ قابل غور یہ ہے کہ خطہ سرقہ کا لغوی مفہوم اور شرعی تعریف کیا ہے؟

سرقہ کی شرعی تعریف:

عالموں میں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا مال کسی مخلوق جگہ سے بغیر اس کی اجازت کے چھپ کر لے لے، اس کو سرقہ کہتے ہیں، یہی اس کی شرعی تعریف ہے اور اس تعریف کی رو سے

۲۔ قیامت ہونے کے لیے پتہ چیزیں نہ ہوں

سرقہ کے احکام:

۱۔ اس میں یہ کہ وہ مال کسی غیر یا مملکت کی ذاتی ملکیت ہو، چھپنے والی نہ ہو، نہ غنیمت نہ دولت ملکیت کا شہدہ ہو، مرنے والی چیزیں ہوں جس میں جو اہم کے حقوق مساوی ہیں، جیسے دانا، عام کے ہارے اور ان کی اشیاء۔ ۲۔ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے کوئی ایسی چیز لے لی جس میں اس کی ملکیت یا ملکیت کا شہدہ ہے یا جس میں عام کے حقوق مساوی ہیں تو حد سرقہ اس پر جاری نہ کی جائے گی، حالانکہ اپنی صوابیہ کے موافق تعزیری سزا جاری کر سکتا ہے۔

۲۔ دوسری چیز، غریب سرقہ میں مالی محفوظ ہوتا ہے، یعنی مقفل مکان کے ذریعہ یا کسی عمارت میں چھپا کر رکھے، جو مال کسی محفوظ جگہ میں نہ ہو اس کو کوئی شخص اٹھا لے تو وہ بھی حد سرقہ کا مستوجب نہیں ہوگا اور مال کے تلف ہونے میں شبہ بھی ہو جائے تو بھی حد ساقط ہو جائے گی، گناہ اور تعزیری سزا کا معاملہ جدا ہے۔

۳۔ قیصری شرط بلا اجازت ہوتا ہے، جس مال کے لینے یا اٹھا کر استعمال کرنے کی کسی کو اجازت دے رکھی ہو، اس کو بالکل لے جائے تو حد سرقہ حاکم نہیں ہوگی اور اجازت کا شہدہ بھی پیدا ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

سرقہ اور ڈاکہ میں فرق:

۱۔ چوٹی شرط چھپا کر لینا ہے، کیونکہ دوسرے کاموں میں علانیہ لوٹا جائے تو وہ سرقہ نہیں بلکہ ڈاکہ ہے، جس کی سزا پیسے بیان ہو چکی ہے، غرض خفیہ نہ ہو تو حد سرقہ اس پر جاری نہ ہوگی۔
۲۔ تمام شرائط کی تفصیل سے آپ دیکھیں گے کہ وہ سرقہ ہے یا ڈاکہ، اس کے بعد سزا کا تعین ہو جائے گا۔
۳۔ وہ ایک عام اور وسیع مفہوم ہے، اس کے تمام اقسام اور حد سرقہ میں شامل ہوتے ہیں، اس کے علاوہ چوری کی صورت اس صورت پر یہ حد شرعی جاری ہوگی جس میں یہ تمام شرائط موجود ہوں۔

چوری پر تعزیر:

اس کے ساتھ ہی یہ بھی آپ معلوم کر چکے ہیں کہ جن صورتوں میں چوری کی حد شرعی ساقط ہو جاتی ہے، تو یہ لازم نہیں ہے کہ مجرم کو مکمل بخش ل جائے، بلکہ حاکم وقت اپنی صوابیہ کے مطابق

اس کو چوری ہی سزا دے سکتا ہے۔ جو جسمانی گوزروں کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ جن صورتوں میں سرقہ کی کوئی شرعاً مفلوہ ہونے کی وجہ سے حد شرعی جاری نہ ہو تو وہ شرعاً جائز و حلال ہے، کیونکہ اوپر بتلایا جا چکا ہے کہ یہاں گناہ اور عذاب آخرت کا ذکر نہیں، نہ نفی سزا اور نہ بھی خاص قسم کی سزا کا ذکر ہے، ویسے کسی شخص کا مال بغیر اس کی خوش دلی کے کسی طرح بھی لے لیا جائے تو وہ حرام اور عذاب آخرت کا موجب ہے، جیسا کہ آیت قرآن کریم ﴿لَا تَنَالُوا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چوری میں جو الفاظ قرآن کریم کے آتے ہیں وہی زنا کی سزا میں ہیں، مگر چوری کے معاملہ میں مرد کا ذکر پہلے عورت کا بعد میں ہے اور زنا میں اس کے برعکس عورت کا ذکر پہلے کیا گیا، چوری کی سزا میں ارشاد ہے: ﴿السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ﴾ اور زنا کی سزا میں فرمایا ہے: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي﴾ اس عکس کی حکمتیں حضرات مفسرین نے کئی لکھی ہیں، ان میں زیادہ دل کو لگنے والی بات یہ ہے کہ چوری کا جرم مرد کے لیے نسبت عورت کے زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کسب معاش کی وہ قوت بخشی ہے جو عورت کو حاصل نہیں، اس پر کسب معاش کے اتنے دروازے کھلے ہونے کے باوجود چوری کے ذیل جرم میں مبتلا ہو، یہ اس کے جرم کو بڑھا دیتا ہے اور زنا کے معاملہ میں عورت کو حق تعالیٰ طبعی حیاء و شرم کے ساتھ ایسا ماحول بخشا ہے کہ ان سب چیزوں کے ہوتے ہوئے اس بے حیائی پر اترنا اس کے لیے نہایت شدید جرم ہے، اس لیے چوری میں مرد کا ذکر مقدم ہے اور زنا میں عورت کا۔

آیت مذکورہ کے الفاظ میں چوری کی شرعی سزایان کرنے کے بعد دو جملے ارشاد فرمائے ہیں ایک ﴿حِزْبًا مِّمَّا كَسَبَ﴾ یعنی سزا بدل ہے ان کی بدکرداری کا، دوسرا جملہ فرمایا ﴿سَكَنًا مِّنَ الْمَلَةِ﴾ اس میں دو لفظ ہیں نکال اور من اللہ، لفظ نکال کے معنی مرنے کی نفی میں ایسی سزا کے ہیں جس کو دیکھ کر دوسروں کو بھی سبق ملے اور اقدام جرم سے باز آجائیں، اس لیے نکال کا ترجمہ ہمارے محاورہ کے موافق عبرت خیز سزا کا ہو گیا، اس میں اشارہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کی سخت سزا خاص حکمت پر مبنی ہے کہ ایک پر سزا جاری ہو جائے تو سب کے سب کانپ اٹھیں اور اس جرم قبیح کا انسداد ہو جائے، دوسرا لفظ من اللہ کا بڑھا کر ایک اہم مضمون کی طرف اشارہ فرمایا جو یہ ہے کہ چوری کے جرم کی دو حیثیتیں ہیں، ایک یہ کہ اس نے کسی دوسرے انسان کا مال بغیر حق کے لے لیا، جس سے اس پر عظم

ہو اور مزید اس نے اللہ تعالیٰ کے قسم کی خلاف ورزی کی پہلی حیثیت سے یہ سزا معلوم کا حق ہے اور اس کا متعلق یہ ہے کہ جس کا حق ہے اگر وہ سزا کو معاف کر دے تو معاف ہو جائے گی جیسا قصاص کے تمام مسائل میں بھی معمول ہے۔ دوسری حیثیت سے یہ سزا حق اللہ کی خلاف ورزی کرنے کی ہے اس کا متعلق یہ ہے کہ جس شخص کی چوری کی ہے اگر وہ معاف بھی کر دے تو بھی معاف نہ ہو، جب تک خود اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمادیں، جس کو اصطلاح شرع میں حد یا حد ادا کہہ جاتا ہے۔ لفظ من اللہ سے اس دوسری حیثیت کو متعین کر کے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ سزا حد ہے قصاص نہیں ہے، یعنی سرکاری جرہ کی حیثیت سے یہ سزا دی گئی ہے، اس لیے جس کی چوری کی ہے اس کے معاف کرنے سے بھی سزا ساقط نہیں ہوگی۔

آخر آیت میں ﴿وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ فرمایا کہ اس شے کا جواب دینا یا اجازت دینا بطور پر زبان زد ہے کہ یہ سزا بڑی سخت ہے اور بعض مستراح یا ناواقف تو یوں کہنے سے بھی نہیں جھجکتے کہ یہ سزا وحیانا ہے، لغو و باطلہ، اشارہ اس کی طرف فرمایا کہ اس سخت سزا کی تجویز محض اللہ تعالیٰ کے قوی و دراز دست ہونے کا نتیجہ نہیں، بلکہ ان کے حکیم ہونے پر بھی مبنی ہے جن شرعی سزائوں کو آج کل کے عقلاء و یورپ سخت اور مشینہ کہتے ہیں ان کی حکمت اور ضرورت اور فوائد کی بحث انہی آیات کی تفسیر کے بعد مفصل آئے گی۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا

﴿فَمَنْ سَابَ مَنْ بَعْدَ ظَلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ

غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

یعنی جو شخص اپنی بدکرداری اور چوری سے باز آ گیا اور اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا، جس کے بعد اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

معافی میں پہلاوی فرق:

ذاکرہ ذی کی شرعی سزا جس کا بیان چند آیات پہلے آیا ہے اس میں بھی معافی کا ذکر ہے اور چوری کی سزا کے بعد بھی معافی کا ذکر ہے، لیکن دونوں جگہ کی معافی کے بیان میں ایک نہ صریح فرق ہے اور اس فرق کی بناء پر انوں سزائوں میں معافی کا مفہوم فقہاء کے نزدیک مختلف ہے ذاکرہ ذی کی سزا میں تو حق تعالیٰ نے بھرا استثناء کے ذکر فرمایا:

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْرَأَ عَلَيْهِ﴾

جس کا عاقل یہ ہے کہ ذکر اکر زنی کی جو شرعی سزا آیت میں مذکور ہے، اس سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ ذکر کوئیوں پر حکومت کا قایم چلنے اور گرفتار ہونے سے پہلے جو توبہ کرے اس کو یہ سزائے شرعی معاف کر دی جائے گی اور چوری کی سزا کے بعد جو معافی کا ذکر ہے اس میں اس سزائے دنیوی سے استثناء نہیں، بلکہ آخرت کے اعتبار سے ان کی توبہ مقبول ہونے کا بیان ہے، جس کی طرف ﴿فَمَنْ تَابَ اللَّهُ تَابَ عَلَيْهِ﴾ میں اشارہ موجود ہے کہ حکام وقت اس توبہ کی وجہ سے شرعی سزا نہ چھوڑیں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے جرم کو معاف فرما کر آخرت کی سزا سے نجات دیں گے، اسی لیے حضرات فقہاء تقریباً اس پر متفق ہیں کہ ذکر اگر گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لیں تو ذکر کی شرعی سزا ان پر جاری نہ ہوگی، مگر چور اگر چوری کرنے کے بعد غواہ گرفتاری سے پہلے یا بعد میں چوری سے توبہ کر لے تو جو سزا جو دنیوی سزا ہے وہ معاف نہ ہوگی، گناہ کی معافی جو کراۃ آخرت کے عذاب سے نجات پانا اس کے معافی نہیں۔ (ماہودہ از معارف القرآن: ۱۲۹/۲)

نصاب سرق:

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ مال کی وہ مقدار جس کے چرانے سے چور کا ہتھکانا جائے گا وہ دس درہم چاندی یا ایک دینار سونا ہے۔

دس درہم: ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱

باتھکانے کی نہ تھیں دن بیتی تھی، اور چھ دو بھی بڑا گناہ ہے)۔

وروي البخاري عن عائشة انها قالت لم تكن يقطع بنا الساري

۱۰۔ بی عہد رسول اللہ ﷺ، لمن محن حصة او برس . کل واصل

مہینہ ذو نس . (آخر حہ البخاری ۱۷۳: ۱۰)

وقد العلامة السرخسني رحمه الله : ورد في سري ما نقله الباق

عشرة درهم او ما يبلغ قيمته عشرة دراهم مضروباً في حر لاسية

فيه وحب عبه الفطع (۵۹۶: ۲)

مر حسب ہر یہ علامہ سرخسانی، واللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب عاقل، بالغ شخص دن روزہ یا سری

قیمت کی کوئی چیز مخلوط جلتے چرے کی پر باتھکانے کی نہ تھو بیٹی۔

شراب نوشی کی سزا:

اللہ تعالیٰ کی عظمت کا توکل ہو کر توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہوئے شخص اگر شرابیت کی

پابندی کرنا یہ شرعاً مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر بندے سے اس کا مطالبہ ہے، اس کے لیے عقل

بوش و خواص کا قائم رہنا ہے ضروری ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی چیزوں کے استعمال کو حرام

قرار دیا ہے جو عقل انسانی کو زائل کر دے، جیسے شراب، بھٹک، چرس وغیرہ اور ادا فرمایا:

”کل مسکر حرام۔“

یعنی برنشا اور چیز کا استعمال حرام ہے۔

اسی طرح شراب نوشی پر خاص اعلیٰ میں بھی بکثرت احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔

كفوه عليه السلام : من شرب الخمر في فدايا صلات وهو يد

منها لم ينجب ثم يصر بها هي لا عرفه رواد مسلمة (متكوة: ۲/۳۱۷)

یعنی جو شخص دنیا میں شراب پئے گا اس کو آخرت کی (پاکیزہ) شراب سے محروم کر دیا جائے گا۔

(مسلم)

وقوله عليه السلام : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة قد

حرم الله عليهن الجنة مد من الخمر، والعاق، والنسوة الذي يفر

الموتاه على اهل .

یعنی سال اندر بیچنے سے اور شام فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قسم کے لوگوں پر نسیئہ و حرام مایہ

ے

- (۱) شراب کا عادی (۲) اللہ تعالیٰ کا فرمانی کرنے والا
- (۳) جوٹ بھی، و شخص جو اپنے گھر والوں (مال، زمین، بیوی وغیرہ) کو دوسرے غیر مرد کے ساتھ بری حالت میں دیکھے اور برداشت نہ کر جائے (مسند احمد انسائی)
- شراب نوشی پر اخروی سزا کے علاوہ دنیا میں بھی حد جاری ہوتی ہے۔
- جو شخص شراب پیچا ہو یا کھا جائے اور اس وقت بھی اس کے مزہ میں شراب کی موجود ہے،
- اب وہ نو شراب نوشی کا اقرار کرے یا وہ گواہ اس پر گواہی دیں اس پر حد لگائی جائیگی اسی کوڑے۔
- قال المصنف رحمه الله: ومن شرب الخمر فاعتد
- وربحها موجود أو جازاً به سكر ان فاعتد الشهود عليه بذلك فعليه
- العقد، و كذلك إذا أقر وربحها موجود.

(ہدایہ شرح النبیایہ: ۱۵۰/۶)

- وعسی الموطأ: أن الذي اشترى عبيد عمر بن عبد المطلب ثمانين
- جندة هو عيسى بن أبي طالب فقد روي مالك بسنده عن ثور الطحيلي .
- أن عمر بن الخطاب استشار في الخمر يشربها الرجل .
- فقال له عيسى رضي الله عنه : ترى أن نجلده ثمانين . فانه إذا
- شرب سكر ، وإذا سكر هذى ، أي تخطف في كلامه كالصبيان ، وإذا
- هذى افتري . أي كذب و قذف فجلد عمر في الخمر ثمانين .
- (أخرجه مالك في الموطأ : ۲۲۲ في كتاب الأضربة)
- موطأ نام مالک میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مشورہ
- دیا کہ شراب نوشی کی سزا میں اسی کوڑے مارے جائیں کیونکہ جو شخص شراب پئے گا ضرور بے بیان
- کے گا اور اس میں کسی پر جھوٹی تہمت بھی نہ لگے گا اور جہ قذف کی مقدار اسی کوڑے سے ہیں، چنانچہ
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی پر اسی کوڑے مارے، یہی شرعی قانون بن گیا۔
- قال في ملتقى الأبحر: ومن شرب خمرًا ولو قطرة واحدة فاعتد

ورر مدھ امو خود می غمہ او چی نہ سکران ، ولو من سید و سحره من
 الممسک۔ رات ، و سھد ، ملک رحلان ، او افر ۔ ئی اعتراف ۔ بہ
 شکران ، حد و ا حد : ثمانین شرط الححر ، و اربعین للعبہ ، مغفوق
 علی مدھ ۔ (منقہ : البحر للحبسی : ۱ / ۳۳۹)

کتاب متفرقات

اپریل فول (یکم اپریل کو دھوکہ دہی کرنا) کا حکم :

یہ نذرانی کا طریقہ ہے ، اسلامی طریقہ نہیں ہے ، بھوٹ ہونا حرام ہے ، حدیث شریف میں ہے :

وین لعنہ یحدث بکذب یصحح بہ القوم ویل لہ ،

(ابو داؤد : ۲۳۳/۶)

اس آدمی کے لیے پادکست ہے جو لوگوں کو جھانسنے کے لیے بھوٹ بولتا ہے اور حدیث میں ہے :

لا ید من انعبد الايمان کفہ حتی یشک الکذب فی المعراحة

و سمر و ان کان صادقاً ۔ (مسند احمد)

کوئی بندہ جو پورے پورے ایمان کا حامل نہیں ہوگا جب تک وہ بھوٹ کو یا سگن ترک نہ کر دے ،
 خواہ کسی ذائقہ میں ہو خود کرائی ، بھگڑے میں (تولد صرف انداز بھوٹ کا ہو اگر واقعہ میں ج ہو)
 اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ بھوٹ بولنا بڑی خیانت ہے کیونکہ آدمی اللہ اور لوگوں کا دشمن ہے اس
 کو کچھ ہی بولنا چاہیے ، بھوٹ بولنا امانت کے منافی ہے ، حدیث میں ہے :

کبیرات حیاتک ان تحدث باحدک حلفاً ہو لک مصدق و انت لہ

کاذب ۔ (ابو داؤد شریف)

یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات اس طرح کہو کہ وہ تمہیں سچا جان رہا ہو
 حالانکہ تم بھوٹ بول رہے ہو ۔ (مسعود از فتاویٰ رحیمہ : ۲۰ / ۲۵۱)

اس بھوٹ کی وجہ سے دوسروں کا بڑا نقصان بھی ہوتا ہے ، ان کو ایذا دہانہ تر تکلیف پہنچتی ہے جبکہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”کامل مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان کی ایذا اور مافی سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے۔“ لہذا پرل فول کے نام بھی جھوٹ بولا حرام اس سے اجتناب کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

جاہلیہ پہننے کا مسئلہ

مرد کا ستر (جس کا چھپاؤ ضروری ہے) کفاف سے گھٹنے تک ہے، عفتہ اور خارج نماز کفاف سے گھٹنے تک بدن چھپاؤ ضروری ہو فرض ہے، اس میں سے کوئی بھی حصہ شرعی کے بغیر کھلا رکھنا جائز نہیں ہے۔ موجب گناہ ہے (البتہ گھٹنے اور شرکاء کے کشف کا گناہ برابر نہیں ہے) ستر کے متعلق قرآن شریف میں ہے:

﴿يَا بَنِي آدَمُ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُوَافِقُ سَوَاتِكُمْ وَرُءُوسَكُمْ﴾

(سورۃ الاعراف: ۲۶)

یعنی اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لیے لباس اتار دیا ہے جو تمہارے ستر کو چھپاتا ہے اور باعثِ ندامت بھی ہے۔

اس کی تفصیل حدیث شریف اور کتب فقہ کے حوالے سے پہلے کتاب اللباس میں گزر چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے، مرد کا ستر کفاف سے گھٹنے تک ہے۔ دوسری حدیث میں ہے:

الرکبة من العورة۔

گھٹنا بھی داخل ستر ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ مرد کا ستر کفاف سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنا ستر میں داخل ہے۔ (یعنی گھٹنا چھپانا بھی ضروری ہے) (۱/۶۶) ”ایسا جاہلیہ (نصف یا چارہ) پہننے کی شرعاً اجازت نہیں ہے جس میں گھٹنے کھلے رہیں۔“

آپ کی سہولت اور مزید اطمینان کے لیے ہند کے مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ”تعلیم الاسلام“ کی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے:

سوال: ستر چھپانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: مرد کو کفاف سے گھٹنے تک اپنا بدن چھپانا فرض ہے ایسا فرض ہے کہ نماز کے اندر بھی فرض ہے اور نماز کے باہر بھی فرض ہے۔ (۱/۳)

خطرناک مرض:

اگر تکیدہ پہنچا جائے تو بیماروں سے لیے جانے والے بچہ کی حریمات مہال ہو جاتے ہیں۔ بعد ان سے لیے بھی مضر کو چھپانا ضروری ہے، بلکہ بعض فقہاء سے چہ رساں کا قول بھی منقول ہے۔ اس اور میں اس مسئلہ پر بہت غفلت پائی جا رہی ہے، مردوں اور بچوں کا روکا تو بروہی رہے تھے، لیکن المومنین صدائیسوں مسلمان بچیاں بھی ان مرض میں مبتلا ہو گئیں ہیں۔ نیم حریاں لباس، آدھے آستین کی قمیص، چڑی میں بازوؤں اور پاروں میں نکل جاتی ہیں، والدین اس بے فیہرتی کو کیسے برداشت کرتے ہیں؟ ہانے ہانے! ایک تو مسلمانوں کا وہ دور تھا کوئی غیر مرد کسی کی ماں بہن کی طرف غلط نگاہ افشا کر دیکھے تو اس پر خون کی ندیاں بہ جاتی تھیں، اب یہی ماں باپ، بھائی، بھینا، اپنے گھر کی خواتین کو لے کر سن کی فرمائش کے لیے ہسپتالوں اور پارکوں میں گھوم رہے ہیں۔

وہاں تک کہ کئی مباح کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس کیا جاتا رہا

وہاں ذرہ آبادی کو چھوڑنے کا حکم:

وہابی اور طاعونی جگہ سے اس خیال سے اور ایسے عقیدہ سے بھاگنا کہ بیماری اور موت سے ہم نغا جائیں گے ورنہ بیماری میں پھنس کر مر جائیں گے، جائز اور سخت گناہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الَّذِينَ يَخْشَوْنَ اللَّهَ عَظِيمًا وَمَا لَكُمْ لِمَا كُفِرْتُمْ بِهِ لَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَعْلَمُونَ مَا تَقْرَأُونَ وَلَا تَذَكَّرُونَ﴾

(سورۃ البقرة: ۲)

کیا ان لوگوں کو آپ ﷺ نے نہیں دیکھا (کہ آپ ﷺ کے ان کے حال سے واقف نہیں ہیں؟) جو موت سے بچنے کے لیے اپنے مکاناتوں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ (تعداد میں) ہزاروں تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر جگہ (تو سرگئے) پھر ان کو نہ کھیا۔ (سورۃ بقرہ)

ذکورہ آیت کی تفسیر میں ہے کہ اگلی امت کی ایک بہتی میں وہاں پہلی تو ہزاروں (ہجرت سے) ہزار (کی تعداد میں بھاگ گئے اور کئے کہ ہم موت سے نجات پا گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے برے عقیدہ کی سزا دی کہ ایک دم سب مر گئے۔ کوئی دن کرنے کے لیے بھی باقی نہ رہا پھر ایک مدت کے بعد ایک نئی وہاں پہنچے۔ یہ خوفناک خطر دیکھ کر وہاں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عبرت دینے

إِذَا سَمِعْتُمْ بِطَاعَتِ الْوَلَدِ لِدَيْنِهِ أَوْ لِدِينِهِ أَوْ لِدِينِهِ أَوْ لِدِينِهِ

بِهِ فَلَا تَعْزِمُوا عَلَيْهِمْ

یعنی تم سناؤ کہ کسی چکرور وکیل ہے تو وہاں دست جاؤ اور جہاں تم ہو وہاں رہا پھیسو گے تو بھانٹنے کے ارادہ سے وہاں سے دست نکلو۔

(مسند ابی نعیم، ج ۱، ص ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰)

اور فرمایا کہ بیمار لوگ کو بیمار دوت کے ساتھ دست نہ کرو، اور ہدایت فرمائی کہ مذہم سے ایسے بھانٹو جیسے تیرے کے عقیدہ کی حفاظت ضروری ہے، اگر آنحضرت وغیرہ بعض اسرار (نبی کی خواہش، ہدایہ، طاعون، انفلوآنزا وغیرہ) کو متعدد مانتے ہیں اور اس کے جراثیم ثابت کرتے ہیں، ہمیں اس کی تردید کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ان کو بھی ماننا چاہیے کہ بیماری از خود متعدی اور مؤثر نہیں ہے بلکہ نظم و تدبیر سے متعدی ہوتی ہے جس کے لیے ختم خداوند اور جس کی قدرت میں نہ ہو تو وہ بھی اثر نہیں سوتا۔ دیکھیے ہدائی کے مکان میں سب جذامی نہیں ہوتے، نبیؐ و سلا مرلیں کے بیمار و سب اس میں مبتلا نہیں ہوتے۔ انفلوآنزا کے مریض کے ساتھ رہنے والے مولا، انفلوآنزا سے محفوظ اور بالکل صحت مند رہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کے لیے خدا کا حکم ہو اسی کو مرض قتل ہے اگر ایسا نہیں تو مریض کے ساتھ طوین مرصہ تک رہنے اور کھانے پینے کے باوجود بھی و سالم کیوں رہتے ہیں؟

شریعت نے دور رہنے کی ہدایت بعض حفاظت عقیدہ اور سلامتی ایمان کے لیے کی ہے نہ اس لیے کہ مرض سے بچے اور وہ بھی ہر ایک کے لیے ہر حال میں حکم و ہدایت نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **مَرَضٌ لَا يَمُوتُ**

(۱۔) سے بھانٹنے کے ارادہ سے نہ نکلو) کے الفاظ میں اس کی شرح میں لکھا ہے: **أَمْرٌ لَا يَمُوتُ** بھانٹنے سے ملادو دوسری کوئی چیز اور غرض ہو تو وہاں سے جانے میں اور ضرورت وہاں جانے میں کوئی مرنے نہیں عقیدہ پختہ اور مضبوط ہو تو ذول نہ ہو۔ (فتح الباری وغیرہ)

اور دیکھا میں ہے:

وَأَخْرَجَ مِنْ بَلَدِهِ الْطَّاعُونَ هَذَا عَلَيْهِ أَنْ يَكُلَ شَيْءَ يَمُوتُ

نفسیہ فلا بأس بلان مخرج و یسحق و ان کما عندہ انہ لو مخرج

نحوہ کو دخل ابتلا کرہ نہ دلت فلا بد نعل ولا بحر حسیانہ لا اعتقادہ۔

یعنی جو شخص وہابی شہر سے نکلے لیکن اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز تقدیر الہی سے ہے خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا تو اس کو نکلے اور وہاں جانے کی اجازت ہے اور اگر اعتقاد ایسا ہے کہ یہاں سے چلا جاؤں تو بیجا جاؤں گا ورنہ جتا ہوں جاؤں گا تو ایسے شخص کو وہاں سے نکلنے کی اور جانے کی اجازت نہیں۔ تاکہ اس کا عقیدہ محفوظ رہے۔ (در معراج الشافعی: ۵/۳۴۱)

ہاں وہاں سے آسکتے ہیں اور بیجا نہ آسکتے ہیں قیام کرنا لازم نہیں، قیام کے مقصد سے وہاں نہیں گئے تو کام سے غارغ ہو کر وہاں آنا فرار شمار نہ ہوگا تاہم نیت کی درست ضروری ہے۔

وفي هذه الاحادیث منع الطعن على بلد الطاعون ومع
المعروج منه فراراً من ذلك لما الخروج فلا بأس به۔

(عروہ شرح مسلم: ۶/۲۶۸)

ہاں ایضاً ضرورت وہاں جاسکتے ہیں اور سفر بھی کر سکتے ہیں جب وہاں سے فرار کا قصد نہ ہو۔

لكن ابو موسى حمل قلنہی عنی من قصد الفرار محضاً ولا شك
ان النصور ثلاث من خرج بقصد الفرار محضاً فهذا يتاوله قلنہی لا
محذوف ومن عرج لحاجة متحصنة لا بقصد الفرار اصلاً وبمتصور
ذلك فيمن نهى للمرحيل من بلد كان بها الى بلد اقامته مثلاً ولم يمكن
الطاعون وقع فانتفى وقوعه في اثناء تجهيزه فهذا لم يقصد الفرار
اصلاً فلا بد من حمل في السهي والاشك من عرصت له حاجة فاراد
الخروج اليها وانضم الى ذلك انه قصد الراحة من الإقامة بالبلد في
وقع بها الطاعون فهذا محل التراجع۔ (فتح الباري: ص ۱۵۹)

ہاں تہذیبی آداب ہوا کی غرض سے شہر کی حد میں جنگل اور میدان میں جاسکتے ہیں نیت یہ
ہوتی چاہیے کہ تہذیبی آداب ہوا بھی ایک علاج ہے۔ لہذا اگر غرض علاج نکلے ہیں۔

غرض یہ کہ وہابی جگہ سے ہارادہ فرادہ نہ نکلے، اللہ پر بھروسہ کر کے صبر و صمت سے رہے۔ بتدویر
میں صمت ہوگی قرآن کی اور دوسرے شہادت حاصل ہوگی۔ جب صمت بھاگنے سے نہیں ملتی تو بھاگ
کر ایمان کیوں خراب کرے۔ (اخذ از فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۳۹۲)

ٹھیک، گرمی اور الگ الگ پلیٹوں میں کھانا:

میں نے اسے نواہن، چھانچو، زرخا، مسلت ہے ٹھیک، گرمی پر کھانے کا طریقہ اسلامی تہذیب سے متعلق ہے۔ یہ طریقہ خطہ اسی اور فیشن پرستوں کا ہے لہذا قابل ترک ہے، البتہ کبھی ضرورت کی بنا پر ٹھیک، گرمی پر کھانا کھانا جائز ہے اور ناجائز نہیں کہا جائے گا اس کی مادت بنالیا یہ حال صحیح فعل ہے۔ ۱۱۹۷ میں ہے ”مسلمہ اکتبہ کہ اگر وفاسی حرام است۔“ سلطان کو کفار اور لکھنؤ کی عورت بہت اختیار فرما رہی ہے۔ (علاحدہ ص ۱۲۱)

ان میں سے ایک ساتھ لڑکے برتن میں کھانا بھی مسنون اور باعث برکت ہے الگ الگ پلیٹوں میں صاف اسلامی طریقہ نہیں ہے، یہ غیر قوم کا طریقہ ہے کہ وہ بھوتوں اور عتروں میں ایک ساتھ بیٹھ جاتے ہیں، سب کی پلیٹیں الگ الگ ہوتی ہیں اگر مسلمان بھی یہی طریقہ اختیار کریں تو پھر مسلمان اور غیر مسلموں میں امتیاز کی کیا صورت ہوگی؟ نیز یہ قوم پرستوں کا طریقہ ہے جو امرائے متحدہ کی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں احمدیہ میں ہے:

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتبوا جميعا ولا تعرفوا فان البركة مع الجماعة۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب ساتھ کھاؤ اور الگ الگ مت کھاؤ، ساتھ کھانے میں برکت ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: ص ۲۷۰ باب الضیافہ)

۱۰۰۱ میں حدیث میں ہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ارشاد فرمایا: ”حق! ہم جانتے ہیں لیکن حکم میری نہیں ہوتا، حضور اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ تو نہیں جانتے، اب الگ کھاتے ہو، صحابہ نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وحدہ حتی ضامنکم واذکروا اسم اللہ بدارک لکم وہ۔“

(ابو داؤد شریف: ۱۷۲/۲ باب فی الاعتصاع علی الطعام)

مشکوٰۃ شریف: ص ۳۶۹ باب الضیافہ، حصص حصص ص ۱۰۹، منزل ۳)

سب ایک ساتھ کھاؤ، کرو اور بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، تمہارے کھانے میں برکت ہوگی۔

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بہت بڑا بیل تھا جس میں سب ایک

ساتھ مل کر کھاتے تھے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان لیسى سبيى به عيب
و سلم قصصه به حملها الرضا و حال يقال لها العروۃ فبها اصبحت
و مملوۃ فصحت انی بنتك و قد نرد فيها عالتهم علیہا انی احسب
حیہا (الح)

(مشکوٰۃ شریف: حصہ ۱، باب ۲۶، باب العیالۃ، جامع المعانی، ج ۱)
نیز حدیث میں ہے: خدا کا پسندیدہ کھانا وہ ہے جس میں بہت سے ہاتھ ہوں۔ (مربع الخواند)
یہ ہے اسلامی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور مبارک طریقہ اس مبارک طریقہ کو چھوڑ کر
غیروں اور غیر قوموں کے طریقہ کو اختیار کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

اے یہ سوال کہ ساتھ کھانے میں کھانا برباد ہوتا ہے تو یہ درحقیقت ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ اگر
کھانے والوں کی تعداد کے مطابق کھانا نکالا جائے اور ضرورت پڑنے پر دوسرا کھانا لایا جائے تو
کھانا کس طرح ضائع نہ ہوگا اور اگر اس کے باوجود بھی کھانا بچ جائے تو اس میں کسی طرح کی کوئی
رابی پیدا نہیں ہوتی، مؤمنین کے جھوٹے میں شفاء ہے، لہذا اس کھانے کو ضائع نہ کیا جائے۔

قوله تعالى: ﴿لَا يَحِلُّ عَلَيْكُمْ حُنَاحٌ اِنْ تَاْكَلُوْا مِنْ جَمِيْعٍ اَوْ اَشْتَبَاْتُمْ﴾
”پھر اس میں بھی تم پر پتہ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔“ (سورہ نور)

اسے یہ شہدہ کیا جائے کہ اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ مل کر کھاؤ یا تمنا تھا کھاؤ
دونوں جائز ہیں کسی میں کچھ حرج اور گناہ نہیں تو پھر ساتھ مل کر کھانے پر اتنا سہرا کیوں ہے؟ تو
سب سے پہلے آیت سے جس شخص جو مذہب بیان کیا گیا ہے وہ دونوں میں کھانا جائز ہے، ساتھ مل کر
یہ بھی پتا ہے کہ اگر کسی وقت جب سب نے اتفاق ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے، ان دونوں کے
میان دونوں میں افضل طریقہ یہ ہے کہ سب ساتھ مل کر کھا لیں اس میں بہت سے جہانگاہ مندوجہ
بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض انصار رضی اللہ عنہم کی
عادۃ مبارکہ یہ تھی کہ جب تک ان کے ساتھ کوئی مہمان نہ ہوتا تھا کھانا نہیں کھاتے تھے یا مہمان
کی موجودگی میں مہمان ہی کے ساتھ کھانے کو ضروری سمجھتے تھے تو اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ
ساتھ مل کر کھاؤ یا تمنا تھا کھاؤ سب جائز ہے، اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے نہ وہ

کھانی میں ہے رات سے چہا کھانے کا جواز بھی لگا۔ بعض معرات کے متعلق لکھا ہے کہ آپ تک کوئی مہمان مانو نہ ہو کہ نہ کھائیں کھاتے تھے مغموم ہوا یہ غلو سے، البتہ اگر کسی کھانے والے ہوں اور اگلے دن کھا کر کھائیں تو موجب برکت ۲۶۱ ہے۔

کند و رد فی الحدیث، (سورۃ نور، پارہ ۱۰، ص ۱۲۰) (کو ۱۲۰)
 معارف قرآن اور لکھنؤ میں ہے نیز بعض کھد پر جو ذکر کم کا کسی قدر ضبط تھا کہ (لوگ بے مہمان کے چہا کھانا گوار نہیں کرتے تھے اور اپنی جان پر مشقت ڈال کر کھاتے تھے اور مہمان کا انتظار کرتے تھے، ان کے بارے میں آئندہ آیت اترتی تھی کہ پر کچھ گناہ نہیں کہ ایک چمک جمع ہو کر ہو کر کھانا کھاؤ، ایک ایک کھانے کیلئے کھاؤ اور دل میں یہ خیال نہ کرو کہ کسی نے تم کھا یا اور کسی نے زیادہ، اکیلے کھائے کھاؤ بھی جائز ہے، ہو کر کھانے میں برکت زیادہ ہے۔

(معارف القرآن، ترمیمی، ۱۹۹۲ء، مرید نقیض کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر روح السعادی، ۱۹۸۰ء، مطبوعہ مصطفیٰ بنیہ، اور تفسیر مواہب شریح: ص ۱۸۲/۱۸۰، ۱۸۱/۱۸۰، پارہ ۲، ص ۱۸۲/۱۸۰، ۱۸۱/۱۸۰)
 چہا کھانے کا رواج آج کل، مہربان چاہے، غیر اقوام و ریشہ پرستوں نے اسے اپنا لیا ہے لہذا مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے، خصوصاً اہل علم حضرات کو، اہل مغربی رشتہ فرماتے ہیں:

مہما صلوات السنہ شعار لاهل البدعۃ فلا یترکھا خوفا من

الشبہ بہم۔

یعنی جب کوئی سنت مجتہدین کا امتیازی شعار بن جائے تو ہم میں ان کے مشابہت میں ہونے کے خوف سے اس کے بھی ترک کا فتویٰ دیں گے۔

(انباء العلوم: ۲/۲۷، محوالہ انطبہ فی الاسلام: ۱۶۳/۱)

تہ تعالیٰ سنت کی عظمت اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(ماخوذ از فتاویٰ رحیمیہ، ۱۶/۲۲، ص ۱۱۱)

استاذ کی جگہ پر بیٹھنا:

شاگرد کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ استاذ کی جگہ پر بیٹھ جائے استاذ موجود نہ ہوں،

۱۰۔ احترام کے قیام ہے، خلافت الفتاویٰ میں ہے

ولا یدخلہ - لکھنؤ دارالافتاء (۴/۳۶۷)

داڑھی پر تحقید کا حکم:

داڑھی رکھنا شرعاً واجب ہے اس کا کٹنا یعنی ایک سخی سے کم نہ ہونا منہ انا حرام ہے ایسا شخص فاسق ہے۔ اس زمانہ انحطاط میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان اس سحر شرعی پر عمل کرتے ہیں لیکن بعض ایسے مسلمان بھی جو خاندانی طور پر اور عام کے اعتبار سے تو مسلمان ہیں اعمال ان کے شریعت کے خلاف ہیں ایسے لوگ ۱۰ داڑھی رکھنے والوں کا مذاق بھی لاتے ہیں ایسے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اس بارے میں حضرت مفتی عبدالرزیم انیسوی دسرا اللہ فرماتے ہیں:

افسوس اور زمانہ آسمیا ہے جس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے دی ہے۔ ایک روز آنحضرت ﷺ نے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نوجوان فاسق فاجر بن جائیں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسا ہونے والا ہے؟ فرمایا ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت! پھر آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نیکی کے کام میں آؤ بن جاؤ گے اور بدی کا حکم کرو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسا ہوتے والا ہے؟ فرمایا بے شک اس سے بھی زیادہ سخت! پھر فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا؟ جب تم نیکی کے کاموں کو خراب اور بدکاری کے کاموں کو چھانچھنے لگو گے۔ (جمع الفوائد) کیا یہ سب واقعہ نہیں ہورہا ہے؟

لوگ ۱۰ داڑھی منڈاتے ہیں اور منڈانے کی تبلیغ کرتے ہیں، اسکی نہیں بلکہ داڑھی منڈانے کو بہتر اور رنجے کو خراب کہتے ہیں۔ جو منہ تو رنکار بیوی عمر کے لوگ بوزھے بھی داڑھی منڈا کر مسخے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کر کے برسر عام فاسق بنارہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: "تم سفید بالوں کو مسرت نہو، جو مسلمان حالت اسلام میں بڑھا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سفید بال کے بدلہ میں اس کو نیکی کا ثواب عطا فرماتے ہیں اور اس کی خطا معاف فرماتے ہیں اور قیامت کے دن یہ سفید بال اس کے لیے نور ہوں گے۔" (ابو داؤد سنن ہمد - ۲۲۵/۶۰)

ایک حدیث میں ہے کہ بوزھے کو عذاب دینے سے اللہ تعالیٰ شرماتے ہیں، اللہ اکبر اللہ تعالیٰ بوزھوں کو ان کی معاصی کی سزا دیتے شرماتا ہے مگر بوزھار داڑھی منڈا کر یا عنایا چھپا کر نیکی جو ان

بٹے سے ٹیس شرماتے؟

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

حیر شمساکم من نساء بکھو بکم و شر کھو لکم من نساء
بندہ بکم۔

نوجوانوں میں سب سے اچھا نوجوان وہ ہے جو یوزھے کی مشابہت اختیار کرے اور
بوجھوں میں سب سے بدتر بوجھ وہ ہے جو جوانوں کی مث بہت اختیار کرے۔

(مکرمہ احادیث: ۱۶۹۱۹)

راہمی اسلامی برقی شعراء اور مرثیہ گوشت کی چیز ہے بعض فرشتوں کی شمع ہے کہ

..... من زین شر عدال . نلحی و نساء و نساء

یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داغی ہے اور عورتوں کو چوٹیوں سے نہشت
بخشی۔ (الحديث)

آنحضرت ﷺ نے (راہمی رنگی اور امت کو داغی رنگی کی تاکید فرمائی۔

آپ ﷺ کے عمل و اچاننا اور آپ کے عزم و فیصلہ کو دس وجان سے تسلیم کرنا شرط ایمان ہے
کیونکہ اصطلاح شرع میں اسلام نام ہے بنی برحق کی ہدایت کے بموجب خداوندی احکام کی تعمیل
کرنے کا اپنی عقل اور چاہت کے مطابق امدت تعالیٰ کی اتباع کرنا اسلام نہیں بلکہ کفر ہے۔

تقریباً دریں مذہب خود بنی خدا و ربانی

حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿فلا ورب لا یؤمنون﴾ ای فوالہ : ﴿و یسلمو﴾ انسلمو

(سورۃ النساء)

یعنی تم سے میرے پروردگار کی ہر ایک مسلمان ہوئی نہیں ملکتے جب تک آپ کو اپنے مخطروں
اور معاملات میں ختم اور تحفظ نہ ملالیں، پھر جو آپ فیصلہ کریں اس سے اپنے دلوں میں کوئی
شک (اور آوارگی) نہ محسوس کریں اور پوری عرصہ (دل و جان سے) اس کو مان میں اور تسلیم کر
لیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی قوم

تعالیٰ کی عبادت کرے اور نہ روزہ، حج، زکوٰۃ سب بچہ بچالائے عمر آپ ﷺ کے کسی عمل کے بارے میں بطور اعتراض یہ کہے کہ آپ ﷺ نے یہ کیوں کیا؟ یا آپ ﷺ کے کسی تمہے متعلق دل میں جھکی محسوس کرنے تو صبر و ضبط و غیرہ امور جو نہ کرنے کے باوجود وہ کافر و مشرک کے خیم میں ہے۔ (تفسیر روح البیان: ۶۰/۵۰)

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ:

ایک مسلمان اور یہودی کا مقدمہ آپ ﷺ کے دربار میں پیش ہوا آپ ﷺ نے تحقیق فرما کر یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ مسلمان اس فیصلہ پر راضی نہیں ہوا اور یہ مقدمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ساعت مقدمہ کے بجائے فیصلہ یہ کیا کہ یہ مرتد ہو گیا ہے چنانچہ اس کی گردن اڑا دی اور فرمایا کہ آپ ﷺ کے فیصلہ کو منظور نہ کرنے والے کے لیے صحیح فیصلہ یہی ہے۔

یہ ایک ضابطہ اور قانون کی بات تھی کہ آپ ﷺ کے فیصلہ سے منحرف ہونے والا اور آپ ﷺ سے زیادہ کسی اور کو منصف قرار دینے والا مرتد کافر ہے اور اسلام کا کام لیتا ہے تو یہ نفاق ہے۔ اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو جملہ کلمات اور محاسن کا کامل نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا اور اعلان کر دیا کہ

﴿مَنْ بَدَّلَ كَلِمًا لَكَ مِنْ رِسَالِ اللَّهِ اسُودَ سَمٌّ﴾

و کمال دہی ہے جو کلمہ سے نبوی کا پر تو او اور حسن اخوی، ہی ہے جو محاسن رسول اللہ ﷺ کا ضمیمہ ہو۔ سوچو کہ ام رضوان اللہ علیہا جمعہ سن و کمال کے اس فیصلہ کو پوری طرح سمجھتے تھے۔ چنانچہ نہ صرف عبادات میں سنن نبویہ کی اتباع کرتے تھے، نہ صرف اپنی عادتوں کو آپ ﷺ کی عادتوں کے روبرو میں اٹھالتے تھے بلکہ آپ ﷺ کے معمولی اشاروں کو بھی حکم کی حیثیت دیتے تھے اور اس کی تعمیل کو سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

صحابہ کرام کی اتباع سنت کی چند مثالیں:

مثلاً آپ ﷺ صبر پر روتی افروز ہوئے اور آپ نے حاضرین سے فرمایا

﴿مَنْ صَبَرَ رَجَعْتُ لَهُ رِجْلًا﴾

تشریف: کیجیے اب میں قسمیں کہیں گی کہ کسی اس کی آپ مثال نہ لے گا۔

۱۔ حضرت امیر المؤمنین ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: جیسے ہی یہ لوگ لوگوں میں پھیلے اور ایسے کئے جسباً خلفائے صحیحہ نے حسب فرما کتاب و سن سے انکو نہ لے۔
 ۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وفات کے بعد عرب قبلی کی شرعی و دارالافتاء کی قیادت میں رہا۔ وہیں چٹکتے تھے۔ تو ہم پر کرام رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مدعو کیا کہ اپنے وقت میں فوج و شام و چین میں سب نہیں ہے۔ بہت مصلحت ہے کہ نہ شریف و غالی، اچھے و برے باقی اور مرتد قبیلہ صلہ کریں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر نہ اس طرح غالی ہو جائے کہ میں ہی اکیلا رد و جاذب اور مدعو اور نہ لے اور نہ لے سکے تو مجھ کو بھیج دینا میں اب بھی میں اسلام کو (جو اس لشکر کے سپہ سالار تھے) اس میں میری روانہ کروں گا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابن عباسؓ کو بھیجا)۔

۳۔ یحییٰ بن محمد اول صدیق اکبریؑ کی شان تھی۔ عام سکا پر امام رضی اللہ عنہ میں سے ایک صاحب کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ میں سے سونے کی انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا: انسان جو نہ بوجھ کر اپنے ہاتھ میں آگ کا انگار رکھتا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو کسی نے ان سے کہا کہ اسے اٹھاؤ کسی اور کام میں لے آنا۔ اس صحابی نے جواب دیا: ایسا نہیں، میں خدا کی قسم میں کبھی بھی اس کو نہیں اٹھا سکتا، میں کورسوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیج دیا ہے۔

(مسند شریف، مجموعہ مشکوٰۃ و شریف، ص ۳۷۸)

۴۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک نابینا سے کھیت میں پانی دے رہے تھے کچھ آدمی اس طرف سے آئے ان کے چہروں سے ان کی آنکھوں کی حالت دیکھ کر پوچھا: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پانی دیا ہے یا نہ؟ وہ دیکھ کر فوراً بیٹھا۔ پھر اسی کچھڑ میں مینٹ گئے جو وہاں پہنچا تھا۔ بہت عجیب، وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان آدمیوں کی اور اپنی پر مجھے فصرہ آیا ساتھ ہی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ میں کہ فصرہ کے قریب چلا جاؤ پھر بھی فصرہ نہ جائے تو لیت جاؤ۔ لہذا میں نے اس ارشادِ نبویؐ کی تعمیل کی۔ جتنی نہ پہن کی پروا نہ تھی وہاں کا خیال، ان لوگوں کے سامنے اور نہ ان کے ہاتھ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل سب سے مقدم ہے۔ اس کے مقابلہ میں سب کچھ بچا ہے۔

یعنی واڑھی۔ بے وقت میں ڈال دینی کی چیز ہے، دلہن سے یہ حدیث پیش کی ہے، اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کی ایک جماعت کا وظیفہ ہے۔

سبحان من رزق الرجال باللعن و النساء بالنواثب۔

پاک ذات ہے وہ جس نے مردوں کو واڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں اور سینہ پلوں سے رزق بخشا۔ (عقلمعرا رزق: ۸/۲۲۱)

ایک روایت ہے کہ فرشتے جب حرم کھاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں:

وانذی رزقہا ہی آدم باللعن۔

تمہارا رزق اس کی جس نے انسان کو واڑھی سے رزق بخشا۔

حضور اقدس ﷺ سے بچی محبت ہو تو آپ کی ہر ایک بات اور ہر ایک عادت محبوب ہوئی چاہیے۔ محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ اس سے (معاذ اللہ) نفرت، محبت نہ ہونے کی حد امت ہے۔ واڑھی کا منڈانے والا حضور ﷺ کی سنت کو پامال کرنے والا ہے۔ وہ سچا محبت کیسے ہو سکتا ہے؟ کسی نے خوب کہا ہے:

نعصى الرسول ذات يظهر حبه هذا المسمى في الغفوان بدیع

لو كمال حلك صادقاً لا طعنہ ان المصحب لمن يحب مطيع

یعنی تم اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور ساتھ ہی ان کے فرمان کی خلاف ورزی بھی کرتے ہو کسی قدر عجیب بات ہے اگر انی الواقع تمہارے دل میں ان کی محبت ہوتی اور تم اپنے دعویٰ محبت میں سچے ہوتے تو کبھی ان کی عافرائی نہ کرتے ان کے ہر فعل اور ادا سے محبت ہوتی۔

مجنون لیلیٰ کی گلی سے جب گزر رہا ہے تو دروازہ اور کچھن کھاتا۔

امر علی الدیار دیار فلی اقبل ما احسنه و فاضله

و صاحب الدیار شمع فلی و لکن حب من سکن الدیار

میں لیلیٰ کی گلیوں سے جب گزرتا ہوں تو اس دیوار کو بھی چومتا ہوں اور اس دیوار کو بھی گلی کو چومنے کی محبت دل کی گلی نہیں ہے بلکہ اس کی محبت جو ان گلیوں میں رہتی ہے۔

ویک بزرگ فرماتے ہیں:

نازم چشم خود کہ جہاں تو دیدہ است انقم چائے خود کہ نگریست رسیدہ است
ہر دم ہزار ہوسہ دلم دست خویش را کہ راحت گرفتہ ہوسہ کشیدہ است
یعنی اپنی آنکھ پر ناز کرتا ہوں کہ میں نے تیرے جہاں کا دیدار کیا ہے، اپنے پاؤں پر گرنا ہوں
کہ تیری گلی میں اس کی رسائی ہوئی ہے۔ "ہے ہاتھ کو ہزار بار چومتا ہوں کہ اس نے تیرا امن پلڑ
نرمیری طرف کھینچا ہے۔"

"مثنوی" میں ہے کہ ایک معشوق نے عاشق سے کہا کہ تو نے بہت سے شہروں کی سیاحت کی
ہے، سب سے اچھا شہر کونسا ہے؟ عاشق نے جواب دیا جس میں میرا محبوب رہتا ہے

گفت آں شہرے کہ دروے بہرست

افسوس ہوتا ہے کہ دعویٰ ہے محبت مولا اور عشق رسول کا اور نقل یہ کہ راز مہی سے معاذ اللہ
نفرت؟ محبوب رب العالمین آقا و جہاں پہنچنے کا ارشاد ہے

لا یؤمن احدکم حتی یشکون ہولہ نہا لہما حلت بہ (مشکوۃ)

دعویٰ محبت کا قائل اعتبار نہیں ہے جب تک ایمان نہ ہو جائے کہ صاحب ایمان کی چاہ
(خواہش) میری تعلیم کے تابع نہ ہوئے۔

یعنی دل کی خواہش اور دل کا جذبہ بدعتی ہے جو آپ ﷺ کی تعلیم اور آپ کی سنت ہے۔
یاد ہزار شدہ دہائی میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میرا نہیں ہے، جو دوسروں کے طریقے پر چلے
وہ ہم میں سے نہیں ہے، جو میرے طریقے سے منہ پھیر لے وہ میری سماعت میں سے نہیں ہے،
جس نے میری سنت پر پاکی اس پر میری سماعت حرام ہے۔
سنت سے روگردانی خطرناک ہے:

ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ حدیث بیان فرما رہے تھے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محب للبدع .

"حضور ﷺ کہہ کر کو پسند فرماتے تھے۔"

ایک شاعر فوراً بول اٹھا مگر میں تو پسند نہیں کرتا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے تلواریں نکال کر کہا
تو پکڑو، تم گنہگار ہو۔

مدینہ شریف میں ایک صاحب نسبت بزرگ کی زبان سے اتنی بات نکل گئی کہ شام یا

ہندوستان کا وہی یہاں سے ہی سے اچھا ہے۔ آپ ﷺ نے خواب میں (یا عالم واقع میں) فرمایا کہ ہمارے یہاں سے چھ جاو دو ہاں جا کر دوسرے جہاں کا رہی اچھا ہے۔

امام ربانی فرماتے ہیں کہ تمام سنن ضد ہند عالم کی پسند فرمودہ ہیں اور جو چیزیں خلاف سنت ہیں وہ شیطان کی پسند کردہ ہیں۔ (مکتوبات ۱/۵۵۵)

آپ سوال کرتے ہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ براہِ اسلام اخوانی کے ہندوؤں کی ملامت اور لعن طعن سے گھبرا کر حق بات کو چھوڑنا، ابو طالب کا طریقہ ہے۔ آپ ﷺ نے ابو طالب کو بوقت مرگ کہا کہ چچا ایک دفعہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دو۔ ابو طالب نے جواب میں کہا:

اطهرت دینا قد علمت سائہ من عجزا دینا احرہ دینا
ولا اسلامہ ابو حذر صبا نو حذنی سمحاً لذلک منیا

یعنی آپ ﷺ نے میرے سامنے ایسا دین پیش کیا ہے جس کو میں انیا کے تمام ادیان سے افضل سمجھتا ہوں، اگر مجھے لوگوں کی ملامت اور لعن طعن کا ڈر نہ ہوتا تو آپ مجھے قبولیت حق میں جوں مرد پاتے۔

غلام یہ کہ لوگوں کی لعن طعن سے ڈر کر حق بات کو چھوڑ دینا ابو طالب کا طریقہ ہے اور سادگی دنیا کی ملامت کی چٹا کئے بغیر حق کو یکسر سے رکھنا عابد اسلام حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سطر میں تھے۔ آپ کے ہاتھ مبارک سے کھاتے کھاتے لقمہ گر گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو اٹھا کر صاف کر کے منہ میں ڈالنے لگے، غمی لوگ یہ دیکھ رہے تھے خادم نے پتکے سے کہا۔ حضرت ایمانہ بیچے، یہ غمی کرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھا لیا، ہجرت برا چہننے ہیں اور ایسے لوگوں کو بغیر حقارت دیکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

أترك سنة حبیبی لہؤلاء الحقائق.

کیا میں ان بیوقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی سنت چھوڑ دوں؟

یہ ہے ایمان، یہ ہے آپ ﷺ کے افضل الانبیاءؑ نے اور آپ کی تعلیم کے مکمل ترین تعلیم ہونے پر احادیثِ خادمِ نبیوں کی تہذیب سے مرعوب ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے حبیب پاک ﷺ کی تہذیب پر نازاں، ہر اس شخص کو حق کہتے ہیں جو محبوبِ خدا ﷺ کو کامل مسلم نہ سمجھے اور آپ کی تہذیب کا شیدائہ ہو۔ آپ ہذا اسی نہ منڈائیے۔ آپ ان نادانوں کی بات پر عمل کریں

کے تو گناہگار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہدایت فرمائی ہے۔ ہم نے تم کو دین کے ایک خاص طریقہ پر لگا دیا ہے اسی طریقہ پر چلتے رہو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو ظلم سے نا آشنا ہیں۔ (سورۃ حانیۃ) (ماحول از فتاویٰ رحیمہ: ۲/۳۹۸)

ظالم ظلم سے باز نہ آئے تو کیا تدبیر کی جائے:

ایسے شخص کے متعلق قرآنی تعلیم یہ ہے کہ دونوں میں عداوت دور کرنے اور اتفاق و باہمی محبت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور ایک گروہ ظلم و زیادتی پر کمر کس لے تو دوسرے مسلمان خاموش ہو کر تماشہ نہ دیکھیں بلکہ جس کی زیادتی ہو تمام مسلمان متفق ہو کر اس کا مقابلہ کریں۔ یہاں تک کہ ظالم مجبور ہو کر ظلم و زیادتی سے باز آ جائے جب یہ باز آ جائے تو عدل و انصاف کے تقاضے کو سامنے رکھ کر ان دونوں میں صلح و صفائی اور میل ملاپ کرا دو۔

(سورۃ حجرات)

اور حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا تمہیں نجات نہ ملے گی تا وقتیکہ ظالموں کو اپنے ظلم سے باز نہ رکھو اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا تم امر بالمعروف کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح مسخ کر دیے جائیں گے جس طرح ان لوگوں کے کر دیے گئے اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہوگی جس طرح ان پر یعنی بنی اسرائیل پر ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

انصر احاک ظالماً او مظلوماً

تم اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم سوال کیا گیا یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو کریں مگر ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روک دو۔ (بخاری شریف: ۱/۳۳۱، پارہ: ۹)

اس زمانہ میں ظالم، ڈاکو، بد معاش، چور کو اور دیگر جرائم پیشہ افراد کو کھلے عام جرم کرنے کی جرأت اس لیے بھی ہوتی ہے کہ ظالم کے خلاف آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے، بھرے بازار میں کسی کو قتل کر کے مال لے کر روانہ ہو جاتا ہے، لوگ تماشہ بین بن کر دیکھتے رہتے ہیں، یہ اسلامی تعلیمات کے سر اسر خلاف ہے۔

بوسیدہ اور اراق کا حکم:

پراگندہ اور اراق بوسیدہ قرآن مجید کو دفن یا دریا برد کیا جائے یا کس طرح تیز دیکر اور اراق انگریزی اخبارات وغیرہ کی (جن میں بعض مواقع پر آیات اور انگریزی کتب یا اخبارات وغیرہ میں تصاویر بھی ہوتی ہیں) کس طرح کتب کیا جائے؟

قَالَ فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرَةِ . الْمَصْحُوفُ إِذَا صَارَ خَلْفًا لَا يَرَاهُ
وَيَخَافُ أَنْ يَضِيعَ يَجْعَلُ فِي حُرْفَةٍ طَاهِرَةٍ وَهَذِيئَةٍ وَتُفْنِ لَوْلَى مَنْ
وَضَعَهُ مَوْضِعًا يَخَافُ أَنْ يَفُتَّ عَنْهُ الْجَدَّةُ لَهُ . (٦/٢١٦) وَفِيهِ .
الْمَصْحُوفُ إِذَا صَارَ خَلْفًا وَفُتَّ عَنْهُ الْقِرَاءَةُ مِنْهُ لَا يَحْرُفُ بِالنَّاسِ الْإِشَارَ
لِلشَّيْءِ إِلَى هَذَا وَبِهِ نَأْجِدُ أَه .

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو تو دفن کر دینا چاہیے طاعتاً منکباً جو سب سے باقی اور اراق جن میں قرآن کی آیت یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نام ہو اس میں سے آیت، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نام نکال لینا چاہیے ان کو دفن کر دیا جائے اور اور باقی کو جلادینا جائز ہے، مگر قرآن اور اللہ تعالیٰ کے نام کو اس طرح دفن کیا جائے جس طرح بظنی قبر میں مردہ کو رکھا جاتا ہے تاکہ اس پر ٹپ نہ پڑے۔

وَبِإِسْحَاقَ لَهُ "لَا لَهَ" الْوَسْنِ وَفِي يَحْتَاجُ إِلَى أَهْلَانِ التَّرَابِ عَلَيْهِ وَفِي
ذَلِكَ نَبْعٌ تَحْفِيزُ الْإِذَا جَعَلَ مَوْضِعَ سَقْفٍ يَجْعَلُ لَا يَجْعَلُ التَّرَابِ عَلَيْهِ
فَهُوَ حَسَنٌ أَيْضًا كَمَا فِي ظَرْفَاتِ أَه . عَالَمِ الْكَبِيرَةِ

(ماخوذ از اعداد الاحکام: ٢٩٤/٤)

کفار سے دوستی اور میل جول رکھنے کا حکم:

کفار سے معاملات بیع و شراء اجارہ وغیرہ جائز اور ضرورت ظاہری میل جول میں بھی مضائقہ نہیں، باقی بلا ضرورت میل جول کرنا جائز نہیں اور رابطہ محبت و دوستی بھی جائز نہیں باقی معاملات ہر حال میں جائز ہیں۔

ہندوؤں کے تیار کردہ کھانے کا حکم:

ہندوؤں کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی، اسی طرح منجائی اور تھی وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے لیکن گوشت کھانا جائز نہیں، کیونکہ ان کا ذبیحہ حرام ہے۔

﴿ جہدِ محاملت کے شرعی احکام جلد ثالث ﴾

بندہ دوس کی نیز دوسرے کفار کی دعوت قبول کرنا اس شرط سے جائز ہے۔ ممانے کے ساتھ کوئی حرام چیز شامل نہ ہو اور نہ کھانے کی مجلس مانج کا نا وغیرہ کی ہو۔

کدامی الدر المختار والشمسی من فحضر الاما حہ
پھر بھی بہتر یہی ہے کہ شرکت سے استراذ کرے، کفار و مشرکین کے ساتھ کھانے کے متعلق فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ کہیں اتفاق سے گھر جائے اور ضرورت سمجھے تو مضائقہ نہیں مگر بلا ضرورت شریک ہو یا عبادت ڈال لینا جائز نہیں۔

لما فی العالم المگیرية : ان ابتلی المسلم مرة او مرتین فلا بأس به،
واما القدوم علیه بمکره کذا فی المحيط . حنبلیہ کتاب المکراهیة

(إمداد المفتی ص ۶۵-۶۱)

قادیانی مانگتے ہیں کہ مسلمان ایک آدم مرتبہ کفار کی دعوت میں شرکت پر مجبور ہو جائے اور مجبورہ شرکت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ہمیشہ اس کی عادت ڈالنا مکروہ ہے۔
کافر کی عبادت و تعزیت:

کافر کی عبادت جائز ہے اور جب مرجائے تو اس کے وارثوں کی تعزیت بھی جائز ہے مگر تعزیت اس مضمون سے کی جائے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بھتر بدلہ عطا فرمائے لیکن کافر کے پٹانے کے ساتھ اس کے مرگھٹ تک جانا جائز نہیں کیونکہ اس میں دیکھ کافر کی عظیم و بکرم ہے اور وہ مستحق تنظیم نہیں۔

نیز جتنا کہ کے ساتھ جانے کا ایک مقصد شفاقت کرنا بھی ہے اور ظاہر ہے کافر شفاقت کا اہل نہیں۔

قال فی العالم المگیرية : الباب الرابع عشر من المکراهیة ولا بأس
بعبادة لیهودی والمصرانی وفي المحوسی اختلاف کذا فی التہذیب
وبجور عبادة النسمی کذا فی التبیین الی قوله وایذا مات الکافر قال
لولوده او قریة فی تعزیتہ : علف اللہ علیک خیر امه واصفحت ای
اصحک بالاسلام الخ . (عالمگیری کشوری : ۲۲۸/۱)
وصرح باهانة عبغة الکافر فی حناظر الشامی والدر المختار

حسب فانی فیعینہ علیہ السلام۔ حشر۔ ۱۰۔ ایضا فیہ ملاحظہ فرمائیے :
 کہ کہیں کہ قربت عباد میں بعض امور نہ ہوں وہ نہ قربت عباد میں نہ کہ

پیر (شخص) : ۱۰۹۲

قادیانی کی تمیز و تمییز اور اس کے نکاح میں شرکت:

اس مسئلہ میں ایک سوال درج ذیل ہے:

سوال ۱۔ کسی قادیانی کی تمیز و تمییز میں: پروہنت حصہ لینے والے مسلمان کے حق میں یا نہیں ہے؟

- ۱۔ قادیانی کی شادی میں شرکت نہ کرنا اور اگر کیا ہے؟
- ۲۔ جو کہ قادیانی کی مسلمان کے لیے کسی ہے؟
- ۳۔ علماء دین کے فتویٰ کو غلط بتاتے والے اور توحید کرنے والے کے لیے کیا حکم

ہے؟

- ۴۔ عزیز واقارب دوست آشتیہ برادری کے بھائی اور مسلمانین قصبہ قادیانیوں

ساتھ کیا رہنا و کریں تاکہ وہ عنہ اللہ ما خوف نہ ہوں؟

- ۵۔ قادیانی کی شادی میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

جواب ۱۔ مرزا غلام احمد کے تمام پیروں نے خواہ کسی پارٹی کے ہوں، جمہور علماء اسلام کے اتفاق سے کافر و مرتد ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا یا شریک ہونا ہرگز جائز نہیں اور جو کوئی مسلمان شریعت پر وہ گناہ گار ہے تو پکڑ کر پھینک دیا جائے۔

- ۲۔ یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس سے لوگ ان کو مسلمان سمجھتے گئے ہیں اور ان کو اپنی گمراہی پھیلانے کا موقع ملے گا۔

فان الله تعالى: ﴿وَلَا تَعْبُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

۳۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ﴾

- ۴۔ ہرگز نہ کہانی چاہیے بالخصوص ذبح ان کا بالکل حرام ہے اس سے پرہیز ضروری

ہے۔

۵۔ ایسا محض سخت منہ بگاڑ ہے بلکہ اندیشہ کفر ہے تو پکڑ کر پھینک دیا جائے۔

شرح یہ فی تکفیر من ذلک عن صاحبہ ۱۰۰۰
 ۵. مسئلوں کو قاریانوں سے کسی قسم کا تعلق نہ ہو، شرعی و فنی، دینی و دنیوی، مذہبی و
 دنیوی، اور چہرہ شہادت اور قرابت بھی ہو۔ فقہ اسلام کے قطع کر کے اس سے تعلق نہ ہو۔
 کوئی چیز نہیں۔

۶. قادیانی مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ نہ عورت جو مرد مرتد کا
 نکاح کسی سے منع نہیں ہو سکتا۔

۷. قال فی المسئلۃ السخاۃ: ولا یصح ان یتکاح مرثدا ومرتدا احد

من الناس مطلقاً (مباح و ابدان المقصود: ص ۱۳۳)

قادیانیوں سے اختلاف:

مرزائیوں کے دونوں فریق قادیانی اور بدوی یا یحیی مرتد خاندان عن اسلام ہیں یا نہیں؟ اور
 ہیں تو مرتد کا کیا حکم ہے؟ مرتدین کے ساتھ اختلاف ویرناؤ کرنا محرم کون کی باتیں سننا، جسوں میں
 شریک ہونا سے منکحت کرنا ان کی شادی و فنی میں شریک ہونا ان کے ساتھ ماہیہ، تجارتی
 تعلقات قائم رکھنا، ان کو طائرہ رکھنا یہ امور جائز ہیں یا نہیں؟ تو ان کا حکم یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کا
 کافر مرتد ہونا اور اس کے اقوال و کلمات غیر محصور کا غیر مکمل الاولین ہونا الخیر من انفس ہو چکا
 ہے اور اسی لیے مبہور علمائے امت ان کی تکفیر پر متفق ہیں اس کی منسل جھٹکی کرنا بہتر مستقل
 رسالہ شمس احمد لفظ اب مصنف مولانا مرتضیٰ حسن صاحب اور اس کے انفس صیح می مکناہ
 اصح مصنف مولانا محمد سہیل صاحب اور مطبوعہ قادیانی ملوئے بتدویر اور تلافی قادیانی جس میں
 ضلع بمبئی کے ملوئے تانکڑوں، اختراع تصدیق ہیں۔ ماہانہ قادیانی ہاں۔

چہرہ مرزائیوں سے دونوں فرقے قادیانی اور بدوی اتنی بات پائے ہیں کہ وہ اسی وجہ
 مسلمان بلکہ مجدد و مصلح اور مسیح موعود تھا، اور ظاہر ہے کہ کسی کافر مرتد سے تعلق بعد اس وقت کہ
 معلوم ہو جائے کہ اپنا عقیدہ رکھنا خود کفر ارتداد ہے۔ اسے بلاشبہ دونوں فرقے کافر و مرتد ہیں
 اور اب تو ماہور یوں نے جو تحریف قرآن اور انکار ضروریات دین کا خاص طور پر ہوا، انھیں ہے اس
 کے سبب اب وہ اپنے کفر و ارتداد میں مرزا صاحب کے ہم پل ہونے سے مستثنیٰ ہو کر خود ہنرارت
 ارتداد کے طہر دار ہیں اس لیے دونوں فرقوں سے عام مسلمانوں کا اختلاف اور ان کی باتیں سننا،

جسوں میں شریک بنایا ان کو جلتے میں شریک کرنا اشدائی و فی اور کھانے پینے میں ان کو شریک کرنا سخت گناہ ہے اور نہ کھت قطعاً حرام ہے اور جو کچھ چڑھ بھی لیا جائے تو کفار منع نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر انعقاد کفار کے بعد مرؤئی ہو جائے تو نکاح فوراً ناسخ ہو جاتا ہے البتہ تیماردی تعلقت سے اور طرہ امت میں۔ ہتایا لازم رکھنا بغیر صورتوں میں چڑھ ہے۔ بعض میں وہ بھی ناجائز ہے اس لیے بلا ضرورت شدید اس سے بھی احتراز ضروری ہے۔ (مسودہ: امداد العفتین: ص ۱۰۶)

قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ تحریمی ہے:

قبلہ کی طرف پیشاب پانا مکروہ تحریمی ہے۔ درمیان میں ہے:
و یکرہ تحریماً استنبال الغبۃ بالفرج و کذا استدہارھا فی الاصح اسی ان نزل کما کرہ مدر حلیہ فی نوہ أو غیرہ البھا۔ ای عمدا لانہ لاء ذلاد الخ۔

البتہ قبلہ کی طرف پشت کرنے میں کوئی مرج نہیں۔ (امداد العفتین: ص ۱۳۵)

پچھلے کو مارنا ثواب ہے:

پچھلے اور گزشت دونوں کا مارنا باعث اجر و ثواب ہے احادیث میں "درغ" کا حفظ ہے جو دونوں کو شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے مارنے پر اجر و ثواب کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ آتش نمرود میں پھونک، رگڑاس کو تیز کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ضرر پہنچانے میں تعاون کر رہی تھی۔

عن ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضرب عظمیٰ ابراہیم علیہ السلام و یضرب عظمیٰ ابراہیم علیہ السلام و یضرب عظمیٰ ابراہیم علیہ السلام

(بخاری: ۴۷۴/۱)

ام شریک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رگڑت و پچھلے قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ سے تیز کرتے تھے بے پھر تک مارا نہ تھا۔

و عن امی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فکس و زعمی لولہ ص۔ بۃ کتبت نہ مائتۃ حسنة و فی الثبۃ دون ذلک و فی الثبۃ دون ذلک۔ (مسلم: ۲۳۶/۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے چھپکلی کو ایک مرتبہ میں قتل کر دیا اس کو سو نیکیاں میں ملتی ہیں اور جس نے دوسرے مرتبہ میں مارا اس کو بھی ثواب ملے گا اور جس نے تین مرتبہ میں قتل کیا اس کو بھی ثواب ملے گا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قتل وزغۃ بصریۃ الاولیٰ کانت لہ کذا وکذا حصۃ فکان قتلہا فی البصریۃ الثانیۃ کذا لہ کذا کذا حصۃ وہی الذاب عن ابن مسعود وام ثریث وحایت ابی ہریرۃ حذیث حسن صحیح .

(ترمذی، ۱۰/۲۷۳)

قال الإمام الغرطبي رحمه الله تعالى: وقال كعب وقتادة والزهرري وسلم بنی ومنتذابه إلا اقلهات عنه إلا الورع ملانها كانت نفع عليه فلذلك امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتلها عليه فلذلك امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتلها ومناه موبقه
الجامع للاحكام لقرا ۳۰ ۲۱۱، ماجد ار حسن الفتاوى ۸۷/۸۰ مع اضافہ
قتل خاشک پی شاپ کرنا:

قتل خانہ میں پی شاپ کرنا کیسا ہے؟ جبکہ فرش پختہ ہو، پی شاپ کر کے اس پر پانی بہا جائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ کوئی شخص اس طرح پی شاپ کرنا جائز تو ہے مگر اگر از بہتر ہے کیونکہ اس سے اس کا دل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

فماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یولی احدکم فی مستحمہ لم یغتسل أو یتوضاء فیہ مایا تعامۃ یوسوس منہ

(ماجد ار حسن الفتاویٰ مع اضافہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی قتل خانے میں پی شاپ نہ کرے بھرا کہ نہیں غسل یا وضو کرے کیونکہ عام طور پر اس سے دوسرا پیدا ہوتا ہے۔
انکیشن کے ذریعہ جانوروں کو حاملہ کروانے کا حکم:

معنوی طریقہ سے انکیشن وغیرہ کے ذریعہ گائے، بھینس وغیرہ کو حاملہ کرنے میں شرعاً کوئی

نے ہم سے دینے والے کی باری آتی ہے تو اس کی آمد بھی وہی لوگ کرتے ہیں جن کی آمد پہلے یہ کر چکا ہے۔ لہذا اس کی ضرورت اور اس سے زیادہ دیر یہ کوئی آدمی سمجھتا ہے تو غیبت ہوائے یہ قرعہ ہے۔ جب یہ قرعہ ادا ہو گا تو اپنے ساتھ دوسرے حیدر قرعہ بھی لے کر آئے گا۔ اس طرح یہ قرعہ ایک طرح کا قطع لائے والا دین گیا اور یہ سوئی ایک صورت ہے۔ یہاں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں قرآن کریم کی اس آیت ﴿وَمَا يَسْمِعُ بِهِ﴾ سے یہ ثابت کیا ہے۔

(معارف القرآن: ۶۳۸) (ترجمہ المعانی: ۱۵۰۱)
اس مذکورہ بالا تفصیل پر مفسرین کے اقوال فقہاء کرام کی مہر اٹھا دیے و آثار کی تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ یہ لیکن دین قرعہ ہے اس پر لٹنے کی زیادتی سوائی ایک صورت ہے لہذا یہ رسم ناجائز اور حرام ہے۔

تمام لوگوں کو اس رسم سے بچنا واجب ہے اور کسی کے مذہب کی رقم باقی ہو تو ان پر ضروری ہے کہ وہ فوراً اس رقم کو ادا کریں اور اگر خود کسی سے لی گئی ہے تو اگر وصول کرنا چاہے تو وصول کر لیں ورنہ معاف کر دے اور اس سے احتساب کرے۔

التفاخر بالنسب

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی ایک تحریر میں خدمت ہے
زناک و لم یبت خداوند پاک تو اسے بلند و بالا کی کن چو خاک
تفاخر بالنسب کا سب سے زیادہ چرچا عرب جاہلیت میں رہا جس کو آدمی نے آکر منایا۔
پھر قرون مابعد میں مسلمانوں میں وہ بارہ یہ بلایا ہوا ہوئی۔ لیکن یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کو اعتقاد سب ہی پر اجائز ہیں خواہ غفلت کی وجہ سے جتنا ہو جائیں اس لیے اس بحث میں زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں۔ چند احادیث اور اقوال سلفہ کو بطور تذکرہ ذکر کر دینا کافی ہے۔
ارشاد نبوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرماتے ہیں کہ: **فخر فی نسب** نے فتح خدا کے روز طواف سے غارت ہوئے گا۔ بعد ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آخرت میں سب جامعیت اور غور و تحقیق فرمایا۔“

(اب) انسان کی (مصدقہ) شہادتیں ہیں، ایک نیک فعل اور دوسرے نیک عزت والا ہے اور دوسرا فاسق و فاجر اور وہ اللہ نے نیک و فاسق میں ہے۔
(الغرض) اور عزت والے اللہ کے نزدیک تقویٰ و عمل صالح ہے، نیک و فاسق نہیں) سب آدمی معصرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور یہ پندہ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے کسی سے پیدا فرمایا اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي بُيُوتِكُمْ ۚ وَكُلُوا وَشَرِبُوا لَا تُفْسِدُوا ۚ وَكُلُوا وَشَرِبُوا حَتَّىٰ تَذَكَّرُوا ۚ﴾

یہ حدیث ترمذی اور ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے۔ (ترغیب روح المعانی ۱۳۸/۳)
حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جب الوداع میں ایام تشریق کے درمیان ایک خطبہ دیا جس کے بعض کلمات یہ تھے
”اے لوگو! تمہارا مال، تمہارا دھرم، تمہارا گھر، تمہارا ایک ہے، اسی عربی کو تمہاری پراگھی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور تمہاری کا لے لو گھر سے پر نہ گورے۔ کوکالے پر مگر تقویٰ کے ساتھ۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي بُيُوتِكُمْ ۚ وَكُلُوا وَشَرِبُوا لَا تُفْسِدُوا ۚ وَكُلُوا وَشَرِبُوا حَتَّىٰ تَذَكَّرُوا ۚ﴾

پھر جہل میں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں نے غم خداوندی اچھی طرح پہنچا دیا نہیں؟
لوگوں نے عرض کیا: ہاں، آپ نے فرمایا کہ تو جہل میں یہ نصائح غائبین تک پہنچا دیں۔

(صحیح - ابن مردودہ، روح ۱۶۸/۹)

حضرت مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
”تم سب قوم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے، جو قوم ہو جائے
کما ہے آباء و اجداد پر فخر کرنے سے باز آجائے اور نہ اللہ کے نزدیک وہ نہاست کے کیڑوں سے
بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے۔ (رد الواعظ، منہ دروہ ۱۳۸/۹)

فخریہ انساب پر آنحضرت ﷺ کی حبیب اور ابو ذر غفاریؓ کا قابل تقلید عمل:

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کے ساتھ کسی معاملہ میں گفتگو ہوئی
اور ان کی زبان سے نکل گیا ”یا ابن السوء“ (اے بدعشر) نے سنیے نے من مایا فرمایا

بَابُ ابْنِ طَلْفِ الصَّاعِ الْفَصَّاعِ نَسَبُ لَامِ الْفَصَّاعِ عَمِي ابْنِ

مُسَوِّدَاءُ فَصْلٌ

اے ابو ذر! تم سب ایک ہی پوتہ کے ناپ ہوئے (برابر سوا) سو۔ یعنی ایک ہی باپ کی اولاد ہر کسی کو سہ کو کا لے کر کوئی فضیلت نہیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی کہاں تاپ لائے تھے کہ ان کی کوئی حرمت سرور عالم ﷺ کے خلاف مزاج واقع ہو، لفظ مذکور کا زبان مبارک سے سننا تھا کہ فوراً زمین پر پڑ گئے اور اس شخص سے جس کے متعلق نامہ الفاظ نکل گئے تھے، عرض کیا کہ کھڑے ہو کر میرے چہرے پر حیرت رکھو۔ یہ واقعہ احیاء العلوم میں مذکور ہے اور تاریخ طبری میں بحوالہ مسند احمد اس کی تائید کی گئی ہے۔ (احیاء العلوم ۳: ۳۰)

حسب و نسب پر فخر و مردار، دوسروں کی تحقیر کے متعلق حدیث تفسیر اور اخلاق و سیر مختلف فتووں اسلامیہ کی کتابوں میں مذمتوں اور تہاکیب کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے اور بلاشبہ وہ شخص جو کوئی ذاتی کمال نہیں رکھتا محض شرافت نسب پر فخر کرتا ہے اس کی مثال ٹھیک ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی مردہ کے حلق میں خیرہ مردار دید و مال دے یا کسی سڑے ہوئے مردہ کی گردن میں گراں قدر جواہرات کا ہار لٹکا دے تو اس سے نہ مردہ جس کوئی قوت پیدا ہوگی اور نہ سڑے ہوئے مردار میں کوئی نفعیت۔

یہ مثال اس جگہ اس لیے بھی زیادہ چسپاں اور صحیح ہوگی کہ جس طرح مردہ بے جان میں خیرہ مردار دید اور عقد جوہرات کے بے سود اور بے کار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چیزیں بالکل بیکار ہوں اسی طرح اس جگہ بد اعمالی اور بد اخلاقی کے ساتھ شرافت نسب کے بیکار رہنے کا اندوہ ہونے سے بھی شرافت نسب کا مطلقاً غیر مفید و بیکار ہونا لازم نہیں آتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ شرافت نسب ایک نعمت نسب ہے مگر اس کے مفید ہونے کے لیے اپنے ذاتی اعمال و احوال کا کافی اخلہ درست ہونا شرط ہے۔

اس لیے جس شخص کو نہ ذاتی شرافت نسب کی نعمت و مدد فرمائے اس کو نہ نسبت دوسروں کے اور بھی زیادہ صلاحات اعمال و اخلاقی کی طرف توجہ کرنی چاہیے کیونکہ اول تو اس نعمت کا اخلہ اور ٹھکر یہ یہی ہے۔ دوسرے بزرگوں کی صرف نسبت جتنی زیادہ ہے اتنی ہی اس کی ذمہ داریاں زیادہ

ہیں اور ہم بہت ہی اذیت دیتے ہیں۔ جس سے بدنامی کے باعث جمع سے بچیں۔

الانساب الی غیر الانساب:

اس معاملہ انساب میں روایت ہے کہ بعض لوگ انساب یا بنی صیور کے چنے چپ کو دوسرے انساب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ایک قوم میں سرگرم ہے۔ اپنے آپ کو اندری ثابت کرتے اور انساب انصار سے جو ملائے تو دوسری قوم کے رہنے لگے۔ اپنے آپ کو قریش میں داخل کر لے۔ تیسری یہ چاہتی ہے کہ راجہ بن کر عرب میں داخل ہو جائے مگر اس گھر میں ہے کہ اپنے آپ کو گھٹا حد یعنی یا ذرونی و گھٹا ملوئی ظاہر کرے تو کوئی سید بننے کے رہ پے ہے۔

درخت رس کا تنہا و غرور ہے جو فی نفسہ بھی گناہ گیارہ ہے اور اس کی سب سے یہ نسب پرانا مستقل دوسرا کبیر و ثناء ہے اور بیٹ سچو صریح میں اس پر سخت و تہدید اور ہوئی ہیں میں سے بعض کے ترجمے ذیل میں درج ہیں

حضرت سعد بن ابی وقاص اور ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

میں انہی نہیں غیر ایہ وہو یعلم نہ غیر ایہ فالخفة علیہ حرام۔

(روایت بخاری از مسند و سو داؤد ابی صالحہ نمبر ۱۰۷۰۳)

جو شخص اپنے آپ کو اپنے چپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب راہ چپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔

اور ان مضمون کی ایک حدیث بخاری و مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور حضرت علی کریم اللہ وجہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ بخدا اہم سے پاس سوائے اس کتاب اللہ کے اور کوئی یا قرآن نہیں جس کو ہم پڑھتے ہوں البتہ رسول اللہ ﷺ کا نیک و ناموس ہے اس میں چند احکام مذکور ہیں جس کو کھس کر نکالنا اس میں تجملہ دوسرے احکام کے ایک یہ بھی تھا

وہ انہی نہیں غیر ایہ وہو یعلم نہ غیر ایہ فالخفة علیہ حرام

وہ انہی نہیں غیر ایہ وہو یعلم نہ غیر ایہ فالخفة علیہ حرام

میں ہے۔

(۱۰) انس بخاری، ج ۱، ص ۱۰۱، حدیث ۱۰۱۰۰۔ (ترغیب: ۱/۴۰۱)۔
 جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے یا آزاد کرے، وہ کلام اپنے
 ”پاپ“ کو اپنے آقا کے قبیلہ کے سوا اور قبیلہ کی طرف نسبت کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور
 فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ان سے اس کا فرض قبولی فرماتے لگاتے تھے۔
 اور میں مضمون کی مدد سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابوہریرہؓ میں اور عبد اللہ بن عباس رضی
 اللہ عنہما سے منہ احمد بن حنبلہ وغیرہ میں بھی مروی ہے۔

حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ عنہ کی اپنے دوا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
 ”انسان کے نزدیک کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ کسی نسب سے تہری کرے یا آزاد کرے اور جو نسب ہوئی اس
 پر وہ ایسے نسب کا دعویٰ کرے جس میں اس کا سوا معروف نہیں مانا جاتا۔“ (مجموعہ احمد اور طبرانی
 وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (ازترغیب: ۳/۸۸)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو
 اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف منسوب کرے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ حالانکہ اس
 کی خوشبو سب سے مساخت سے محسوس ہوتی ہے۔ (مسند احمد وابن ماجہ ازترغیب: ۳/۸۸)
 حضرت محدث ابن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من ادعی نسباً لا یعرف کفر باللہ او انشع من — ب وان ذق

کفر باللہ۔ (رواہ الطبرانی الاوسط ازترغیب: ۳/۸۹)

جو شخص کسی ایسے نسب کا دعویٰ کرے جو اس کے لیے معروف نہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا
 (یعنی نافرمانی کی) اور کسی نسب سے تہری کی اگرچہ واقعی نسب ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا۔
 احادیث مذکورہ کی اس قدر سخت وعیدوں کے سننے اور سمجھنے کے بعد بھی کیا کوئی مسلمان نسب
 بدلنے اور خلاف واقع طے کر کے پر جرات کرے گا؟

بزرگوار کوئی تبدل کرنے اعتقاد ایسی ہر ہا کروان درین و میرداشتن

بعض نسب بدلنے والوں کا عقدرنگ:

کہا جاتا ہے کہ کثیر اپنے والدین کا نام جو تجارت عرف میں جو ہے یہ نام مستحکم و گمراہ ہے

کیونکہ یہ لفظ دراصل سنسکرت زبان کا ہے جس کے معنی ظالم کے ہیں اور برے ناموں کے رکھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے۔ اس لیے ہم اپنے کو بجائے جولابا کے انصاری کہتے ہیں اور جب مناسبت یہ ہے کہ پیشہ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی تھا۔ الغرض ہم اپنے کو انصاری پر مشیت نسب نہیں کہتے بلکہ یہ مشیت پیشہ کہتے ہیں۔

لیکن انہیں معلوم ہوتا چاہیے کہ اس کو یہ غلط ہے کہ جولابا کے معنی اردو میں مستنکر و منحرد ہیں کیونکہ اصل لفظ چاہے سنسکرت کا ہو یا کسی اور زبان کا اور معنی ظالم کے ہوں یا کچھ اور لیکن ارادہ اس کا معلوم اس سے زائد نہیں کہ گھرا، بچے والے کو جولابا کہتے ہیں اور ماسوں کے مکروہ و مستنکر ہونے کا اعتبار اس زبان کے اعتبار سے ہوتا چاہیے جس زبان کا لفظ تکبر و متعال کیا جاتا ہو۔ اس لیے اردو زبان میں یہ لفظ کوئی مکروہ لفظ نہیں خواہ سنسکرت میں اس کے معنی اتنے ہی فحش ہوں۔ علاوہ ازیں اگر ہمیں باعث تھا تو کوئی اور نام جیسے فور باف یا فندہ وغیرہ رکھ لیتے۔ لفظ انصاری جو ایک خاص خاندان کے لیے بولا جاتا ہے اور اس معنی میں شہرت پا چکا ہے اس کو اپنا لقب قرار دینا عرف عام کے لحاظ سے اس کی نسب کا نامی جتنا ہے۔

اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ غیر نسب کی طرف بچے کو منسوب کرنا سخت حرام اور وعید شدید کا موجب ہے اور اگر بالفرض کسی کی نیت دعائے نسب کی نہ ہو بلکہ محض پیشہ کے لحاظ سے نسبت کرنا مقصود ہو تو کم از کم لباس اور مخاطبہ سے خالی نہیں۔

جیسے کوئی نبی اور رسول اپنے آپ کو کہتے گئے اور معنی یہ مراد لے کر جس خبر اپنے والا قاصد ہوں تو شرعاً اس معنی سے بھی اپنا لقب نبی اور رسول رکھنا حرام ہے، کیونکہ القاب کا سبب ہے۔

نائب ہوں تو کچھ ذکر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ مشاء ان نسبتوں کے تقرر اور القاب کے اور رد و بدل کا دعویٰ ایک مرضی لا علاج شخص تکبر و تعالیٰ ہے جو خود حرام اور ناجائز ہے۔

اور جو اس کے بعد بھی عزت فانیہ موجود پر عزت ابدیہ یاقیہ کو قربان کرے وہ مسکین کا حق رجم ہے۔ اس کی حق روافش پر تنزیہ کرنی چاہیے کہ کس ترغیر اس مایہ کو اس قدر سستادے دیا۔

میں تو جتنا کہ میں کا کہہ نہ ہوا عزت کا دین کے بدلہ میں ملتی تھی تو سستی کیا تھی اور تجربہ تو یہ ہے کہ اس طرز سے عزت فانیہ بعد یہ بھی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس قسم کے لوگ اور بھی زیادہ نظروں سے گزر جاتے ہیں۔

مزید ہے کہ اگر دانش مند بہت سے ہوں گے تو ان کی عقلی حرکت ہی نہ
اور اگر خداوند عالم اور ان کے پیروں سے مطافہ نہیں تو انسان کی انھیں ایسی عقلی حرکت ہی نہ
جس سے یہ بات روزگار کی طرح شاہدیں آگئی ہے کہ اگر عقلی حرکت وراثت سے خواب
و خیال میں نہ قسما قسما ہو سکتی کہ اس کے حصول پر کچھ یا عدم حصول پر کچھ نہیں کرتے۔

ایک شدم چہ شد، آہاں شدم چہ شد کشم خلق نہیہ یارس شدم چہ شد
 کج خلق اوریں گلستان قرآنہ شد جانر بہر تندی مافریں شدم چہ شد
 اریہ بات آنکھوں نے، مئے آہائی ہے "ا" سہاگن وہی شہہ ویاچہ ہے" عزت وہی عزت
 ہے وہ درہ الہی میں رخ فرما کرے اور وہی نے وہ عزت ذات اور الہی کی مراد وہ در مقام غور
 ہے۔

[illegible]

انجمن خیریت

کہ یہ عزت ہے کہ باقی تری کھال میں چلے۔ نیت اس میں ہے کہ مجھے عزت دل میں چلے۔
 ﴿يَسْفِرُ سَوَاسِهِمُ الْعَرَاءُ فَإِنَّ الْعَرَاءَ لَهُ حِمْيٌ﴾

کیا وہ لوگوں کے پاس عزت وصول کرتے ہیں بے شک عزت تو تمام اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

حقیقی عزت و ذلت نسب کے تابع نہیں:

اور اگر کسی شخص کو ایسی مقصود ہو کہ دوسروں پر فضیلت و فوقیت حاصل کرے تو اس کی بھی یہ صورت نہیں کہ اپنا مسمیٰ نسب چھوڑ کر دوسرے نام یا نسل سے ملے۔ پنے آپ کو داخل کرتا پھرے اور اس کی کوشش میں رہے کہ عید قرآن کا جہاز کے کوکن اوپننگے نسب نامہ شایانہ نام درج کر دے جسے آئی کل بہت سے لوگوں کو یاد تھا پیش کیا ہے ۔

یہ حق ہے۔ یعنی جیسے اور قرآن نے منع نہ کئے کوئی انصاری جتنا ہے کوئی قریشی اور کوئی رملی بلکہ عزت و تقویٰ کی چیز، مہم اور حسن اخلاق اور احسان و اہتمام میں ایسا نہ تھا۔ کیا رہے ہیں۔

حضرت بدایہ علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو اس کی شہادت اور

اچھے نسب کے ایک ان سے بیڑ بھونے کو اپنا خیر سمجھیں گے۔ یہی وجہات ہے کہ جس نے بیڑ بھونے کا شائبہ کو اپنی ذاتی نسب کے دشمنوں کے آگے بھجوا دیا۔ اور یہی وجہات ہے کہ جس نے بارہن رشیدہ اور ان کے دونوں سے بیڑ بھونے میں اور عاصیوں کا رتبہ گدائی سے اتر دیا۔ انکے من نفس و حسد اللہ سے اور ان سے پر آتے تھے اور یہی وہ تاج سلطنت ہے کہ جس نے نہ بھونے کے لیے بہت سے آدمی اور بادشاہوں کے ہاتھ میں کاڑھ گدائی کر دیا۔

(مستند: جامعہ نعیمیہ ۱۰۰: ۶۰۰)

لے پالک کا حکم:

بعض لوگ خضاب لہجے سے لڑائی محبت سے محرم ہوتے ہیں اب وہ ازار کے شوق میں کسی دوسرے سے بچنے کو دیتے ہیں ان میں شرعی لحاظ سے غی غرائیوں سے بچنے کی ایک اہم مسئلہ اس کے نسب بیان کرنے کا ہے قصیم کے طہر میں مختلف سرکاری محکموں میں صل باپ کی بجائے گود لینے والے کا منگوا دیا جاتا ہے حالانکہ فیہر باپ کی طرف نسبت کا بڑا گناہ ہوتا اور پرندہ گور ہو چکا ہے نیز ممالک کے سفر کی ضرورت پیش آنے کو چھوڑت سمیت بہت سی جگہوں میں بھونتی نسبت تصور کی جاتی ہے۔

شرعی کے موقع پر باپ کے بچے کو دینے والے کا نام کچھ کر بھونتی نسبت کی جاتی ہے۔ تاہم اگر وہ بڑی گود لینے والے کے لیے اپنی بیوی کو تو نو سالی کے بعد اس سے اور اس کے دیگر رشتہ داروں سے پردہ کر کے فرض نہ جائے گا اور اس پر عمل بہت مشکل سے ہو جائے گا۔

اور اگر لڑکا ہو اور اس کی بیوی کا غیر محرم ہو گا تو جو غ کے ساتھ اس کی بیوی سے پردہ فرض ہو جائے گا اس پر عمل بھی مشکل ہوگا۔

تو گود لینے کا مکمل اگرچہ فی النفس جائز ہے لیکن ان خرابیوں کے پیش نظر احتیاط بہ حال اولیٰ ہے اگر کسی نے گود لینے تو ان خرابیوں سے بچنا لازمی و ضروری ہے۔

خضاب کا حکم:

یاد رکھئے کہ سوا دوسرے رنگوں کا خضاب علماء مجتہدین کے نزدیک جائز بلکہ مستحب ہے ورنہ خضاب کا لہجہ خالص ملا کا یا کچھ یا تو مالک جس میں قسم شامل کیا جاتا ہے مسنون ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ سے مسجد محمد شین کے نزدیک ایسا خضاب استعمال کرنا ثابت ہے صحیح بخاری میں عثمان

ہاں یہ اللہ عز و جل سے مراد ہے کہ اگر ہم سرورِ مطلق اللہ عز و جل سے پاس لگے تو انہوں نے ہمارے لیے نی کرے جس سے ہم کو اللہ عز و جل سے مل سکیں۔

[illegible]

ایک مرتبہ جب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱۰۸)

انجمن خیرات نے اس سے سفید بالورہ کی سفیدی کا بدلہ لینے پر اصرار کیا اور یہ ہے۔

سیاہ خضاب کا حکم:

سوال سوم: کتاب کا جائزہ؟

جواب: یاد رکھنا کہ استعمالِ خمر اور مٹی میں ہر فرد اور ہر مکتبہ فرائض کے چنانچہ صحیح احادیث میں سفید بالوں کے تبدیل کے لیے حناء (ہندی) اور کھمر (روہ) استعمال کرنے کی ترغیب اور خالص سیاہ رنگ استعمال کرنے پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر زمانہ میں کچھ لوگ آئیں گے جو کہوتوں کے چٹوں کی طرح سیاہ رنگ کا خضاب کر رہے گے۔ جنت سے اتنے دور کہے جائیں گے کہ اس کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے۔

ر' یو داکټر = ۱۰۰۰۰ روپۍ

وغير اینی الذریعہ، رمزی الاء، عذہ مرادو عاً مپ خدھب، ماسواد مسود

بِإِذْنِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

یہ سیاح خطاب استعمال کرے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا چہرہ زیادہ کر دیں گے۔

عَلَيْهِ صَلَواتُ رَبِّ الْعَالَمِينَ

فتح مكنی رد اسمہ کہ شیخانہ ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عبروا هذا شيء : وانضموا السوان : (معنهم : ابو داود ، نحاسي .

(c)

یعنی فتح شدہ کے روزِ محشر: اوقاتِ خدمتِ خداوندی کی خدمت میں اسے رکھے۔ ان سے
 دور از محس کے پاس محاسنِ گناہ کی طرح سفید تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان کی سفیدی کسی

جج سے تبدیل کرو دیکھیں سیاہ رنگ سے اجتناب برتو۔

بمستحب للرجل من خضاب قمصره ولحمه لبيء بونه وبكره

بالمواد (الفتاوى المحتررة على هامش روضة المحتررين : ٤٧٢)

(یعنی مرد کے لیے سر اور داڑھی پر خضاب کرنا مستحب ہے مگر سیاہ رنگ کا خضاب مکروہ تحریمی ہے)

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سر اور داڑھی میں سیاہ خضاب لگانا اور اسے شرعاً حرام ہے۔ کیونکہ کھانا وغیرہ اس پر وعید آئی ہے۔

حضرت مفتی عبد الرحیم لاہوری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال: سر کے بال جوانی میں سفید ہو جائیں تو یہ خضاب لگانا کیا ہے؟

جواب: سیاہ خضاب لگانا سخت گناہ ہے ادا بیٹ میں اس پر وعید آئی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ : ٢٩ : ٦)

جدید میسر کلر کا حکم:

آج کل میسر کلر کے نام سے جو ہندی کا رنگ چڑھا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جو میسر کلر بالوں کو خالص سیاہ کر دیں نہ صرف مکروہ تحریمی ہے بلکہ بڑے حدیث باعث لعنت اور جنت سے محرومی کا سبب بھی ہے۔ البتہ جو میسر کلر بالوں کو خالص سیاہ نہیں کرتے بلکہ سیاہی بالکل سرخ کرتے ہیں ان کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔

واضح رہے کہ یہ اس میسر کلر کا حکم جن میں حرام اشیاء نہ ہوں اگر حرام اشیاء ہوں تو ان کا استعمال مطلق حرام ہے خواہ بالوں کو خالص سیاہ کر یا نہ کریں۔

(صاحب روضة خضاب کا شرعی حکم فتویٰ دارالافتاء سوروی ٹاؤن)

مجاہدین کے لیے سیاہ خضاب کا حکم:

سوال: مجاہد کے بال سفید ہو گئے ہوں تو جہاد میں جاتے وقت دشمن پر عیب ڈالنے کی غرض سے سیاہ خضاب استعمال کر سکتے ہیں؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: دشمن پر عیب ڈالنے کی غرض سے جہاد کے موقع پر سیاہ خضاب کا استعمال بالاحتیاط محمود و مستحسن ہے۔

قال في الدخلة : ما الحصاب بالسواد للمزور ليكون اعيد في
عيس العدد . فهو محمود بالانعاف . وإن يزى نفسه النساء . مكروه
وعليه عامة المشايخ . (فتاوى شامی : ۱/۲۶۶)
وعبر واهذا الشبب واجتنبوا السواد قال الحنفی هذا هو حق
عبر نمرأة ولا يحرم من حقه للاحزاب . (فتاوى شامی : ۱/۲۶۶)

مروجہ حلیہ اسقاط :

مروجہ حلیہ اسقاط کے متعلق ایک مفصل سوال و جواب لکھ کر نقل کیا جاتا ہے
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانہ دین ہمیں اس مسئلے کے بارے میں
ہمارے علاقہ میں زمانہ قدیم سے رائج ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کو تدفین کے
لیے قبرستان لے جاتے ہیں تو نماز جنازہ کے بعد دو تین سو افراد کا ایک بڑا دائرہ بنایا جاتا ہے اور
اس بڑے دائرے کے اندر ایک چھوٹا دائرہ بھی بنایا جاتا ہے جس میں ایک عالم ہوتا ہے۔ یہ عالم
دارشویت سے چادر میں لپی ہوئی رقم جس پر ایک قرآن کریم بھی رکھا ہوتا ہے وصول کر کے پہلے
پھونکے دائرے میں اس کے بعد پھر بڑے دائرے میں ایک بار گھر کر حلیہ اسقاط کرتا ہے۔ ہر
شخص "قبلہ دو بیت تک" کہتا ہے جب کہ اکثر لوگ اس کے سنی و مفہوم سے واقف علی نہیں
ہوتے۔ اس کے بعد میت کے بعض ورثاء اور متفقین اکٹھے ہو کر رقم کی مقدار متعین کرتے ہیں اور
متعینہ رقم ہر شخص کو دی جاتی ہے جس کے بعد سب داہس چوتے ہیں۔

اس مروجہ حلیہ اسقاط سے کوئی بھی مشکئی نہیں، خواہ مرنے والا شیر خوار بچہ ہو یا نہایت "مفوک
الحاں کوئی فریب جو خواہ اس کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو ہر حال میں لازم تقوہ کیا جاتا ہے۔ مگر
میت نے ترکہ میں کچھ بھی نہ چھوڑا ہو تو اس کے ورثہ قرض لے کر اس کا اسقاط کرتے ہیں اور اگر
میت کے ورثہ بالغ نہ ہو تو بالغ ورثہ سے یہ رقم وصول کی جاتی ہے۔

شہرالح میں بعض اوقات اتنی رقم گھڑتے ہیں کہ آدمی بچہ بچہ خرش ہو جاتا ہے کیا یہ کرنے
سے فرہنج ماحق ہو جاتا ہے؟ نیز یہ بھی روای ہے حد درجہ کثرت شخص پر بھی یہ کرنا لازم ہے۔
مندرجہ بالا طریقہ کار اعمال تدفین کا لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسے ترک کرنے والا پر لعن
لعن کی جاتی ہے اس لیے بعض لوگ اس کو چھوڑنے میں شرم و عار محسوس کرتے ہیں۔

لہذا سو سے نزارش ہے کہ اس کے بارے میں ختم شرعی صادر فرما دیں۔ کیا اس قسم کا مس
جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس عمل کا مرتکب کتنا گنہگار ہوگا؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر میت سے غرض قوت لے لوں تو یہ اس کے لیے صدقہ و عطا
ہے یا واقعی یہ صحیح ہے؟ تقییس سے جواب مطلوب ہے۔ بیوقوف و

جواب یہ مرہط طریقہ و مجاز اور بدعت ہے۔ قرآن وحدیث و فقہ میں اس کا کوئی ثبوت
نہیں اور نہ ہی قرآن مشہور انباء وغیرہ میں اس کا کوئی وجود ہے۔

قال الله تعالى: ﴿لَا يَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾

نعمنی وراستہ لکم الاسلام دینا ہے

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

جو فعل رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا ہم اسے ثواب سمجھ کر کرنے لگیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ
نوعہ یافتہ حضور ﷺ نے دین کو پوری طرح نہیں سمجھ۔ ہم آپ ﷺ سے دین کے مسائل کو نہ
سمجھ رہے ہیں اور محاذ اعداء میں ﷺ الموم اکملت لکم دینکم ﴿یٰ اہل نبط ہے مریضیک
اہل حرف سے دین میں زیادتی کرنا سخت گناہ ہے۔

قال النبی ونبی اللہ علیہ وسلم "کس بدعة ضلالة"

علاوہ انہیں حیلہ استقامت کا جو مروج طریقہ ہے، یہ کئی مقاصد پر مشتمل ہے، اولاً اس میں حملہ
نقراء اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے تسلیم کتنی نہیں ہوتی، اٹانیا اس سے فساد عقیدہ لازم آتا
ہے کہ جو امام مومن پر دلیر ہو جاتے ہیں اور نماز روزہ کی پروا نہیں کرتے۔ ثانیاً اس کا یہ "نقز مکیا
جاتا ہے کہ اسے بھی کفن و فن کے اعمال میں سے ایک مستقل عمل سمجھا جا رہا ہے، جبکہ التزام کرنے
سے مروج بدعت مندوب کا مرہم ناجائز ہو جاتا ہے۔ کما صرح پنی الشامیہ وغیرہ راجح تہائی مال سے
فدیہ ادا نہیں کیا جاتا حالانکہ ترکہ کے تہائی حصہ تک فدیہ کی وصیت کرنا اور اس کا ادا کرنا لازمی ہے
اور تہائی مال سے فدیہ ادا کرنے کے بعد بھی فدیہ پائی رہ جائے تو اس حالت میں بعض فقہاء نے
حیلہ کی اجازت دی تھی مگر نئی زمانہ اقتصاد عقیدہ کی وجہ سے یہ بھی جائز نہیں۔

نیز مرہم حیلہ میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں تاباخ و ریختی کا بل بھی دیا جاتا ہے جبکہ
مالغ کا مال اس کی اجازت سے بھی کسی کو دینا جائز نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مرہم حیلہ استقامت مذکورہ بالا

نماز کی وجہ سے شرب خانہ جائز ہے۔

چند رسوم باطلہ اور بدعات مروجہ کا بیان:

۱. میٹ کے سر پر لٹاؤ نہ کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔

(احسن الفتاویٰ ۱/۲۶۶)

۲. میٹ کے سر و گھائی کی رسم بہت سے مفسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے واجب

الترک ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/۲۶۹)

۳. رکن کے بعد فی ظہر دعا کا ثبوت ہے، البتہ استراحت میں وقفہ عاماً مکتوب اور ایضاً دعا

مکروہ بدعت ہے۔ (موجود از احسن الفتاویٰ ۱/۲۲۸)

۴. مروجہ حیلہ استعاطہ ناجائز اور بدعت ہے، قرآن احدیث و فقہ میں اس کا کوئی

ثبوت نہیں اور نہ ہی قرون مشہور لہجہ اخیر میں اس کا کوئی وجود ہے۔

(احسن الفتاویٰ ۱/۲۹۹)

۵. میٹ کے گھر دعوت کا استراحت ناجائز اور بدعت ہے۔

(احسن الفتاویٰ ۱/۳۵۵)

۶. تقریر کی دعا میں ہاتھ اٹھا کر بدعت ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/۲۴۵)

۷. اپنے طور پر صدقات کاغذ یا سخاوت و شجاعت کی تصانیف وغیرہ کا ثواب میٹ کو پہنچانا

حدیث سے ثابت ہے، البتہ ایصالِ ثواب کے لیے اجتماع کا اجتناب ضروری کی تعیین کرنا بدعت اور

ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۲)

۸. ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی یا اُرت لینا دنیا و دلوں کا جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ ۱/۲۹۲)

۹. تقریر کے لیے مستغنی اجتماع کا اہتمام کرنا درست نہیں بلکہ اپنے طور پر

آنے اور اٹھ کر طور پر اٹھنے ہو گئے تو اس میں کوئی مریض نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۱/۲۹۲)

۱۰. مرحوم کی چوہ کے سوا وہ دیگر عزیز و اقارب کے لیے شش دن سے زیادہ سوگ منہ

جائز نہیں۔ (موجود از مکتبہ صفحہ)

۱۱. بعد از عیدین کے موقع پر کسی شخص کو رسم وادانہ کر کے طہارہ کرنا جائز نہیں۔

۱۲. قبروں پر بری شے کا زانی نقد اس کا ثبوت تو ہے لیکن لوگوں نے اس کو لازم سمجھ لیا ہے اس لیے یہ عمل بدعت ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ۳۷۱/۱)
۱۳. قبر کو ایک بالشت تک اونچا بنانا مستحب ہے اور اس پر کوئی عمارت نہ بنانی کرنا منع ہے اس سے اعتدال لازم ہے۔ (رد المحتار: ۲۳۷/۲)
۱۴. قبر پر حضرتیاں لگانا، قبر پر چادر ڈالنا یہ رسم بدعت ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ۳۷۴/۱)
۱۵. قبروں پر چرخ جانا جائز نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ، ص ۷۶ باب النساء ج ۲)
۱۶. قبر کو اینٹ اور چوڑے لکڑی سے منبوط کرنا جائز نہیں البتہ گارے سے لپٹا جائز ہے مگر اگر از بھر ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ۱۹۷/۱)
۱۷. قبر کو بوسہ یا بیضی عبادت و تعظیم کفر ہے اور بلایت عبادت بوسہ یا گنہ گری و کبر و ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ۳۶/۱)
۱۸. قبر پر علامت کے طور پر میت کا نام اور تاریخ وفات لکھنا جائز ہے البتہ کتبہ قبر کے سربانے سے کچھ بٹا کر لگایا جائے۔ (احسن الفتاویٰ: ۲۰۹/۴)
۱۹. قبر کے سربانے آیت قرآنیہ لکھنے میں ہے ادلی ہے اس لیے جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ۲۴۱/۴)
۲۰. اولیاء اللہ کے حزارات یا دیگر قبروں کا طواف ناجائز اور حرام ہے مخصوص تاریخوں میں یا مطلقاً کسی بھی وقت کیا جائے بر صورت میں ناجائز اور حرام ہے۔ (فتاویٰ حنفیہ: ۷۷/۲ بحوالہ ارشاد النبی: ۳۴۲)
۲۱. دوسری جگہ کی مٹی لاکر قبر میں ڈالنا چونکہ اس کا ثبوت نہیں ہے اس لیے بدعت ہے۔
۲۲. قبر پر حاضری دے کر بویا دورہ کرنا غیر اللہ سے مدد مانگنا بہر حال ناجائز اور حرام ہے آپسٹھکانہ فعلی ہے امن اسلام میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ حنفیہ جدیدہ: ۱۵/۱)

۲۲ قبر کے پتھر کس پر من فرما عقیدہ کی دلیل ہے اس سے ثابت ہے کہ وہ اس سے اجتناب لازم ہے۔

۲۳ بتاؤ قبر پر نہ جانا یہ بھی نسواً مشیدہ کی دلیل ہے قبر کوئی طیب یا آئینہ نہیں کہ اس کے لیے روئے توجہ کر کے اس لیے یہ ممانعت ہمارے دلائل سے ثابت ہے۔

۲۴ درگاہوں کا تسبیح پڑھنا، نماز کرنا، ان کو شہداء سمجھ کر رکھنے میں اس لیے یہ جائز نہیں (حبر سنی ۱/۴۰: ۱۸۵)۔

۲۵ مختلف برہمنوں کے حضرات یہ جو عرس کے نام یہ اشباع منعقد کیا جاتا ہے اس میں آخر وکھڑاؤں پر سیدہ وغیرہ کرتے ہیں مختلف طریقے سے نذر دینا سنت بڑھانے پر نہ جاتے ہیں عورت دھواؤں کا بے محابہ خنڈا دھاتا ہے، اشباع اور آرائی بھی ہوتی ہے اس لیے یہ بدعت اور گمراہی ہے اور ایسا عمل منافی اس میں شرکت کرنا سبب جہنم ہے۔

(ملخص از امداد المسیر)

۲۶ کس کو پھانسی دینا، قتل سے کما کر رکھنے چاہیے قبروں پر یاد دہانی کی بجائے جائز نہیں ہے اس میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے۔

۲۷ میت انکسری پڑھا کہ یہ صواب اور کثرت کی تعریف ہے نہ جہت اس کے ساتھ اور کوئی رسم و رواج الجھبلاؤں کا ہے۔

۲۸ قوموں میں زبان سے نیت سے ضروری نہیں ہے، اگر کوئی اپنی قوم پر قرار رکھنے کے لیے زبان سے نیت کرے تو بہت سے نیکو انسان کافی ہیں مثلاً لٹری، اور نیت فرض امام کے ساتھ پڑھنے والوں کو نصیب اور ضروری سمجھتے ہیں۔

۲۹ ان مراقبات سے ایمان کو بے غروہی لان مراقبات سے ایمان کو بے غروہی لان

۳۰ قرآن کے بعد بتائی دعا میں نہ بیچنے سے عبادت کے ساتھ ثابت نہیں ہے اس سے اعتقاد بدعت ہے دھند دھند چھوڑ دے کہ قرآن کے بعد جبری دعا کی دعا بالکل نیک اور برہنہ دعا دہانی کے بعد متعلق وقتہاں کو پہنچنے کرتے ہیں کہ یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں اس لیے اس کا زیادہ تر نہیں کہ گناہ ہے ایک لمحہ رخصتی و عاہل بیتہ کر دیا

کریں تاکہ امام کے ذہن سے اس طریقہ کی عزت و خیال نکلیں۔ اگر عملی اللہ امر سے عمل بطریق اسن لا خلف اور قری سے لوگوں کو مسند کی حقیقت سمجھائیں اور غیب و بین کو بین کرانیں تاکہ مشکوٰۃ و تفسیر کی صورت پیدا ہو۔ (مراجعہ: جامعہ اسلامیہ ص ۲۸۲)۔

۳۲۔ سنن ابوالفضل سے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ انھن اور توہمات سے بعد اجتماعی دعا ٹکنا یہ عت ہے۔

۳۳۔ شریعت میں مصافحہ کا موقع اور ملاقات ہے مگر زوں کے بعد تفصل ملاقات و مصافحہ رسول اللہ ﷺ صحیح ہے کہ امام رضی اللہ عنہ اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہیں ہے یہ رافضی کی ایجاد اور بدعت ہے اس لیے اس کے احکام از ادب ہے۔

۱۔ حسب المصنوی۔ (۳۵۵)۔

۳۴۔ اذان کے بعد وہ میں ہاتھ انھو رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں اس لیے ہاتھ انھو نے بغیری دعا مانگی جائے۔ (مراجعہ: فتاویٰ و جمیعہ حذہ ۲۹۹/۲)۔

۳۵۔ علماء احناف کے اہل رائے یہ ہے کہ تہابہ کا روز بھی عمرو و کس البت جن احادیث میں مذکور ہے وہ ضعف اور کمزوری وغیرہ پیدا ہو جائے کہ قبول ہیں کہ حسن کی وجہ سے بعد کی ادائیگی میں فرق آتا ہو۔

قال العلامة ابن العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا بأس بضموم

الجمعة عند أبي حنيفة رحمه الله، ومحمود رحمهم الله تعالوي عن

ابن عباس انه كان يصوم ولا يعطر

(فتاویٰ حنفیہ: ۱۹۹/۱، جامعہ ص ۹۱، کتاب الصوم)۔

۳۶۔ تراویح کے ہر ترویج میں چار رکعت کے بعد کھڑے ہو کر پڑھنا مستحب ہے اس میں اختیار ہے تسبیح اور دُعا شریف، استغفار، تلاوت، فقرہ ای غور پر آمین آواز میں جو اس نے معلوم ہو اس میں مشغول رہے، بلند آواز۔ تا آخر کی دعا۔ اس کا ثبوت نہیں ہے اس لیے جائز نہیں۔

۳۷۔ تراویح کا تم بولنے کے لیے ایسا دینا چاہیے جو اس کے بعد امام، مقتدی اور تعلق شرع ہو جائے۔ یہ ایک فقرہ ہی طور پر تسبیح و تلاوت وغیرہ و قول انہ سارے کتاب ہے، سورہ ملک پڑھنا یا دینی درمے لیکن اس وقت فقرہ ای یا ہر قی مور پڑھنی مخصوص عمل نہایت سے ثابت

- نہیں اس لیے تراویح کے بعد سورۃ تک کی تلاوت کی تخصیص اور اس کا التزام بدعت ہے۔
- ۳۸۔ رمضان کے آخری ایام میں امواع یا الفراق کہہ کر پکارنا غلط ہے۔ بدعت میں یا کسی اور وقت اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اس سے بدعت ہے۔
- ۳۹۔ تراویح میں قسم قرآن کے موقع پر منہ کی تقسیم کرنے کے لیے چند کرنا یا مسنانی تقسیم کرنے کا التزام کرنے یا اس کو تراویح کا حصہ سمجھنا بدعت اور ناجائز ہے۔ بہت آکر کوئی اپنی مثال آدمی سے آخری طور پر تقسیم کرے تو اس کی گنجائش ہے۔
- ۴۰۔ عید کی مبارکباد دینا لھنا جائز ہے لیکن اسے سنت سمجھنا جائز نہیں، اسی طرح انہی خصوصیات کا ”عید مبارک“ کو سنت و ضروری سمجھنا بدعت ہے۔

(ماحول اور بدعات و معاصی : ص ۶۶)

- ۱۱۔ غلط صدقات و خیرات کے لیے دن کی تعیین یہ شریعت مطہرہ پر زبانی ہے اس لیے ناجائز اور بدعت ہے بلکہ تعیین وقت جس وقت دل میں آئے خیرات کرے۔
- ۱۲۔ بعض اوقات نماز کے بعد جو لوگ کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں قصوداً بعد کی نماز کے بعد یہ کئی قبائح و منکرات پر مشتمل ہونے کی بناء پر بدعت اور ناجائز ہے۔

(ماحول اور احسن اعتنائی)

- ۱۳۔ کھانے کے بعد دعاء کے موقع پر ہاتھ اٹھانا شرعاً ثابت نہیں اللہ ہا تھ اٹھانے بغیر انفرادی طور پر دعاء یا ثور پڑھی جائے۔ اس موقع پر ہاتھ اٹھا کر جمالی دعا کرنا بدعت ہونے کی بناء پر واجب الترتیب ہے۔
- ۱۴۔ شبہ برأت کے موقع پر حلوہ و کھانا ناجائز ہے۔
- ۱۵۔ فقہاء و کرام رحمہم اللہ نے نماز کے بعد جن مواقع پر اذان کو مشروع قرار دیا ہے ان میں شہد ہے : ”وہ کے وقت اذان کہنا کو نہیں اس لیے اس واقع پر اذان کو ناجائز نہیں۔“

نسوار استعمال کرنا:

نسوار کے استعمال سے انسان کو فداویٰ لحاظ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اسی طرح اس میں ایک قسم کی بدبو بھی ہے جس سے نفرت ملیں گے لیکن آتی ہے۔ البتہ اس کے استعمال کی عادت نہیں بنانی چاہیے۔ اگر کسی کو عادت پڑ گئی ہے تو اس کو ترک کرنے کی کھلم کوشش کی جائے۔ ۲۰۴۰م اس کے

استعمال کو قرار دیا جائے گا۔

انہی سوار کھڑکھڑ میں جانا منع ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے جب تک اسے اٹھانے کی عادت نہ چھوڑے۔ اس وقت تک اس کا اہتمام کرنا لازم ہے کہ مسجد میں آنے سے پہلے اسے کو اچھی طرح صاف کر لیا جائے۔

باقی چونکہ نماز کے دوران اٹھانا پینا جائز نہیں اس لیے دوران نماز سوار کا استعمال بھی جائز نہیں ہوگا، اسی طرح روزہ کی حالت میں بھی سوار کا استعمال جائز نہیں، مگر کسی نے استعمال کر لیا تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا اس کے زما میں روزہ کی قضاء لازم ہوگی۔

قال سلامۃ من عابہ من رحمۃ اللہ : استغفوا فی منی انفسی
فان معصیہم ان یعمل النطیع ہی اکلہ و تنقصی شہوۃ البطون و قال
عضہم ہو ما بعد وہو بالی صلاح انفس و فائدہ وہو ان مصغ
لعمۃ تم امر حہا تم اتلعمہا فعلی شای بکمر لاعلی الاول
وبالعکس فی الحشۃ لای لا مع فیہا اللیل و ربما ینقص عقلہ
وسئل الیہا انطیع و تنقصی بہا شہوۃ لبطونہ

(رد المحتار: باب ما یصلی الصوم ۱/۲۰۶)

گانے کی طرز پر تعلیم پڑھنا:

رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنا، آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ احسن و جمال کو بیان کرنا یا آپ ﷺ سے محبت و عقیدت کا اظہار کرنا جائز بلکہ کاوشا بہ اور مرایہ آخرت ہے۔

لیکن اس میں خلو کرنا اللہ تعالیٰ کی صفات کو رسول اللہ ﷺ کے لیے بے ہمت کرنا، دیگر شرکاء کلمات کو آپ کے حق میں استعمال کرنا، حرام، جہالت اور کراہی ہے، اسی طرح نعت و تحمید کو گانوں کے طرز پر پڑھنا اور اس کے ساتھ ساز اور موسیقی شامل کرنا، تعظیمات نبوی ﷺ سے سراسر انحراف بلکہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی ہے۔

وعن ابی - ثلاث الاثر مری رسی اللہ عنہ قال : قال : رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم : لیشرین منس من اعنی النعم یمونہا بغیر
اسمہا - يعرف علی رؤسہم بالمعارف والمقنیات یحذف اللہ ہم

الارض ويحمل الله عنهم القردة والحمار

(یعنی انہی پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کے گناہوں کو مٹا دے گا۔)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے ہاتھ قوت شراب کو اس کا کام بدل کر سکیں گے اور ان کے ہاتھ سے سوزن اور مزامیر کے ساتھ لڑتوں کا کام ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کو زمین کے بندوں میں سے لے گا اور بعض کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور سورہ بنادے گا۔

وعن علي رضي الله عنه أن نبي صلى الله عليه وسلم، يهي عن

ضرب المدف، والعطل والصوت المزمار (کذا فی جیل الاوطار)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا (میں) ہلکے جانے والے اور پائنتی کی قوز سننے سے۔ (موجودہ زمانے کی موسیقی اسی میں داخل ہے)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور سورہ بنادیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ مسلمان بن جائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ اس بات کی گواہی دینے والے ہوں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں (یعنی مسلمان ہوں گے) اور روز بھی رکھتے ہوں گے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پھر ان کا قصور کیا ہوگا؟ تو ارشاد فرمایا کہ وہ گانے بجانے کے آلات اور گانے بجانے والی عورتوں اور ذمہ داروں کے مشغول ہوں گے اور شراب پیا کریں گے وہ رات اسی طرح شراب پینے اور دوسری تکمیل کو میں گزاردیں گے جب صبح کو انھیں گے تو ان کے چہرے مسخ ہو چکے ہوں گے۔ (رداوا ابن حبان)

لہذا سخت رسول مقبول ﷺ کے ساتھ سازگاری یا سازگاری بغیر گانے کی طرز میں جس گانے کی طرف دھیان جائے گا گانے کی لذت محسوس ہو شراب یا غیرہ میں، ایسی لذت و قلم پڑھنے اور سننے سے اعتقاد کہ لازم ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت بھی گانے کی طرز پر کرنا جائز نہیں ہے، قرآن کو عرب کے لہجہ میں پڑھنا چاہیے۔

کی ڈیز میں محفوظ کی جانے والی چیز اکابر اہل علم و افتاء کے نزدیک تصویب ہی ہے، اس لیے ایسی

کی روز کا استعمال منع ہے جس میں کسی چاند کی تصدیق ہو۔

روزہ میں باطل کا استعمال:

نیکس پرپ (انٹیل) کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ روائی نے ذاتِ حلق میں داخل ہوتے ہیں، اگرچہ وہ نیکس یا صمیں کی شکل میں ہوتے ہوں۔

فقہاء و ائمہ نے روزہ کی حالت میں بھاری یا غبار کو قصدِ حلق میں داخل کرنے سے روک دیا ہے۔

وَمِمَّا رُوِيَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ دَخَلَ حَلْقَهُ الدِّخَانُ فَظَنَّهُ أَنَّهُ دَخَلَ كَمَا دَخَلَ الْغُذَاءُ وَغَبَّرَ أَنْفَهُ بِغُضِّهِ فَذَكَرَ الْأَمَّانَ التَّحَرُّوْهُ عَنْ فَلْيَتَبَهَّهْ لَهُ كَمَا سَطَّهْ شَرَفًا

وَفِي رَدِّ الْمَحْتَارِ : وَهَذَا هُوَ الَّذِي مَعَدَّ قَوْلُهُ دَخَلَ بِنَفْسِهِ بِلَا صَبْعٍ مِنْهُ قَوْلُهُ لَمْ يَدْخُلْ حَلْقَهُ الدِّخَانُ بِأَيِّ صُورَةٍ كَانَ الدِّخَانُ حَتَّى لَوْ نَسَحَرَ بِغُضِّهِ أَنْفَهُ الَّتِي بِنَفْسِهِ وَاشْتَمَهُ ذَاكَ أَنْفُصُومَهُ أَنْظَرَ لِأَمَّانِ التَّحَرُّوْهُ عَنْهُ وَهَذَا مَا بَفَعَلَ عَنْهُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَبْهَمُ أَنَّهُ كَشَمَ الْوَرْدِ وَنَاقَهُ وَالْمَسْلُكُ لَمْ يَصُوحْ الْقَرَضُ مِنْ هَوَاءِ قَطِيبٍ بِرِيحِ الْمَسْلُكِ وَشَمَ وَبِهِمْ جَمْعُ هَرِّ دَخَانٍ وَحَلَّ إِلَى حَوْفِهِ بَعْدَ .

رد المحتار: ۳۹۵/۲، مطبوعہ سید

باقی جس اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں مسئلہ قلعے والا کوئی شرعی عام یا سختی نہیں ہے مسئلہ دہلیہ کے لیے مسئلہ علماء کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، برکس و کس کی بات پر اعتناء کرنا قطعاً جائز نہیں۔ بہر حال اب فتویٰ یہی ہے کہ ”انٹیل“ کا استعمال روزہ کی حالت میں جائز نہیں اگر کسی نے روزہ کی حالت میں استعمال کر لیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

بینک کے لیے تیار ہونے والے مکان میں حروری کا حکم:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کے رشتہ دار لکڑی کا کام کرتے ہوں (عام حالات میں ان کے یہاں لڑیاہ کا کام بھی نہیں ہوتا) مگر کے حالات زیورہ بہتر ہوتے ہیں تو انرا سے جنگ کا کام کرنا بڑے برا بھی نیا کھانا کیا ہو یعنی اس جنگ کا نصف

پہلے کوئی اور کام کرتا تھا اور اب پرانا کام وغیرہ ختم کر کے بینک کھول رہا ہو اور اس بینک کی کمزری کا تمام کام وہ اپنے رشتہ دار سے کروا رہا ہو اور اس بینک کا معاوضہ پہلے ادا کر دیا ہو اور کچھ کام کے بعد ادا کرے گا اور اب ان کے یہاں خوشحالی بھی ہے تو ان کے گھر جانا، کھانا کھانا اور اگر انہوں نے کچھ رقم دینے دی ہو تو اس کا کیا حکم ہے اور اگر کچھ کتابیں وغیرہ منگوانا ہوں تو اس رقم سے منگوانا کیسا ہے؟ مسئلہ مذکورہ کی وضاحت فرما کر بندہ کی الجھن دور فرمائیں۔ بیوقوف جرح

جواب: موجودہ دور میں بینک کے کاروبار میں اکثر سودی معاملات ہوتے ہیں، اب اگر کون بینک کا ادارہ قائم کرے گا تو وہ بھی اسی قسم کے سودی معاملات ہی انجام دے گا، اس لیے ایسے لوگوں کے ساتھ تعاون کرنا گناہ کے کام میں تعاون ہے جس سے قرآن و حدیث میں منع فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ الآية

تاہم صورت مسئلہ میں چونکہ ابھی تک بینک کا ادارہ وجود میں نہیں آیا تھا اس لیے اگر یہ شخص پہلے کی حلال رقم سے اجرت ادا کرے تو وہ اجرت حلال ہوگی، اس اجرت سے بڑھتی کسی کو کھانا کھلائے یا ہدیہ کرے تو اس کو قبول کرنا بھی جائز ہوگا۔ اور اگر اجرت، کچھ حصہ بینک کے کام شروع ہونے کے بعد بینک یا سابق حرام کی آمدن سے ادا کرے تو یہ سمیت سابقہ آمدن کے حرام ہونے کی وجہ سے اس کو لینا استعمال کرنا خود بڑھتی کے لیے بھی حلال نہیں، اگر لے لیا ہے تو بلائیت ثواب فقراء پر صدقہ کر دینا واجب ہے، اگر بڑھتی اس رقم میں سے کسی کو ہدیہ کرے تو اس ہدیہ کو قبول کرنا اور اسے استعمال کرنا جائز نہیں، ہاں البتہ کسی فقیر کو مالک بنا کر دیدے تو اس کے لیے استعمال جائز ہوگا۔

وفي الدر المختار قال: وجاز تعمیر کیسہ وحمل حمر ذمی

بفسه أو بدایته باجر۔ وفي الشامیة قال فی الحانیة: ولو اجر نفسه

لیعمل فی الكنيسة ویعمرها لا بأس به لانه لا معصیة فی عین العمل۔

(ردالمحتار: ۶/۳۹۱ کتاب الکراہیة)

بارش طلب کرنے کا مسنون طریقہ:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں جب بارش

نہ ہوں تو پتہ لوگ جمع ہو کر پیسے جمع کرتے ہیں خود بھی حصہ ڈالتے ہیں اور لوگوں سے بھی پیسے دیکھتے ہیں پھر ان پیسوں سے چاول پکاتے ہیں اور لوگوں کو کھلاتے ہیں کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ بارش نرہیں، تو کیا ایسے لوگوں کو پیسے دینا جائز ہے؟ اور کیا یہ چاول وغیرہ ٹھکانا جائز ہے؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سودیوں کا طریقہ ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں دیکھائی فرمائیں۔ بیٹو! تو جروا جواب۔ بارش طلب کرنے کا سنسن طریقہ یہ ہے کہ علاقہ کے لوگ کسی سید ان میں یا جامع مسجد میں جمع ہو کر استسقاء کی نیت سے دو رکعت نماز ادا کریں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے سفارش طلب کریں اور بارش کے لیے دعا کریں اور اپنے طور پر صدقہ خیرات بھی کریں۔

لیکن سال میں مذکورہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں ہے اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے اور اس میں ایک بنیادی غرابی یہ ہے کہ لوگوں سے جو چھو لیا جاتا ہے اس میں اکثر لوگوں کی خوش دلی کا یقین نہیں ہے، اس لیے اس طرح چھو کر اس کو تحائف استعمال کرنا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اس میں چھو دے کر شرکت بھی نہ کی جائے۔

لغو له عليه السلام: إلا لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس

متہ (رواہ البرہقانی فی شعب الإیمان)

یعنی جتنا پیسہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سن لو کسی کا مال اس کی دلی رضا مندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

دعوت دلیہ اور مصحتی کے احکام:

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ان دعوات کے بارے میں جو کچھ غریبوں سے ہمارے علاقے میں شروع ہیں اور بہت سے دیگر گمراہ نے اس میں مبتلا ہیں:

۱۔ نکاح اور مصحتی سے پہلے دعوت طعام کرتے ہیں۔ جس کو دعوت دلیہ کہتے ہیں کیا اس کو ویرہ مستون کہا جاسکتا ہے؟ ہمارا گھرانہ جو کہ علاقے میں دیگر گھرانہ کھلاتا ہے اس میں ہمارے بھائی عبداللہ کا نکاح ہو چکا ہے مصحتی سے ایک دن پہلے وہ ویرہ کرنا چاہتا ہے کیا اس کو ویرہ کہا جاسکتا ہے یا نہیں اور چند گھرانہ جو کہ علاقہ میں مشفقہ کی حیثیت رکھتا ہے اس کے لیے اس بارے میں کیا احتیاط ہے، جبکہ نکاح سے پہلے ویرہ کا رواج چننا جاہلہ ہے۔

۲۔ دعوت دلیہ میں بعد طعام ایک آدمی دھارے پر غنا دیتے ہیں جو کھانے

کھانے والوں سے پیسے وصول کرتا ہے اور ہر آدمی کا نام اور رقم لکھ لیتا ہے، پھر جب ان (رقم دینے والوں) میں سے کسی کی شادی ہوتی ہے تو یہ لوگ بھی اسے پیسے نہ کم نہ زیادہ دیتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں اور یہی طریقہ میرے ہمارے علاقے کے ہندوؤں کا بھی ہے۔ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ جائز اور مستنون طریقہ سے ہماری راہنمائی فرمائیں۔

۳۔ برأت کو نکاح کے بعد لڑکی والے کھانا کھاتے ہیں یا بعض لوگ ڈبے تقسیم کرتے ہیں کیا لڑکی والوں کو اس موقع پر کھانا کھانا یا ڈبے تقسیم کرنا جائز ہے یا نا جائز اور ان صورتوں میں دیندار مقتدا گھرانے کے لیے کیا احتیاط ہے، نیز ان لوگوں کو اس طعام میں شرکت کرنا اور اس طعام کا اہتمام کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ یا حوالہ رہنمائی فرمائیں۔

۴۔ منگنی میں ایک ہزار دیتے ہیں تاکہ دو ہزار ملیں، اسی طرح رخصتی کے بعد لڑکی کے بھائی، خاوند کے گھر اپنی بہن کو ملنے جاتے ہیں اور اس کو اس نیت سے پیسے دیتے ہیں کہ بعد میں دھننے ملیں گے، کیا ایسا کرنا شریعت کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ ان تمام رسومات کو بہت ضروری سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے والے کو مٹھون کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں دیندار مقتدا گھرانے کے لیے کیا صورت بہتر ہے؟ بیوا تو جروا

جواب: ۱۔ ولیمہ سنت ہے، البتہ اس کے لیے کوئی خاص وقت، خاص چیز، خاص مقدار شرعاً متعین نہیں ہے، حسب استطاعت جس وقت جس چیز کے ساتھ ہو ویر کی سنت ادا کی جاسکتی ہے، دعوت و لیر نکاح کے وقت بھی ہو سکتی ہے نکاح کے بعد بھی، البتہ بہتر یہ ہے کہ شہد زفاف یعنی میاں بیوی کی ملاقات کے بعد کی جائے۔

قال العيني رحمه الله : قال في المغني : ويستحب لمن تزوج أن يولم ولو بشاة ، لا خلاف بين أهل العلم في أن الوليمة في العروس سنة مشروعة وليست بواجبة في قول أكثر أهل العلم (إلى قوله) وقال عياض : لا خلاف أنه لا حد لقليل الوليمة ولا لكثيرها ؟ أو اختلف السلف في وقتها : هل هو عند العقد أو عقبها ؟ أو عند الدخول أو عقبه ؟ أو موسع من ابتداء العقد إلى انتهاء الدخول ؟ أقوال . إلى قوله وحديث انس فاصبح رسول الله صلى الله عليه

میںم بزیب ، فدعی القہ ، صریح دانہا بعد الدحول .

(حنفیہ الفقاریہ ۱ : ۱۱۶ - ۱۱۷)

وعن انس رضي الله عنه : أو لم عليها (أي على صفة) حسن
وعن حميفة بنت شيبه رضي الله عنها قالت : أو لم السي حسن الله
عليه وسلم غني بعض سنانه بعد من من سحر . (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۷)

۲۔ شادی کے موقع پر سوال میں ذکر کردہ طریقہ پر جو رقم وصول کی جاتی ہے اس میں

کئی باتیں ہیں

(۱) قرض اولین دین ہے ، جبکہ بلا ضرورت قرض کا لین دین شرعاً ایک ایسے ہی عمل
ہے ، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے بڑا دیا گئی ہے ، نیز قرض کو قرض اس لئے کیا جاتا
ہے کہ یہ قرض الحکمۃ یعنی محبت کو کاٹنے والی چینی ہے۔

(۲) بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ دوسرے کی شادی کے موقع پر یہ رقم بڑھ کر
لوٹائی جاتی ہے جو کہ سود کے حکم میں ہے۔

(۳) اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ قرض واپس کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا ، مثلاً ، واپس سے
بہل ہی دوتوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے ، یا علاقہ چھوڑ کر دوسرے گمیں چلا جائے ، اس
صورت میں دوسرے کی حق تلفی اور ناجائز طور پر مال استعمال کرنے کا گناہ ہوا ، اس لیے یہ رقم قابل
ترک ہے۔

(۴) کسی کی دعوت کرنے اس سے پہلے وصول کرنا ، غیرت و محبت کے خلاف ہونے
کے علاوہ ایک حقانہ حرکت ہے ، و اگر کسی کو دعوت کرنے کی استطاعت نہیں وہ دعوت کرتا ہی نہیں
ہے ؟ بالکل نہ کرے یا جتنے افراد کو کھانے کی استطاعت ہے صرف اتنے ہی افراد کی دعوت کرے ۔
(۵) اگرچہ یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ قرض قرار نہ دیا جائے تو بھی یہ رقم مومن سے مجبور
ہو کر لی جاتی ہے ، حبیبہ خاطر اور خوشدلی سے نہیں لی جاتی ، اور حدیث میں آتا ہے

لا یحل مال امری ، مسلم الا یطلب نفسه

کہ مسلمان کا مال اس کی حبیبہ خاطر کے بغیر حلال نہیں ، وہاں البتہ واپس لینے کی نیت یا رحم
کے بغیر عزیز و اقارب میں سے کوئی نہ یہ دے تو اس کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں رخصتی کا کوئی خاص طریقہ نہیں تھا اور نہ ہی ذرات اور لوگوں کے جہوں کا کوئی تہنہ تھا۔ پیسارہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی والدہ محترمہ سے رخصت کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے یہ سوچا کہ علی رضی اللہ عنہ سے لہو روانہ فرمایا، بہت آنر پر ہے کا اجتہاد اور مردوں کے ہاتھوں ان کا دایرہ مفاسد نہ ہوں تو رخصتی کے وقت قرمبی رشتہ دار خواتین سے گھر میں جمع ہونے کی سنجیدگی ہے اور ان کے لیے جہد و استطاعت کھانے کا انتظام کرنا بھی درست ہے۔ لیکن اس کھانے کو صرف سہمان نوازی کی حیثیت دی جائے۔ اس کو دعوتِ مسنونہ نہ سمجھا جائے۔ یہاں تک رخصتی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کا انتظام شریعت میں ثابت نہیں۔

۲۔ فی نفسہ وایما احواف کالمین وین شرمنا مظلوم ہے، آپس میں محبت بڑھانے کا دعوہ ہے، حدیث شریف میں اس کی تائید ہمارے ہوتی ہے۔

لیکن مسئلہ کے موقع پر یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ غرض سے دی جانے والا اس کا وہ حصہ جس پر ایک خلاف شرع رزم ہے اور درحقیقت یہ ہے کہ یہ نہیں بلکہ سودی قرض کی ایک صورت ہے مادی لیے فقہاء اگر امام ربیع رحمہ اللہ نے اس کو ہر کسی داخل فرما کر حلال قرار دیا ہے۔

فقال ملائكة ربنا وحده الله تعالى هي نفس من احسبها : تحت
 قوله تعالى : ﴿ وما انتم من ربه بمرئوفا في اموال الناس الا ربوا عند
 الله ﴾ الآية قلوا : لا رآن يكون المراد به ربوا المحلل اي وما
 نعطوه . في الآية تحذفوا كتبت بها فلا ربوا عند الله لا يكتم لم
 نربوا بعد ثم حده الله بهذا المعنى وردت هذه الآية والا فلا ربوا
 لا محرم عند ذلك في سائر النظم والاعمال وبكى الامام الرضا عليه السلام
 بسجل هذه الربوا دلال لا بل سبناه مكروها وقال ان الربوا ان عان
 حرام ومكروه والاية في الآية ما رواه عنه (٦١ : ٥٩٩)

شادی کے حقے تھانف:

کیا فرماتے ہیں علما کرام ماہ بارے میں کہ۔

1. سیکڑا (فرضی نام) کو طلاق ہو گئی ہے، تعلقے کے وقت پہنائی گئی انگوٹھی اور مندر

دکھائی کے وقت شوہر کی طرف سے دی گئی انگوٹھی کیا وہ سیکڑے کی ملکیت ہیں؟

۲. سیکڑے کے سسرال والوں کا یہ مطالبہ ہے کہ وہ ہم کو واپس کر دی جائے یہ صحیح ہے یا نہیں؟

۳. سلامی / منہ دکھائی کے وقت سسرالی رشتہ داروں کی طرف سے جو پیسے سیکڑے ہاتھ میں اپنے لئے تھے وہ کس کی ملکیت ہیں سیکڑے کی یا سسرال والوں کی؟

۴. سیکڑے نے سلامی / منہ دکھائی کے ان پیسوں سے اپنے نچے سونے کے جھمکے بنوائے اب سسرال والوں کا مطالبہ ہے کہ وہ ہماری ملکیت ہیں ہمیں واپس کیجے جائیں کیا وہ ان کو واپس کر دیئے جائیں؟

۵. سیکڑے کے چیز کی چیزوں کو قسطوں میں واپس بھجواؤ اور ان چیزوں میں اس کی کتنا کیا یہ درست ہے؟

۶. سیکڑے سے منسوب کوئی ملکیتی چیز مثلاً تصویریں یا کوئی ایسی چیز جس سے مستعمل میں کوئی نفع ادا پہنچانا مقصود ہو واپس نہ کرے (سہاقت) سسرال والوں کا ایسا کرنا دین کے لحاظ سے کیسا عمل ہے؟

شریعت کی رو سے مندرجہ بالا سوالات کے جوابات دے کر رحمہ اللہ ماجور ہوں۔ بیڑا تو جروا جواب ۱. سگلی کے وقت جوا انگوٹھی دی جاتی ہے وہ عورت کو ہدیہ دی جاتی ہے لہذا یہ انگوٹھی اس کی ملک ہے، واپس لینا جائز نہیں البتہ کسی جگہ کا حرف اور دستور عاریضہ دینے کا وہ یا عاریضہ کے الفاظ کہہ کر یا جانا ہو تو اس کی ملک نہ ہوگی اور واپس لینے کا حق ہوگا۔

۲، ۳، ۴. منہ دکھائی کے وقت شوہر کی طرف سے جوا انگوٹھی دی جاتی ہے اسی طرح سسرالی رشتہ داروں کی طرف سے جو تحفے دیئے جاتے ہیں وہ عورت کے لیے ہدیہ ہوتے ہیں اس کو واپس لینا جائز نہیں۔

قلت : ومن ذلك ما يبعثه إليها قبل الزفاف هي الاعياد والمواسم من نحو ثياب وحلى . وكذا ما يعطيها من ذلك أو من فرائم أو ذنائب صبيحة ليلة العرس ، ويسمى في العرف صبيحة ، فإن كل ذلك تصرف في زمانا كونه هدية لا من المهر لا سيما المسمى صبيحة

عورتوں اور بچوں کے لئے بہترین اسلامی کتابیں

اسوۃ رسول اکرمؐ	مکہ کی مشہور کتاب خانقاہ کے سرپرست مولانا مفتی محمد رفیع دہلوی
اسوۃ صحابیات اور سیدۃ النساء	مولانا نورانی کے مکتبہ
نارہ اسلام کامل	سورہ صافات کی صورت میں منسلک ہیرت چتر
تعلیم الاسلام	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
تعلیم الاسلام	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
رسول عظیمؐ	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
وجہ عالم	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
بہارِ نبوی کا کلمہ بیو علاج	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
اسلام کا نظریہ و عقیدہ	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
آداب زندگی	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
پیشگی زیور	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
پیشگی زیور	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
تعمق العروس	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
آسان منہار	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
شرعی پردہ	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
مسلم خواتین کیسے بیس بیٹی	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
مسلمان بیوی	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
مسلمان خاوند	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
میں بیوی کے حقوق	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
ٹیکٹ بیسیاں	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
خواتین کی شرعی احکام	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
تہذیب الغافلین	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
انحشرون کے ۴۰ معجزات	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
قصص الانبیاء	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
حکایات صحابہ	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ
گناہ ہے لذت	امام سورہ صافات کی صورت میں منسلک امام انصاری کا مکتبہ

دارالاشاعت کے لئے بہترین اسلامی کتابیں

